انصاف یہ ہے کہ وہ بھی سیکھیں آیات کہ پڑھ بیٹھیں فرشتے تو لیا | امید کو تنزل میں پڑھا کر دیتا ہے اعمال سے ہو بڑا

قرآن اور انسان

از

میر ولایت علی

37

51760 فون

Marfat.com

[illegible]
[illegible]

بستۂ رنگِ خصوصیت نہ ہو میری زباں
نوعِ انساں قوم ہو میری وطن میرا جہاں

قرآن اور انسان

از

میر ولایت علی

SIND SAGAR ACADEMY
LAHORE

Marfat.com

۲۹۷.۱۱
ق ۹۸۷
17297

ادارۂ علمیہ

اس ادارہ کا قیام ۱۹۴۸ء میں اس مقصد کے تحت عمل میں لایا گیا ہے کہ تمام مذاہب کی اصولی یکسانیت کو علمی انداز میں ظاہر کیا جائے تاکہ فطری اصول کے مطابق صحت بخش انسانیت کی نشوونما ہو۔

طبع اوّل

تعداد اشاعت (۱،۰۰۰)　　　قیمت (3-۰-۰)

مطبوعہ

صحیفہ مشین پریس۔ اعظم پورہ حیدرآباد 24

Marfat.com

فہرست مضامین

سلسلہ نمبر	مضمون	صفحہ	سلسلہ نمبر	مضمون	صفحہ
۱	انسان کی تخلیق	۵۷	۱۵	،، وجہ نزول قصہ آدم	۴٪
۲	،، گوشوارہ اشیاء تخلیق	۶۱	۱۶	اسلام ۔ اطاعت خداوندی	۱۱۸
۳	،، مٹی پانی سے ابتداء	۷۰	۱۷	،، انسان نام و نسب سے مسلمان نہیں ہوتا	۱۲۱
۴	،، نطفہ سے تدریجی ارتقاء	۷۰	۔	،، بلکہ کام و کسب سے ہوتا ہے	۔
۵	،، شکم مادر کے تغیرات	۷۱	۱۸	،، آپس میں بھائی چارہ قائم کرانے والے	۱۲۰
۶	،، علامہ مشرقی اور مسئلہ ارتقا	۷۲		،، سب مسلمان تھے ۔ خواہ	۔
۷	،، عارف رومی کا نقطۂ نظر	۷۳		،، اونکی زبانیں اور طریقہ کار الگ الگ	۔
۸	،، زندگی کی آئندہ منزل	۷۴		،، رہے ہوں ۔	
۹	آدمؑ کی خلافت	۲	۱۹	،، دین و شریعت کا فرق	۱۲۳
۱۰	،، قصہ آدمؑ کے الفاظ خلیفہ	۲۴	۲۰	،، اسلام قابل قبول اور غیر اسلام	۱۲۵
۔	،، ملائکہ ۔ ابلیس ۔ جن ۔ ہبوط ۔ شجر	۔		ناقابل قبول کی تشریح	۔
۔	،، ورق الجنۃ وغیرہ کی تشریح		۲۱	اتباع رسول اور مغفرت	۱۶۹
۱۱	،، آدم پہلے انسان نہیں پہلے بادشاہ تھے	۴۴، ۸۶	۲۲	،، اتباع و اطاعت کا فرق	۱۴۰، ۱۴۲
۱۲	،، آدم کی جنت زمین پر تھی ۔	۵۲	۲۳	،، خطاب خاص مصداق عام کی مثالیں	۱۴۳
۱۳	،، مماثلت آدمؑ و عیسیٰؑ کی حقیقت	۶۴	۲۴	،، اللہ اور بندہ کی محبت کا مفہوم	۱۴۵
۱۴	،، آدم کی پیدائش حوا سے یا حوا کی پیدائش آدم سے	۷۰	۲۵	،، معافی گناہ اور مغفرت کا فرق	۱۴۷

Rs. 3.00

Marfat.com

نمبر	عنوان	صفحہ
۲۶	،، عروج و زوال اعمال پر منحصر ہے	۱۲۸
۲۷	،، فرمانبرداری کا نتیجہ بہشت اور خوشحالی	۱۲۷
۲۸	،، فاسقانہ زندگی کا نتیجہ غلامی و بدحالی	۱۲۷
۲۹	،، رسمی اقرار اور عملی انکار کے باوجود	۱۲۸
	،، اللہ کے محبوب ہونے کا زعم باطل	
۳۰	،، بے عمل قوم کو غلامی کا جہنم	۱۲۸
۳۱	**آخرت کے تین مفہوم**	۱۲۷
۳۲	،، (۱) دوران زندگی کے آخری ایام	۱۲۸
۳۳	،، (۲) مرنے کے بعد کا نسل در نسل انجام	۱۲۸
۳۴	،، (۳) کرہ ارض کی تباہی کے بعد	۱۲۹
	،، خلق جدید والی زندگی۔	۔
۳۵	،، الفاظ قیامت۔ ساعت۔ وحشر وغیرہ کی تشریح	۱۳۵
۳۶	،، اعادہ خلق یعنے پہلی پیدائش کی طرح	۱۳۵
۔	،، دوسری پیدائش کی یقین دہانی	۔
۳۷	**بعث بعد الموت کے دو مفہوم**	۱۰۶
۳۸	،، (۱) قیامت میں دوبارہ اٹھنا	۱۰۶
۳۹	،، (۲) مردہ قوموں کا دوبارہ زندہ ہونا	۱۰۷
۴۰	،، غلامی موت ہے اور آزادی حیات	۱۱۱
۴۱	**جنت و جہنم کی حقیقت**	۷۷
۴۲	،، بی بی رابعہ بصریہ کا لطیفہ	۷۷
۴۳	،، مرزا غالب کا صوفیانہ سرود	۷۸
۴۴	،، عارف رومی و علامہ مشرقی کے نقاط نظر	۷۸، ۸۷، ۱۴۳
۴۵	،، اقوام گزشتہ کا جنت سے اخراج	۸۳
۴۶	،، اچھے برے جنات کی تبدیلی	۹۱

نمبر	عنوان	صفحہ
۴۷	،، جنتیوں اور جہنمیوں کی گفتگو	۸۸
۔	کہاں ہوگی؟	۔
۴۸	قرآن میں جنت کی قیمت جان و مال کی قربانی	۹۲
۴۹	،، احادیث کی بہشتی جنت	۹۹
۵۰	،، جنت و جہنم دنیا و آخرت دونوں جگہ ہیں	۸۹
۵۱	،، جنت و جہنم کے دروازوں کی شرح	۸۵
۵۲	،، جہنم کافروں کو محیط	۹۳
۵۳	**رحمت للعالمین**	۱۱۳
۵۴	،، نعرۂ توحید خدا و وحدت امت	۱۱۳
۵۵	،، منتشر افراد کو متحد کرنا	۱۱۴
۵۶	،، پیغام رحمت پر جو قوم عمل کرتی ہے	۱۱۶
	،، وہ کامیاب ہوتی ہے۔	
۵۷	،، فرقہ بندی موجب ہلاکت ہے	۱۱۷
۵۸	**شفاعت کی حقیقت**	۱۴۹
۵۹	شفاعت باذن اللہ کا تعلق دنیا سے ہے	۱۶۳
۶۰	شفاعت قیامت میں نہ ہوگی	۱۵۹
۶۱	،، وحی کی تعلیم پر چلنا ہی شفاعت	۱۶۶
	سے فائدہ اٹھانا ہے	
۶۲	قرآنی قصے عبرت کے لئے ہیں	۳
۔	کہانیاں نہیں ہیں۔	۔
۶۳	کن فیکون کی تشریح	۶۵
۶۴	نفس واحدہ کی تشریح	۶۸
۶۵	نماز وغیرہ تنظیمی و اجتماعی	۱۲۹
	اعمال ہیں۔	

ختم

Marfat.com

فہرست مضامین شائع شدہ در مختلف رسالہ جات

بشکل کتاب زیر طبع

اللہ کے مختلف اعتبارات	جنوری ۵۸ء	خیرات	دسمبر ۶۳ء
اللہ انسان و مذہب	دسمبر ۶۵ء	سایہ و بے سائگی	اکتوبر ۶۶ء
انسان کا اصلی دین	ستمبر ۶۲ء	شرح صدر و ضیق صدر	اپریل ۶۴ء
ایمان و کفر کے مختلف اعتبارات	فروری ۵۶ء	صالح معاشرہ	ستمبر ۶۲ء
اہل کتاب کا ناکارہ ایمان	جولائی ۶۱ء و جنوری ۶۲ء	عبادت کی حقیقت	فروری ۶۰ء
احسن تقویم کا مفہوم	اگست ۶۱ء	عذاب و نجات	مارچ ۶۷ء
اطاعت امیر کی اہمیت	مئی ۵۸ء	مسلم و غیر مسلم میں دوستی و تعاون	اپریل ۶۲ء
اصول و فروع (محکمات و متشابہات)	اپریل ۶۱ء	مردوں کو زندہ کرنا	جون ۶۲ء
(آتش نمرود و گلزار ابراہیمی)	جنوری ۶۷ء	نیکی و بدی کی حقیقت	فروری ۵۹ء
تحریف کلام کی حقیقت	اپریل ۶۰ء	وحی کا قرآنی مفہوم ۔	مئی و جون ۵۹ء
تنظیم کی ضرورت ۔	اگست ۶۱ء	وسیلہ کی صحیح تعبیر	جنوری ۶۳ء
حدیث کا مفہوم اور اقسام	دسمبر ۵۶ء	ہدایت الٰہی کے چار مراتب	فروری ۵۹ء
حروف مقطعات ۔	جنوری ۶۶ء	ہندوستانی اہل کتاب	جون ۶۵ء

مختلف مذہب نہیں ہیں باعث بیگانگی ۔۔ روح مذہب سے مگر بیگانہ انساں ہوگیا
مختلف پھولوں نے پائی جس جگہ نشوونما ۔۔ بلبلا وہ قطعۂ ارضی گلستاں ہوگیا
(رافق کاظمی)

Marfat.com

قانونِ قدرت

علم　　　　عمل　　　　نتیجہ

ہر چیز کے دو پہلو۔ صحیح اور غلط

علم صحیح ہو تو عمل بھی صحیح ہوگا اور عمل صحیح ہو تو نتیجہ بھی خوشگوار برآمد ہوگا۔
علم غلط ہو تو عمل بھی غلط ہوگا اور عمل غلط ہو تو نتیجہ بھی ذلت و رسوائی ہوگا۔

علم کے صحیح ہونے کا معیار انسان کی عملی زندگی ہے۔ اور عمل کے صحیح ہونے کا دارومدار اس کے انجام پر ہے کہ کیا کرنے سے کیا حاصل ہوا۔ نتائج سے بے پروا ہو کر صرف اپنے عقیدہ و عمل کو صحیح اور دوسرے کو غلط قرار دینا فریبِ نفس ہے جس میں دنیا کی ہر قوم مبتلا ہے۔ اپنے اعمال کو نتائج سے جانچو کہ ترقی پذیر ہیں یا ضائع جا رہے ہیں۔ حسنۃ فی الدنیا والاخرۃ کے مصداق ہیں یا خسر الدنیا والاخرۃ کے مماثل۔ دنیا میں ذلت و رسوائی کے بعد آخرت کی فلاح و بہبود کا تصور وسوسۂ نفس امارہ ہے۔ قرآن میں اللہ کا وعدہ ہے کہ زمین کے وارث اور خلیفہ وہ لوگ ہونگے جن کا ایمان و عمل درست ہو۔ اور اس نعمتِ عظمیٰ سے محروم وہ لوگ ہونگے جن کا ایمان و عمل ٹھیک نہ ہو۔ ھل یھلک الا القوم الفٰسقون (احقاف ۳۵) کیا فاسق قوم کے سوا دوسرے ہلاک کئے جاتے ہیں۔ یعنی ہلاکت و مغلوبیت کا قانون فاسقوں کیلئے ہے۔ سچے مومن و متقی قوم کے لئے نہیں۔

نتیجہ کیونکر اچھا ہو جب تک عمل اچھا نہ ہو ＊ نہیں بویا ہے تخم اچھا تو کیا اگیں گے پھل اچھا
برے اعمال کرنے اور توقع نیکنامی کی ＊ دماغ اپنا سنوارو تم نہیں ہے یہ عمل اچھا (ظفر)
خدا نے آج تک اس قوم کی حالت نہیں بدلی ＊ نہ ہو جس کو خیال آپ اپنی حالت کے بدلنے کا (قبال)
(ترجمہ آیات قرآنی سورہ انفال ۵۳ و سورہ رعد ۱۱)

Marfat.com

ص

تعارف

جناب میر ولایت علی صاحب ہمارے تعارف سے بے نیاز ہیں۔ ان کی علمی خدمات اور عملی جد و جہد اس کثرت سے اہل علم کے سامنے آچکی ہے کہ اب کسی کا تعارف آفتاب کو چراغ دکھانا ہوگا۔ ان کی قابل قدر تصنیفیں اسلامی تعلیمات، مکتوبات ولایت، روح القرآن وغیرہ مختلف انداز سے خراج تحسین حاصل کر چکی ہیں۔ اب چند مضامین شائع ہو رہے ہیں جو سارے کے سارے قرآن ہی کی تحقیقات سے متعلق ہیں ہم نے اسکو جستہ جستہ دیکھا موعظت کا دلکش مجموعہ ہیں توحید الٰہی و وحدت انسانی کی اہمیت کو پیش کیا گیا ہے۔ ہر مضمون میں موجودہ زندگی کو قرآن کے بتلائے ہوئے اُسوہ پر ڈھال کر خوشحال رہنے اور آخرت میں سرخ روئی حاصل کرنے کے قابل عمل طریقے کی دعوت گئی ہے۔ پیرایہ بیان دلچسپ دلنشین ہے۔ اہل علم حضرات کو الفاظ کی شرح دعوتِ فکر دیتی ہے۔ جناب موصوف کی ساری عمر بلا خوفِ لومۃ لائم اصلاحی جد و جہد میں گذری ہے۔ نیک نیتی کا اجر عند اللہ یقینی ہے۔ کیا ہی بہتر ہو کہ انسانی برادری اس سے روشنی حاصل کر کے اعلیٰ مقامات پر فائز ہو جائے۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ جناب میر صاحب کی دعوت کو شرف قبول بخشے۔ انسانیت کی اصلاح کا اجران کے نامۂ اعمال میں ہمیشہ درج ہوتا جائے۔ اور آپ کو دائماً ایسے علمی کاموں میں منہمک رکھے۔ آمین

شرح دستخط	شرح دستخط۔ فضل اللہ غفرلہ
حافظ عبد الشکور	استاذ جامعہ عثمانیہ (شعبہ دینیات) مولف تذکرہ
(بی۔ اے۔ عثمانیہ)	عبد الرحمن بن عوف فضل اللہ الصمدی توضیح الادب المفرد

Marfat.com

آئینۂ قرآن

- قرآن دنیا کی ساری قوموں کے لئے نصیحت نامہ ہے (یوسف 12/104)
- قرآن دنیا کے سارے تقویٰ شعار لوگوں کیلئے ہدایت و رہنما ہے (بقرہ 2/2)
- انسانوں کا آپس میں بھائی بھائی بنے رہنا اللہ کی نعمت ہے (آل عمران 3/103)
- نافرمانوں اور امن شکنوں کی اللہ مدد نہیں کرتا (محمد 47/11 و عنکبوت 29/53)
- اللہ امن پسندوں اور اطاعت گزاروں کا مددگار ہے (روم 30/47 و یونس 10/103)
- اللہ فاسقوں اور ظالموں سے حکومت چھین لیتا ہے (شعرا 26/58،59)
- اللہ متحد و منظم قوم کو زمین پر حکمراں بناتا ہے (نور 24/55 و انبیا 21/105)
- اللہ کا عذاب اور ثواب دونوں جہاں میں ملتا ہے (رعد 13/34)
- اے سمجھ بوجھ سے کام لینے والو عبرت حاصل کرو (حشر 59/2)
- ظلم و زیادتی سے بچو اور ضرورت مندوں کی امکان بھر مدد کیا کرو (دہر 76/8 تا 9)

(میر ولایت علی)

Marfat.com

مقدمہ

علم کا مقصد انسان کو عمل کے لئے تیار کرنا ہے اور عمل کا مقصد انسان کو خوش حالی کی منزل پر پہنچانا ہے۔ قوموں کی تاریخ اور قرآن کریم میں اقوام گزشتہ کی ساری حکایات انہی مقاصد کے تکمیل کی توجہ دہانی ہے۔ جس علم سے عمل پیدا نہ ہو اور جس عمل سے خوشحالی کی منزل حاصل یا کم از کم قریب نہ ہو۔ ایسے علم و عمل کو لہو و لعب کہا جاتا ہے۔ لہو و لعب سے خواہ کتنی ہی دلچسپی رکھی جائے اور کتنی ہی آرزوئیں باندھ کر کتنے ہی انہماک سے مشغول رہا جائے اوس سے سوائے تسکین نفس کے اور کچھ حاصل نہیں ہوتا۔ نزول قرآن سے قبل کے تمام پیغمبر مسلمان تھے۔ اور ان کی امتیں بھی اپنے اپنے دور کی زبان کے لحاظ سے مسلمان قومیں تھیں لیکن جب انہوں نے پیغمبروں کی تعلیم کا مقصد بھلا دیا اور آسان رسم و رواج کو اہمیت دیدی تو تعلیم کی جان نکل گئی۔ اور صرف ڈھانچہ رہ گیا۔ نتیجتہً پیغمبروں کے زمانہ کا ایک عملی گروہ جو اللہ کو مان کر اللہ کے نام پر جان و مال قربان کرنے کا ایمان رکھتا تھا اور سیسہ پلائی ہوئی دیوار کی طرح مختلف بال مصالحہ کا ایک مضبوط جسم تھا۔ اس میں رفتہ رفتہ بوسیدگی آتی گئی اور اپنی اپنی خوش فہمیوں کے عقائد کے ذریعہ ایک ڈھانچے کے بیسیوں ڈھانچے بن گئے۔ قوموں کی حیات کے لئے تفریق ملت وہ ظلم عظیم ہے جس کو قدرت کبھی معاف نہیں کرتی۔ ایسی قوم لازماً ہلاک کردی جاتی اور دوسری ابھرنے والی قوم کو اوس پر مسلط کر دیا جاتا ہے۔ متفرق قوم کے بے جان

Marfat.com

رسم ورواج اور خود پسند تمنائیں اور دعائیں راکھ کے ڈھیر کی مانند ہوتی ہیں جب کبھی ہوا کا کوئی تیز جھونکا آیا کہ سب کیا کرایا پراگندہ ہو جاتا ہے۔ سوائے چیخنے، کوسنے اور بد دعائیں دینے کے کچھ نہیں رہتا۔ یہ ایک عام قانون خداوندی ہے جس میں تبدیلی نہیں ہوتی۔

قرآن کریم سوتے ہوؤں کو تھپک تھپک کر مزید غافل کر دینے والی کتاب نہیں ہے بلکہ غافلوں کو جھنجوڑ جھنجوڑ کر اٹھانے اور میدان کے شہسوار بنا کر دنیا میں عزت وآبرو سے رہنے اور رزق کریم سے مالا مال بنانے والی کتاب ہے جیسا کہ نزول قرآن عروج حاملین قرآن کا روشن دور گواہ ہے۔

قرآن میں انبیا واُمم سابقہ کے جو قصے بیان ہوئے ہیں اون کے متعلق اللہ کا ارشاد ہے کہ "وہ سمجھدار لوگوں کی عبرت کے لئے ہیں" (یوسف $\frac{12}{111}$) نیز یہ بھی ارشاد ہے کہ "اور سب کچھ جو ہم رسولوں کے حالات سے تجھ پر بیان کرتے ہیں۔ اس سے ہم تیرے دل کو مضبوط کرتے ہیں اور اس میں تیرے پاس حق آگیا اور وہ ایمان والوں کے لئے وعظ ونصیحت ہے" (ہود $\frac{11}{12}$) اس سے صاف ظاہر ہے کہ قرآن کے بیان کردہ تمام قصے قیامت تک کے تمام انسانوں کے لئے عبرت کا سامان ہیں مگر افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ حاملان قرآن یعنی مسلمان بھی حاملین توراۃ یعنی یہود کی طرح اسرائیلی روایات کی بے جان کہانیوں میں مست ہیں اور قصص قرآنی کی ایسی غیر معقول توجیہات پیش کرتے ہیں کہ زمانہ حاضر کا تعلیم یافتہ دماغ اوس کو تسلیم کرنے سے انکار کرتا ہے۔ میں نے اس سے قبل حضرت ابراہیمؑ کے دو قصوں (مردے کس طرح زندہ ہوتے ہیں۔ اور آگ کس طرح ٹھنڈی ہوتی ہے؟)

Marfat.com

کی حقیقت واضح کی ہے۔ وہ وضاحتیں اپنا اثر پھیلا رہی ہیں۔ آج قصۂ خلافت آدم کی حقیقت پیش کر رہا ہوں۔

یہ مضمون اختصار کی ممکنہ کوشش کے باوجود کچھ طویل ہو گیا ہے۔ عام تصورات سے ہٹا ہوا ایک علمی مضمون کافی تفصیل کا طالب ہوتا ہے۔ مگر طباعت و اشاعت کی دشواریوں نے اختصار پر مجبور کیا۔ دعا ہے کہ ایماندار لوگوں کی سمجھ میں اضافہ ہو۔ جمود ٹوٹے اور حرارت ایمانی سے منصب خلافت تک رسائی حاصل کریں۔

میں نے ارادہ کیا تھا کہ خلافت آدم کا ایک ہی مضمون شائع کیا جائے۔ مگر مخلص احباب کی پسندیدگی و تعاون نے ہمت بڑھائی اور قرآنی تعلیمات کے مزید چند مضامین کی شمولیت و اشاعت پر آمادہ کیا۔ لہذا جملہ (۹) مضامین کا یہ مجموعہ بنام "قرآن اور انسان" بطور آئینہ عبرت پیش ہے۔

یہ کھلی حقیقت ہے کہ اللہ رب العلمین کے نزدیک باتوں اور فرقوں کی کوئی اہمیت نہیں۔ کام کی صرف وہ باتیں ہیں جس سے عمل کا جذبہ پیدا ہو اور پھر عمل کیا جائے۔ اور عمل بھی وہی کارآمد ہے جو افراد کو امن پسند اور ترقی پذیر مقاصد کے لئے منظم کرے۔ مذہبی اعمال تنظیم کا ڈھانچہ ہیں اور تنظیم ان اعمال کی جان۔ تنظیمی اعمال ہی اعمال صالح اور نتیجہ خیز ہوتے ہیں۔ جن اعمال سے مقاصد امن و ترقی کی جان نکل جائے وہ اعمال بے جان جسم کے مانند ناکارہ اور صرف طفل تسلیاں رہ جاتے ہیں۔ اور کبھی پھل نہیں دیتے۔ اللہ کا شکر گزار ہوں کہ اوس نے فرقہ وارانہ ذہنیت سے الگ ہو کر انسانیت کے نقطہ نظر سے قرآن حکیم

Marfat.com

اور دیگر کتب مقدسہ کا مقصد سمجھنے کی توفیق عطا فرمائی۔ اور کام پر اکسانے والی باتوں کی اشاعت کے لئے چند ایسے مخلص احباب بھی فراہم کئے جو اپنے خلوص کا اظہار تک پسند نہیں کرتے۔

ذریعہ ہذا جو باتیں بیان کی جا رہی ہیں وہ قطعًا دماغی تفریح کے لئے نہیں ہیں بلکہ اس لئے ہیں کہ جن جاندار خیالات پر مفادات کے پردے ڈال کر قوائے عمل کو مفلوج کر دیا گیا ہے۔ اون کے انکشاف سے پھر تازگی پیدا ہو جائے۔ اور دین کے دعویدار حضرات دین پر عملاً فائز ہو کر خدا کی کائنات کو خدا کی مرضی کے مطابق چلانے کا تقرب خداوندی حاصل کریں۔

میری دلی تمنا ہے کہ صالح معاشرہ قائم کرنے کے لئے ہر مکتب خیال کے نوجوان دل رکھنے والے ترقی پسند افراد فروعات سے صرف نظر کر کے مشترکہ جدوجہد پر آمادہ ہوں تاکہ قوم زندۂ جاوید ہو جائے اور قومی زندگی کو دوام نصیب ہو۔ آمین۔ فقط

خاکسار

میر ولایت علی

5-9-67

ادارۂ علمیہ

3-21 جدید ملک پیٹ حیدر آباد (36)

(اے۔ پی۔ انڈیا)

Marfat.com

خلافت آدم

۱۔ قرآن مجید میں قصۂ آدم عروج انسان کی داستان ہے جو تاقیامت انسانوں کے لئے مفید و کارآمد ہے۔ اس سے ہر زمانہ کا انسان عروج حاصل کرنے اور تنزل سے بچنے کا سبق حاصل کرسکتا ہے۔ مگر آج وہ جامد تقلیدی ذہنیت کے باعث تنزل آدم کی ایک فرسودہ ونا کارہ کہانی بنا ہوا ہے۔ جس میں ہماری زندگیوں کے لئے کوئی سبق نہیں ملتا۔

۲۔ تراجم و تفاسیر قرآن میں یوں منقول ہے کہ آدم پہلے انسان ہیں جن کی تخلیق مٹی سے اس طرح ہوئی کہ مٹی کا پتلا بنایا گیا اور اوس میں روح پھونکنے سے وہ چلتا پھرتا انسان بن گیا۔ اور یہ عمل "کن فیکون" سے ہوا یعنے ادھر حکم دیا اور ادھر پتلا فوراً حرکت میں آ گیا۔ اوس کو اللہ نے اپنا نائب بنایا اور فرشتوں کو حکم دیا کہ آدم کو سجدہ کرو۔ سبھوں نے سجدہ کیا مگر ابلیس نے سرکشی کی اور غرور کیا پھر اللہ نے آدم کی پسلی سے اوس کا جوڑا بنایا اور ان دونوں کو جنت میں رکھکر کہا گیا کہ جہاں سے جی چاہے کھاؤ مگر ایک درخت کے پاس نہ جانا۔ جنت میں شیطان نے آدم اور اون کی زوجہ کو بہکایا۔ ان دونوں نے حکم الہٰی کے خلاف اوس درخت کو چکھا جس سے ان دونوں کی شرم گاہیں نمایاں ہوگئیں اور وہ اپنے اوپر جنت کے پتے ڈھانکنے لگے۔۔ ان دونوں کی اس غلطی کو دیکھکر اللہ نے سب کو جنت سے نیچے دنیا میں اُتار دیا۔ اور دونوں سے اس تنزل کے بعد زمین میں انسانی نسل پھیلی

Marfat.com

پھر اللہ نے سارے انسانوں کو حکم دیا کہ تمہارے پاس جب کبھی میری ہدایت آئے تو اوس کو قبول کرو تو جنت ملیگی اور اگر شیطان کی بات قبول کروگے تو جیسے تمہارے دادا آدم کو جنت سے نکلوا دیا تھا تمہیں بھی تکالیف میں مبتلا کر دے گا۔ اور تم جہنم میں ڈالے جاؤ گے۔"

یہ قصہ یہود و نصاریٰ کی توضیحات پر مبنی ہے۔ آیات قرآنی کی روشنی میں ٹھنڈے دل سے غور کرنے کے قابل ہے کہ اس سے دراصل انسانی تنزل ثابت ہوتا ہے۔ یا اس سے انسان کے ارتقائی منازل طے کرنے کا سبق ملتا ہے۔

ب۔ قرآن مجید میں قصۂ آدم و ملائکہ و ابلیس (۷) مقامات میں مذکور ہے[۱] ان میں بات تو تقریباً ایک ہی کہی گئی ہے مگر کہیں کہیں الفاظ الگ الگ استعمال ہوئے ہیں ان سب کو ایک ساتھ دیکھکر سمجھنے اور نتیجہ پر پہنچنے کے لئے تمام مقامات کے مختلف اجزاء عکسی قرآن الحکیم مترجمہ اشرف علی صاحب تھانوی سے نوعیت وار یکجا نقل کئے جاتے ہیں تاکہ اللہ کے احکام۔ آدم کا مقام۔ فرشتوں کا بیان۔ اور ابلیس کی حجت واضح ہوکر تمام انسانوں کے لئے عبرت کا موجب بنے۔

ت۔ اللہ کا قول | إِذْ قَالَ رَبُّكَ لِلْمَلٰئِكَةِ إِنِّي جَاعِلٌ

---

[۱] بقرہ ۲/۳۰ تا ۳۹ ، اعراف ۷/۱۰ تا ۲۸ ، حجر ۱۵/۲۸ تا ۴۸ ، بنی اسرائیل ۱۷/۶۱ تا ۶۵ ، کہف ۱۸/۵۰ ، طٰہٰ ۲۰/۱۱۵ تا ۱۲۸ ، ص ۳۸/۷۱ تا ۸۱ ،

فِی الْاَرْضِ خَلِیْفَۃً"۔

اللہ نے فرشتوں سے کہا کہ میں زمین میں ایک نائب بنانے والا ہوں (البقرہ ۲/۳۰)

اس میں خلیفہ کا ترجمہ نائب کیا گیا ہے؟

۵۔ فرشتوں کا اعتراض فرشتوں نے کہا کیا آپ زمین میں ایسے شخص کو اپنا نائب بنانا چاہتے ہیں جو اس میں فساد ڈالے اور خونریزی کرے۔ ہم آپ کی تسبیح کرتے ہیں تعریف کے ساتھ۔ اور آپ کے لئے پاکی بیان کرتے ہیں (۲/۳۰)

۶۔ فرشتوں کا امتحان اللہ نے فرشتوں سے کہا کہ میں وہ جانتا ہوں جو تم نہیں جانتے ۲/۳۰ اور آدم کو اللہ نے تمام چیزوں کے اسماء کا علم سکھا دیا۔

پھر وہ چیزیں فرشتوں کے روبرو کر دیں اور فرمایا کہ بتلاؤ مجھکو ان چیزوں کے اسماء (مع ان کے آثار و خواص کے) اگر تم سچے ہو ۲/۳۱ فرشتوں نے کہا آپ تو پاک ہیں۔ ہمکو کوئی علم نہیں مگر وہی جو کچھ آپ نے ہم کو سکھایا۔ بیشک آپ بڑے علم و حکمت والے ہیں ۲/۳۲ اللہ نے فرمایا کہ اے آدمؑ! ان فرشتوں کو ان چیزوں کے اسماء بتلا دو۔ سو جب آدم نے ان کو بتلائے تو اللہ نے فرشتوں سے کہا کہ میں تم سے کہتا نہ تھا کہ بیشک میں جانتا ہوں آسمانوں اور زمین کی تمام پوشیدہ چیزیں اور جانتا ہوں جس بات کو تم ظاہر کر دیتے ہو یا دل میں چھپا رکھتے ہو ۲/۳۳۔

۷۔ فرشتوں کو حکم سجدہ و انکار ابلیس (۱) جس وقت ہم نے حکم دیا فرشتوں کو کہ آدم کے سامنے سجدہ میں گر جاؤ

سو سب سجدہ میں گر پڑے سوائے ابلیس کے۔ اوس نے سرکشی کی اور تکبر کیا (بقرہ ۴/۳۴)

(۲) ہم نے تم کو پیدا کیا۔ (خَلَقْنٰکُمْ) پھر ہم نے ہی تمہاری صورت بنائی پھر ہم نے فرشتوں سے کہا کہ آدم کو سجدہ کرو۔ سو سب نے سجدہ کیا بجز ابلیس کے۔ وہ سجدہ کرنے والوں میں شامل نہ ہوا۔ (اعراف ۲/۱۱)

(۳) ہم نے انسان کو بجتی ہوئی مٹی سے جو کہ سڑے ہوئے گارے کی بنی ہوئی تھی پیدا کیا اور جن کو اس کے قبل آگ سے کہ وہ ایک گرم ہوا تھی۔ پیدا کر چکے تھے ۱۵/۲۷۔ اور جب آپ نے ملائکہ سے کہا کہ میں ایک بشر کو مٹی سے جو سڑے گارے سے بنی ہوگی پیدا کرنے والا ہوں ۱۵/۲۸ سو جب اوس کو پورا بنا چکوں اور اوس میں اپنی طرف سے جان ڈال دوں تو تم سب اوس کے روبرو سجدہ میں گر جانا ۱۵/۲۹ سو سارے کے سارے فرشتوں نے سجدہ کیا ۱۵/۳۰ سوائے ابلیس کے۔ اوس نے اس بات کو پسند نہیں کیا کہ سجدہ کرنے والوں میں ہو ۱۵/۳۱۔ اس میں روح کا ترجمہ جان کیا گیا ہے۔ حالانکہ جان ترجمہ ہے نفس کا نفس اور روح کے مفہوم میں کافی فرق ہے۔ نفس ادنیٰ ہے اور روح اعلیٰ

(۴) جب ہم نے فرشتوں سے کہا کہ آدم کو سجدہ کرو تو سبھوں نے سجدہ کیا سوائے ابلیس کے (۱۷/۶۱)

(۵) جب ہم نے فرشتوں سے کہا کہ آدم کو سجدہ کرو تو انھوں نے رب کے حکم سے فسق کیا (۱۸/۵۰)

(۶) " " " " " سرکشی کی (۲۰/۱۱۶)

(۷) جب کہا آپ کے رب نے فرشتوں سے کہ مٹی سے ایک بشر پیدا کرنے والا ہوں ۳۸/۷۱

Marfat.com

موجب میں اوس کو پورا بنا چکوں اور اپنی طرف سے اوس میں جان ڈالدوں تو تم اوس کے سامنے سجدہ میں گر پڑنا $\frac{۳۸}{۴۲}$ سو سارے فرشتوں نے سجدہ کیا $\frac{۳۸}{۴۳}$ سوائے ابلیس کے اوس نے تکبر کیا $\frac{۳۸}{۷۴}$ - اس میں بھی روح کا ترجمہ جان کیا گیا ہے جو صحیح نہیں ہے۔

۸ ابلیس کون تھا ابلیس جنوں میں سے تھا $\frac{۱۸}{۵۰}$ کافروں میں سے تھا $\frac{۲}{۳۴}$ و $\frac{۳۸}{۷۴}$ = شور مطلب

۹ ابلیس سے استفسار (۱) اللہ نے کہا اے ابلیس میں نے تجھکو سجدہ کرنے کا حکم دیا تھا پھر کس چیز نے تجھکو سجدہ کرنے سے منع کیا $\frac{۷}{۱۲}$ =

ابلیس کو سجدے کا حکم دیا جانا کہیں مذکور نہیں ہے۔

(۲) اللہ نے کہا اے ابلیس تجھے کیا ہوا کہ تو سجدہ کرنے والوں میں شامل نہوا $\frac{۱۵}{۳۳}$ -

(۳) اللہ نے کہا اے ابلیس جس شخص کو میں نے اپنے ہاتھوں سے بنایا اوسکے آگے سجدہ کرنے سے تجھے کس چیز نے منع کیا۔ کیا تو غرور میں آ گیا۔ یا اونچے درجہ میں تھا $\frac{۳۸}{۷۵}$ - روایات میں ہے کہ مٹی کا پتلا جبرئیل نے بنایا۔ یہاں صاف ہے کہ اللہ نے اپنے ہاتھوں سے بنایا؟

۱۰ ابلیس کا جواب (۱) ابلیس نے کہا۔ اے اللہ! میں آدم سے بہتر ہوں تونے مجھے آگ سے پیدا کیا۔ اور آدم کو خاک سے $\frac{۷}{۱۲}$، $\frac{۳۸}{۷۶}$

نسلی پیدائش معیار برتری نہیں ہے ۔

(۲) ابلیس نے کہا میں ایسا نہیں ہوں کہ جس کو تونے کھنکھناتے سڑے ہوئے گارے سے بنایا ہے اوس کو سجدہ کروں $\frac{۱۵}{۳۴}$ - نسلی اور خاندانی غرور؟

Marfat.com

(۴) ابلیس نے کہا بھلا میں ایسے شخص کو سجدہ کروں جس کو تو نے مٹی سے پیدا کیا ہے اور کہنے لگا کہ کیا یہی وہ ہے جسے تو نے مجھ پر فضیلت دی ہے ۱۷/۶۱، ۶۲

ف ۱۱ ابلیس پر اللہ کا عتاب (۱) اللہ نے کہا اے ابلیس اس سے نیچے اتر جا تجھ کو کوئی حق نہیں، کہ اس میں تکبر کرے پس خارج ہو جا بے شک تو ذلیلوں میں شمار ہونے لگا (اِنَّکَ مِنَ الصّٰغِرِیْنَ ۱۳/۸)

(۲) اللہ نے کہا اے ابلیس تو اس سے خارج ہو جا۔ بیشک تو مردود ہو گیا ۱۵/۳۴ اور بیشک تجھ پر لعنت رہے گی یوم جزا تک ۱۵/۳۵ - ۳۸/۷۷، ۷۸ -

ف ۱۲ ابلیس کی مہلت طلبی اور منظوری (۱) ابلیس نے کہا مجھکو یوم بعث تک مہلت دی جائے۔ ارشاد ہوا کہ تجھکو مہلت دی گئی ۱۵ وہ کہنے لگا بسبب اس کے کہ آپ نے مجھکو گمراہ کیا ہے۔ (اَغْوَیْتَنِیْ) میں قسم کھاتا ہوں کہ میں اون کے لئے اون کی سیدھی راہ پر بیٹھوں گا ۱۶ پھر اون پر اون کے آگے سے پیچھے سے۔ دائیں اور بائیں جانب سے حملہ کروں گا اور آپ اون میں اکثروں کو احسان ماننے والا نہ پائیگا ۱۷ ارشاد ہوا یہاں سے ذلیل خوار ہو کر نکل جا۔ جو شخص ان میں سے تیرا کہنا مانے ضرور تم سب سے جہنم کو بھر دوں گا ۱۸ ابلیس کو بلا معذرت مہلت دی گئی اور وہ ظالم اپنی غلطی کو خدا کے سر تھوپتا ہے جیسا کہ ہر ہٹ دھرم خاطی تقدیر کا حوالہ دیا کرتا ہے۔

(۲) ابلیس نے کہا مجھکو یوم بعث تک مہلت دیجئے ۱۵/۳۶ ارشاد ہوا کہ تو مہلت یافتوں میں سے ہے ۱۵/۳۷ وقت معلوم کے دن تک ۱۵/۳۸ ابلیس نے کہا اے میرے رب بسبب اس کے کہ تو نے مجھے گمراہ کیا میں ضرور ان کو ان کے لئے زمین میں زینت دونگا

Marfat.com

معاصی کو مرغوب کر کے دکھاؤں گا) اور سب کو گمراہ کروں گا ۱۵/۳۹ سوائے تیرے مخلص بندوں کے ۱۵/۴۰ ارشاد ہوا کہ یہ ایک سیدھا راستہ ہے جو مجھ تک پہنچتا ہے ۱۵/۴۱ واقعی میرے ان بندوں پر تیرا ذرا بھی بس نہیں چلے گا۔ ہاں مگر جو گمراہ لوگوں میں سے تیری راہ پر چلنے لگے ۱۵/۴۲ اور بے شک ان سب سے جہنم کا وعدہ ہے ۱۵/۴۳ جس کے سات دروازے ہیں۔ ہر دروازے کے لئے اون کے الگ الگ حصے ہیں ۱۵/۴۴
اس میں بھی وہی ہٹ دھرمی ہے۔ سات دروازوں کی توجیہ کے لئے ملاحظہ ہو مضمون (جنت وجہنم کی سیر)

(۳) اگر آپ مجھکو قیامت کے دن تک مہلت دیں تو میں تھوڑے سے شخصوں کے سوا اس کی تمام اولاد کو اپنے بس میں کر لوں گا ۱۷/۶۲ ارشاد ہوا جا، جو شخص اون میں سے تیرے ساتھ ہو لیگا سو تم سب کی سزا جہنم ہے پوری سزا ۱۷/۶۳ اور اون میں جس جس پر تیرا قابو چلے اپنی چیخ پکار سے اون کے قدم اکھاڑ دینا اور اون پر اپنے پیادے چڑھالانا اور اون کے مال و اولاد سے اپنا ساجھا کر لینا.
اور اون سے وعدے کرنا۔ اور شیطان ان لوگوں سے بالکل جھوٹے وعدہ کرتا ہے ۱۷/۶۴ میرے خاص بندوں پر تیرا ذرا قابو نہ چلیگا ۱۷/۶۵۔ اس میں مال و اولاد میں ساجھا کرنا غور طلب ہے

(۴) ابلیس نے کہا مجھ کو یوم بعث تک مہلت دیجیے ۳۸/۷۹ ارشاد ہوا کہ تو مہلت یافتوں میں سے ہے ۳۸/۸۰ وقت معلوم کے دن تک ۳۸/۸۱ ابلیس نے کہا آپ کی عزت کی قسم میں ان سب کو گمراہ کروں گا ۳۸/۸۲ بجز آپ کے اون بندوں کے جو ان میں مخلص ہیں ۳۸/۸۳ ارشاد ہوا کہ میں سچ کہتا ہوں اور سچ ہی کہا کرتا ہوں ۳۸/۸۴ کہ میں تجھ سے اور جو

Marfat.com

ان میں تیرا ساتھ دے ان سب سے جہنم کو بھر دونگا ۳۸/۸۵ - اس میں خدا کو ماننے اور خدا کی قسم کھانے کے باوجود گمراہی کی سزا جہنم ؟

۱۳- آدم کو جنت میں رہنے کا حکم

(۱) اللہ نے آدم سے کہا کہ اے آدم تم اور تمہاری زوجہ جنت میں رہا کرو۔ اس میں سے جس جگہ سے چاہو با فراغت کھاؤ مگر اس درخت کے پاس نہ جانا ورنہ تم بھی ظالموں میں ہو جاؤ گے (بقرہ ۲/۳۵ و اعراف ۷/۱۹) اس میں درخت کی وضاحت نہیں مگر اشارہ قریب موجود ہے۔

(۲) اللہ نے کہا کہ اے آدم یہ ابلیس بلاشبہ تمہارا اور تمہاری زوجہ کا دشمن ہے سو کہیں تم دونوں کو جنت سے نہ نکلوا دے پھر تم مشقت و مصیبت میں پڑ جاؤ ۲۰/۱۱۷ یہاں تو تمہارے لئے یہ ہے کہ تم نہ بھوکے رہو گے نہ ننگے ہو گے ۲۰/۱۱۹ معاشی خوشحالی جنت اور معاشی تنگ حالی جہنم ؟

۱۴- آدم کو جنت میں شیطان کا بہکانا

(۱) پھر شیطان نے اون دونوں کو (یعنی آدم اور اون کی زوجہ کو) بہکایا اور خارج کر دیا اون دونوں کو اوس سے جس میں وہ تھے۔ اللہ نے کہا تم سب اتر جاؤ (اھبطوا) تم میں سے بعض بعض کے دشمن رہیں گے۔ اور تمہیں زمین پر ایک مدت تک ٹھیرنا اور کام چلانا ہے (بقرہ ۲/۳۶)

(۲) پھر شیطان نے اون دونوں (آدم و زوجہ آدم) کے دلوں میں وسوسہ ڈالا تاکہ اون کا پردے کا بدن ظاہر کر دے جو ایک دوسرے سے پوشیدہ تھا اور یہ کہا کہ اللہ نے تمہیں اس درخت سے اس لئے منع کیا کہ کہیں تم دونوں فرشتے

Marfat.com

نہ بن جاؤ یا ہمیشہ رہنے والے نہ ہو جاؤ ہے اور ان دونوں کے آگے قسم کھائی کہ بے شک میں آپ دونوں کا خیر خواہ ہوں ہے پھر کھینچ لیا فریب سے اون دونوں کو۔ جب ان دونوں نے درخت سے چکھا تو اون دونوں کے پردے کے بدن اون پر ظاہر ہو گئے اور دونوں اپنے اوپر جنت کے پتے ڈھانکنے لگے۔ پھر اللہ نے اونہیں پکارا کہ کیا میں تم دونوں کو اس درخت سے منع نہ کر چکا تھا اور یہ نہ کہہ چکا تھا کہ شیطان تمہارا دشمن ہے ہے۔

(۳) پھر شیطان نے اون دونوں کو بہکایا۔ کہا اے آدم کیا میں تم کو ہمیشگی کا درخت بتلاؤں اور ایسی بادشاہی کہ جس میں کبھی ضعف نہ آئے ہے پھر دونوں نے اوس کے بہکانے سے اوس درخت سے چکھا۔ اون دونوں کے بدن ایک دوسرے کے سامنے کھل گئے اور دونوں اپنے اوپر جنت کے پتے ڈھانکنے لگے۔ اور آدم سے اپنے رب کا قصور ہو گیا پس وہ غلطی میں پڑ گئے ہے۔

۱۵۔ آدم کی معذرت

(۱) آدم نے اپنے رب سے چند الفاظ حاصل کر لئے تو اللہ تعالیٰ نے اون پر اپنی رحمت کے ساتھ توجہ فرمائی (فَتَابَ عَلَيْهِ - توبہ قبول کر لی) بے شک اللہ ہی بڑے توبہ قبول کرنے والے ہیں۔ اور مہربان ہیں ہے۔

(۲) آدم اور اون کی زوجہ دونوں کہنے لگے کہ اے ہمارے رب ہم نے اپنی جانوں پر ظلم کیا۔ اگر آپ ہماری مغفرت نہ کرینگے اور ہم پر رحم نہ کرینگے تو ہم گھاٹے والوں میں ہو جائیں گے ہے۔

(۳) (جب انہوں نے معذرت کی تو) اون کو اون کے رب نے مقبول بنا لیا پھر

Marfat.com

اون پر توجہ فرمائی اور راہ راست پہ قائم رکھا ۲/۱۲۲ ۔

۱۵ آدم کی توبہ کے بعد حکم ہبوط

(۱) اللہ نے فرمایا تم سب کے سب یہاں سے اتر جاؤ پھر اگر آوے تمہارے پاس میری طرف سے کسی قسم کی ہدایت سو جو شخص میری ہدایت کی پیروی کریگا تو اوس پر کوئی اندیشہ نہوگا اور نہ ایسے لوگ غمگین ہونگے ۲/۳۸ ۔ اور جو لوگ کفر کرینگے اور ہمارے احکام کی تکذیب کرینگے یہ لوگ جہنمی ہونگے اور اوس میں ہمیشہ رہینگے ۲/۳۹ ۔

(۲) اللہ نے فرمایا کہ ایسی حالت میں اتر جاؤ کہ تم باہم بعض بعضوں کے دشمن ہونگے اور تمہارے واسطے زمین میں رہنے کی جگہ ہے اور ایک وقت تک نفع حاصل کرنا ہے ۷/۲۴ اور فرمایا کہ تم کو وہیں زندگی بسر کرنا ہے اور وہیں مرنا ہے اور وہیں سے پیدا ہونا ہے ۷/۲۵

(۳) اللہ نے فرمایا کہ تم سب یہاں سے اتر جاؤ ۔ تمہارے بعض بعضوں کے دشمن ہونگے پھر اگر میری طرف سے کوئی ہدایت پہنچے تو جو شخص میری ہدایت کی اتباع کرے گا تو وہ نہ گمراہ ہوگا اور نہ شقی ہوگا ۲۰/۱۲۳ اور جو میری نصیحت سے اعراض کریگا تو اوس کے لئے معاشی تنگی کا جینا ہوگا اور قیامت کے روز ہم اوس کو اندھا اٹھائیں گے ۲۰/۱۲۴ وہ کہیگا اے میرے رب آپ نے مجھکو اندھا کرکے کیوں اٹھایا میں تو آنکھوں والا تھا ۲۰/۱۲۵ ارشاد ہوگا کہ ایسا ہی (تجھسے عمل ہوا تھا) تیرے پاس ہمارے احکام پہنچے تھے تونے اون کا کچھ خیال نہ کیا ایسا ہی آج تیرا خیال نہ کیا جائے گا ۲۰/۱۲۶ ہم اوس شخص کو جو حد سے گذر جائے اور اپنے رب کی آیتوں پر ایمان نہ لائے ۔ اسی طرح سزا دینگے ۔ واقعی آخرت کا عذاب سخت اور بڑا دیرپا ہے ۲۰/۱۲۷ کیا ان لوگوں کو اس سے بھی

Marfat.com

ہدایت نہیں ہوی کہ ہم اون سے پہلے بہت سے گروہوں کو ہلاک کر چکے ہیں۔ اون کے رہنے کے مقامات میں یہ بھی چلتے پھرتے ہیں بیشک اس میں اہل فہم کیلئے نشانیاں موجود ہیں [۱۲۸]

وکل ربط کلام ۱

(۱) قصہ آدم مندرجہ سورہ بقرہ[۴] کے ختم پر خطاب بنی اسرائیل سے ہے :۔ "اے بنی اسرائیل میری اوس نعمت کو یاد کرو جو میں نے تم پر کی ہے۔ اور پورا کرو میرے عہد کو، پورا کرونگا میں تمہارے عہد کو۔ اور صرف مجھی سے ڈرو [۲/۴۰]"

(۲) سورۂ اعراف کے مندرجہ قصہ کے ختم پر خطاب بنی آدم سے ہے :۔

"اے بنی آدم ہم نے تمہارے لئے لباس پیدا کیا جو کہ تمہارے پردہ دار بدن کو چھپاتا ہے اور موجب زینت بھی ہے۔ اور تقوی کا لباس یہ اس سے بہتر ہے یہ اللہ کی نشانیوں میں سے ہے تاکہ یہ لوگ نصیحت حاصل کریں [۲۶] اے اولاد آدم شیطان تم کو کسی خرابی میں نہ ڈالدے۔ جیسا اوس نے تمہارے بزرگوں کو (اَبَوَیۡکُمۡ) جنت سے باہر کرادیا کہ اون کا لباس بھی اون سے اترواد یا تاکہ اون کو اون کے پردے کا بدن دکھائی دینے لگے۔ وہ اور اوس کا لشکر تم کو ایسے طور پر دیکھتا ہے کہ تم اون کو نہیں دیکھتے ہو۔ ہم شیطانوں کو اونہی لوگوں کا دوست ہونے دیتے ہیں جو ایمان نہیں لاتے ہیں اور وہ لوگ جب کوئی فحش کام ...... کرتے ہیں تو کہتے ہیں کہ ہم نے اپنے باپ دادا کو اسی طریق پر پایا ہے۔ اور اللہ نے ہم کو یہی بتلایا ہے آپ کہہ دیجئے کہ اللہ تعالی فحش کام کی تعلیم نہیں دیتا۔ کیا خدا کے ذمے ایسی بات لگاتے ہو جس کی تم سند نہیں رکھتے [۲۸]"

Marfat.com

(۴) سورہ ص ۳۸ کے مندرجہ قصہ آدمؑ کے ختم پر خطاب رسول صلعم سے ہے:-
"آپ کہہ دیجئے کہ میں اس پر تم سے کوئی اجرت نہیں مانگتا اور نہ میں بناوٹ کرنیوالوں میں ہوں ۳۸/۸۶ بس یہ ایک نصیحت ہے جہان والوں کے لئے ۳۸/۸۷ اور تھوڑے دنوں کے بعد تم کو اس کی حقیقت معلوم ہو جائیگی ۳۸/۸۸" اس رابطہ کلام پر غور کرنے سے وجوہ نزول قصہ آدم پر سبق آموز روشنی پڑتی ہے۔

ف ۱۸ سوالات حل طلب قصہ آدم کے تمام مقامات نوعیت وار یکجا کر دیئے گئے ہیں۔ اس کے ملاحظہ سے متعدد سوالات حل طلب پائے جاتے ہیں۔

(۱) فقرہ (۴) کی مندرجہ آیت ۲/۳۰ سے ظاہر ہے کہ اللہ نے آدمؑ کو خلیفہ بنانے کا ارادہ ظاہر فرمایا تھا نہ کہ انسان بنانے کا۔ نئی مخلوق انسان بنانے اور انسانوں پر خلیفہ بنانے میں کافی فرق ہے۔ نئی پیدائش کے لئے خلق کا لفظ آتا ہے جو یہاں نہیں ہے۔

(۲) فقرہ (۵) کی مندرجہ آیت ۲/۳۰ سے ظاہر ہے کہ فرشتوں کا اعتراض یہ تھا کہ آدم فساد و خونریزی کرینگے جب کہ ابھی آدم بنے نہیں تھے بنائے جا رہے تھے۔ اس وقت فرشتوں کو کس تجربہ سے معلوم ہوا کہ آدمؑ آئندہ چلکر لوگوں میں فساد و خونریزی کرینگے درآنحالیکہ فرشتوں کا علم صرف اتنا ہی تھا جس حد تک انہیں معلوم کرایا گیا تھا نیز جب آدم شخص واحد تھے اور ایک ہی شخص کو خلیفہ بنایا جا رہا تھا تو فرشتوں نے بصیغہ جمع یہ کیوں کہا کہ ہم سب تیری تسبیح و تقدیس کرنیوالے ہیں؟ کیا سب فرشتوں کو خلیفہ بنانے کا مطالبہ تھا؟

(۳) فقرہ (۶) کی مندرجہ آیات ۲/۳۱ تا ۳۳ سے ظاہر ہے کہ اللہ نے اشیاء

Marfat.com

کے آثار و خواص کا علم آدم کو سکھایا اور یہ علم فرشتوں کو نہیں سکھایا گیا تھا ایک کو علم سکھا کر دوسرے غیر تعلیم یافتوں سے امتحانی مقابلہ کیسے صحیح ہو سکتا ہے؟ کیا کوئی ممتحن بڑی کلاس کا امتحان چھوٹی کلاس والوں سے لیا کرتا ہے؟ یا کسی ایک کو پرچہ بتلا کر دوسروں کو عمداً فیل کیا کرتا ہے؟ اگر کوئی ممتحن ایسا کرے تو ایسے ممتحن کو عادل و منصف بھی کہا جا سکیگا یا نہیں؟

(۴) فقرہ (۷) سے ظاہر ہے کہ اللہ نے فرشتوں کو حکم دیا تھا کہ آدم کو سجدہ کریں۔ سبھوں نے اوس کی تعمیل کی۔ سوائے ابلیس کے۔ کیا ابلیس بھی کسی فرشتہ کا نام تھا جو حکم سجدہ میں شامل تھا اور حکم کی تعمیل نہ کرنے سے کافر ہو گیا؟

سورۂ بقرہ و سورۂ طٰہٰ سے معلوم ہوتا ہے کہ ابلیس نے سرکشی کی اور تکبر کیا۔ سورۂ اعراف و سورۂ حجر سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ سجدہ کرنے والوں میں شامل ہونا پسند نہیں کیا اور شامل نہیں ہوا۔ اور سورۂ کہف کی عبارت سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ ابلیس نے اپنے رب کے حکم سے فسق کیا مگر اس کو سجدہ کرنے کا حکم ہی کب دیا گیا تھا کہیں پتہ نہیں چلتا۔ کیونکہ یہ فرشتہ تو تھا نہیں۔

(۵) فقرۂ (۸) سے ظاہر ہے کہ ابلیس کافروں اور جنوں میں سے تھا اس سے واضح ہوتا ہے کہ اوس وقت کافروں اور جنوں کی قومیں موجود تھیں جن میں ایک کافر ابلیس تھا۔ مگر اس کا کہیں پتہ نہیں کہ کافروں اور جنوں کو بھی سجدہ کا حکم دیا گیا تھا۔ پھر یہ بھی نہیں معلوم ہوتا کہ سارے کافروں اور جنوں نے کیا عمل کیا۔ صرف ایک ابلیس کو سجدہ نہ کرنے کا مجرم کیوں قرار دیا گیا؟ سارے کافر اور سارے جن مجرم قرار دیئے جانے چاہئیں بشرطیکہ انہیں بھی حکم

Marfat.com

دیا گیا ہو۔ اور وہ سارے نافرمانی کئے ہوں)؟

(۶) فقرہ (۹) سے ظاہر ہوتا ہے کہ اللہ نے آدم کو اپنے دونوں ہاتھوں سے بنایا اور ابلیس کو بھی سجدہ کرنے کا حکم دیا تھا۔ یہ اظہار ابلیس سے استفسار کے دوران میں کیا گیا ہے مگر حکم دیئے جانے والے مقامات میں کہیں پتہ نہیں کہ ابلیس کو بھی سجدہ کرنے کا حکم دیا گیا ہو؟ اس میں یہ استفسار نہایت غور طلب ہے کہ "اے ابلیس کیا تو اونچے درجے والوں میں تھا"؟ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اوس وقت اونچے درجے اور نیچے درجے والے موجود تھے۔

(۷) فقرہ (۱۰) سے معلوم ہوتا ہے کہ واقعی ابلیس اپنے کو آگ کی مخلوق بتا کر بڑے درجے والوں میں شمار کرتا تھا اور آدم کو خاک کی مخلوق بتا کر چھوٹے درجے میں ظاہر کرتا تھا اور یہ بھی طنز کرتا تھا کہ مٹی کی مخلوق کو آگ کی مخلوق پر کیسے فضیلت حاصل ہو سکتی ہے؟

(۸) فقرہ (۱۱) سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ نے ابلیس کے تاویلی جواب کو پسند نہیں کیا اور مخاطب فرمایا کہ تو نافرمانی کرکے مردود ہو گیا۔ تجھ پر روز جزا تک لعنت۔ یہاں سے خارج ہو جا۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ظرف جن موجود تھے جن میں اوس کا شمار کیا گیا مگر یہ واضح نہیں ہے کہ کس مقام سے خارج کرکے کہاں بھیجا گیا؟

(۹) فقرہ (۱۲) سے معلوم ہوتا ہے کہ ابلیس نے یوم بعث یعنی یوم قیامت تک مہلت طلب کی (دوسرے انسانوں کو گمراہ کرنے کی اجازت اس انداز سے چاہی کہ اسے خدا تو نے مجھکو گمراہ کیا ہے تو میں بھی تیرے

Marfat.com

بندوں کی سیدھی راہ پر بیٹھکر اور اون پر آگے پیچھے سے حملہ کرکے اون کی بھاری اکثریت کو گمراہ کردونگا۔ اللہ نے اس مہلت طلبی کو وقت معلوم تک اس انتظار کے ساتھ منظور فرمایا کہ یا جس طرح بہکا سکتا ہے بہکالے۔ مگر میرے خاص بندوں پہ تیرا کوئی بس نہیں چلیگا۔ یہ یاد رکھ کہ میں تجھے اور تیرے تمام ساتھیوں کو جہنم میں بھردونگا جس کے سات دروازے ہیں اور ہر دروازے کے لئے اون کے الگ الگ حصے ہیں۔ ان دروازوں کی کوئی تفصیل درج نہیں ہے۔

(۱۰) فقرہ (۱۳) سے ظاہر ہے کہ اللہ نے آدم کو معہ زوجہ کے جنت میں رہ کر جو چاہیں با فراغت کھانے پینے کی اجازت دی اور سمجھا دیا کہ اسمیں تم نہ بھوکے اور پیاسے رہوگے مگر یاد رکھو کہ ابلیس تمہارا اور تمہاری زوجہ کا دشمن ہے۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ تم ابلیس کے داؤ میں آکر اوس درخت کے قریب پہنچکر اوس سے چکھو جس سے تم بھوک، پیاس اور بیاس کی مصیبت میں پڑ جاؤ اور جنت میں خوشحالی سے رہنے کا حق زائل کرلو اگر تم اوس کے داؤ میں آگئے تو ظالموں میں ہوجاؤگے اور جنت سے نکال دئیے جاؤگے ــــ جنت میں کونسا درخت تھا جس کے استعمال سے آدم کو روکا گیا اسکی کوئی صراحت نہیں۔ البتہ اشارہ قریب کا کیا گیا ہے جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ کسی درخت کو بتلا کر اوس کے پاس جانے اور اوس کو استعمال کرنے سے منع کیا گیا ہے۔ پس یہ معلوم کرنا ضروری ہے کہ جنت جیسے خوشحال زندگی کے مقام پر ایسا کونسا درخت ہو سکتا ہے کہ خلافت کے لئے منتخب شدہ انسان

بھی عیش و عشرت کے مقام سے خارج کر کے بھوک، پیاس اور لباس کی تنگیوں کے مقام پر پہنچا دے سکتا ہے؟ اس میں یہ امر بھی غور طلب ہے کہ آدم جو فرشتوں کے مقابلہ کے امتحان میں کامیاب ہونے کے بعد جنت کے مستحق قرار پائے اون کی زوجہ کو کس صلہ میں جنت ملی جب کہ اون سے کوئی امتحان ہی نہیں لیا گیا تھا نیز ابلیس کو جو نافرمان تھا جنت میں داخلہ کیسے ملا کر اندر جا کر دونوں کو بہکایا۔ جنت تو نافرمانوں پر حرام ہے۔

(۱۱) جب آدم و حوا دونوں شیطان کے بہکاوے میں آ گئے اور درخت کو چکھ لئے تو دونوں کا پردے کا بدن ظاہر ہو گیا۔ کیا اس سے قبل وہ بدن ظاہر نہیں رہتا تھا؟ اور کیا وہ کپڑے پہنا کرتے تھے جو اتر گئے۔ اور ورق الجنہ سے کیا مراد ہے جس سے ستر پوشی یا عیب پوشی ہو سکتی ہے۔

(۱۲) فقرہ (۱۴) سے ظاہر ہے کہ آدم اور اون کی زوجہ کو جنت میں رکھا گیا تھا۔ جہاں سے ہبوط کا حکم ملا یعنی نیچے اترنے کا۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ جنت کہیں اوپر تھی جس میں لغزشیں بھی ہو سکتی ہیں اور پھر جنت سے نیچے بھی اتارے جا سکتے ہیں۔

(۱۳) فقرہ (۱۵) سے ظاہر ہے کہ جب نامعلوم جگہ کی جنت میں آدم و حوا کو شیطان نے بہکایا تو حکم ہوا کہ تم سب نیچے اتر جاؤ۔ جب نیچے اتر گئے تو آدم نے توبہ سیکھ لی اور تائب ہو گئے تو اللہ نے توبہ قبول کر لی۔ گویا تنزلی کا مرافعہ منظور ہو گیا۔ مرافعہ کی منظوری کے بعد سابقہ بلند مقام ملنا ضروری ہے۔ کیا آدم کو پھر جنت میں بھیجا گیا؟ اگر دوبارہ جنت نہیں ملی تو توبہ قبول ہونے اور بدستور

Marfat.com

نیچے ڈال رکھنے کا کیا مطلب ؟

(۱۴) آدم - حوا اور شیطان کو نیچے اتارنے کے بعد ارشاد الہٰی ہوا کہ دیکھو جب کبھی تمہارے پاس میری طرف سے کسی قسم کی ہدایت آوے تو جو کوئی ہدایت کی اتباع کریگا اوس کو کوئی خوف و غم نہ ہوگا اور جو لوگ کفر کرینگے اور احکام کی تکذیب کرینگے وہ جہنمی ہونگے اور ہمیشہ اوسی میں رہینگے۔

شیطان تو کسی ہدایت کو قبول ہی نہیں کرسکتا اور آدمؑ تو خود ہدایت یافتہ (نبی) تھے۔ ان پر کسی دوسرے ہادی کا بھیجا جانا بھی قرین قیاس نہیں ہے۔ پھر ان احکام کا کیا مفہوم ہوسکتا ہے ؟

(۱۵) آدم کو زمین پر خلیفہ بنایا گیا اور امتحان میں کامیاب ہونے پر جنت میں سکونت کرائی گئی۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ جنت زمین ہی کے کسی مقام کا نام ہے اور شجر ممنوع بھی زمین ہی پر ہے جس میں آدم سے لغزش ہوئی ایسی صورت میں جنت سے نیچے اترنے کا کیا مفہوم ؟

(۱۶) سورۂ اعراف کی آیت ۱۱ کا خطاب بصیغۂ جمع تمام انسانوں سے ہے اور اوس میں آدمؑ کو سجدہ کرنے کا حکم ثمّ کے لفظ سے شروع ہوا ہے۔ یہ آدمؑ شخص واحد ہے یا سارے انسان مراد ہیں اور فرشتوں کا سجدہ سارے انسانوں کو ہوا یا صرف ایک آدم کو ؟

(۱۷) آیت ۱۲ میں ذکر ہے کہ ابلیس کو بھی سجدہ کرنے کا حکم دیا گیا تھا لیکن آگے ایسا حکم دیا جانا کہیں مذکور نہیں ہے۔ یہاں ابلیس کا جواب بصیغۂ واحد محض ایک آدم سے متعلق ہے کہ میں اس سے بہتر ہوں۔

Marfat.com

(۱۸) آیت ۷/۱۳ میں "اِنَّکَ مِنَ الصّٰغِرِیۡنَ" اور آیت ۷/۱۹ میں "فَتَکُوۡنَا مِنَ الظّٰلِمِیۡنَ" فرمایا گیا ہے یعنی تو ذلیلوں میں یا ظالموں میں شمار ہوگا کیا اوس وقت کوئی ذلیل گروہ یا ظالم گروہ موجود تھا؟ اور کیا آیت ۲/۳۴ کے الفاظ "وَ کَانَ مِنَ الۡکٰفِرِیۡنَ" اور ۷/۱۳ کے الفاظ "اِنَّکَ مِنَ الصّٰغِرِیۡنَ" ہم معنی ہیں؟

(۱۹) آیت ۷/۱۴ میں بغیر اظہار ندامت ابلیس کی مہلت طلبی اور آیت ۷/۱۵ میں مہلت منظور کرنے کا ذکر ہے۔ محترم تھانوی صاحب نے اس کا حاشیہ یوں لکھا ہے کہ:
"اس سے معلوم ہوا کہ کافر کی دعا بھی کاہے قبول ہو جاتی اور یہ مستلزم اکرام و محبت نہیں" یہ تشریح نہایت تشنہ اور کافی غور طلب ہے۔

(۲۰) آیت ۷/۱۶ میں ابلیس کہتا ہے کہ اے اللہ آپ نے مجھکو گمراہ کیا اور آیت ۷/۱۲ میں ہے کہ اللہ نے تو ابلیس کو سجدہ نہ کرنے کا ایما نہیں کیا تو پھر گمراہ کرنے کی نسبت اللہ کی طرف کس طرح کی گئی اور اوس کی تردید کیوں نہیں ہوئی؟

(۲۱) آیت ۷/۲۰ میں ابلیس کہتا ہے کہ "اے آدم تمہیں درخت سے اسلئے منع کیا گیا ہے کہ کہیں تم فرشتہ نہ ہو جاؤ" آدم کے لئے یہ تو کوئی وجہ ترغیب نہیں ہے۔ کیونکہ فرشتے تو آدم کے سجدہ گزار ہیں اس لئے آدم سے درجے میں کم ہیں اور ترغیب کم درجے کیلئے نہیں ہو سکتی۔ پھر اس کا کیا مطلب ہو سکتا ہے؟ نیز ہمیشہ زندہ رہنے کی ترغیب بھی غور طلب ہے کہ اوس وقت موت کا کوئی منظر تھا ہی نہیں اس لئے اس کا تصور بھی ممکن نہیں تھا۔

(۲۲) آیت (۷/۲۰ تا ۲۲) میں درخت کو چکھنے سے پردہ دار بدن ظاہر

۱/۲۵۹

Marfat.com

ہونے اور پتوں سے چھپانے کا ذکر ہے۔ کیا پتوں سے چھپانے کے پہلے پردہ دار جسم ظاہر نہیں تھا پوشیدہ ہی تھا۔ اس پوشیدگی اور ظاہر کا کیا مطلب ہے؟ اور ورق الجنة (جنت کے پتے) کی قرآنی اصطلاح کیا ہے؟

(۲۳) آیت ۲۳ میں آدم کے اعتراف قصور و اظہار ندامت کے ساتھ دعائے مغفرت اور رحم و کرم کی درخواست ہے اور اس کے فوراً بعد ہی ہبوط آدم کا ذکر ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ آدم کی دعا قبول نہیں ہوئی اور وہ نیچے اتار دیئے گئے ابلیس کی دعا تو بغیر اظہار ندامت تھی جو قبول ہوگئی ۱۸ پس آدم کی دعا قبول ہونے اور ابلیس کی دعا قبول ہونے کا صحیح مفہوم کیا ہے؟ اور اس میں ہماری زندگیوں کے لئے کیا سبق ہے؟

(۲۴) آیت ۱۷ میں ابلیس کو جہنم کی سزا دینے اور آیت ۶۴ میں ابلیس یا شیطان کے سوار اور پیادے چڑھا لانے اور مال و اولاد میں اپنا ساجھی کر لینے کا کیا مطلب ہے؟ جب کہ وہ خاکی نہیں ناری مخلوق ہے۔

(۲۵) آیت ۵ میں ہے کہ ابلیس جنوں میں سے تھا اور آیت ۳۴ میں ہے کہ ابلیس کافروں میں سے تھا۔ ان دونوں میں صحیح کیا ہے؟ یا دونوں الفاظ ہم معنیٰ ہیں۔

(۲۶) آیت ۱۱۹ میں ہے کہ جنت میں آدم اور اون کی زوجہ ننگے، بھوکے، پیاسے نہ رہینگے اور دھوپ میں نہ تپینگے۔ اور اس کے بعد ہی آیت ۱۲۰ میں ایک ایسی بادشاہی کا ذکر ہے جس میں ضعف نہیں آئے گا۔ اور ساتھ ہی ساتھ آیت ۱۲۱ میں کہا جا رہا ہے کہ دونوں ابلیس کے بہکاوے میں

Marfat.com

آکر غلطی کر بیٹھے ۔ اس میں یہ بات غور طلب ہے کہ جب جنت میں دو ہی افراد تھے تو ضعف تہ آنے والی بادشاہت کا کیا محل ؟

(۲۷) آیت ۲۰/۱۲۴ میں نافرمانوں کے لئے معاشی تنگی کی زندگی اور قیامت میں اندھا اٹھائے جانے کا ذکر ہے ۔ نافرمانی کی سزا معاشی بدحالی تو سمجھ میں آسکتی ہے مگر اس سے اندھے پن کا کیا تعلق ہے ؟ اور جو دنیا میں اندھا وہ آخرت میں اندھا ہے اس اعتبار سے غور طلب ہے ؟ اگر کھلے دل سے غور کیا جائے تو آنکھیں ہیں مگر دیکھتے نہیں ۔ کی حقیقت واضح ہو سکتی ہے ۔

(۹) حل لغات | مذکورہ بالا سوالات کو حل کرنے کے لئے الفاظ ذیل کے لغوی اصطلاحی اور مرادی معنوں کا ذہن میں رکھنا ضروری ہے اس لئے ہر لفظ کی علیحدہ علیحدہ وضاحت پیش ہے ۔

خلیفہ [۱] ۔ ہبوط [۲] ۔ طین [۳] ۔ نار [۴] ۔ جن [۵] ۔ شجر [۶] ۔ جنت [۷] ۔ ارض [۸] ۔ فرشتے [۹]
سجدہ [۱۰] ۔ سوآت [۱۱] ۔ ورق [۱۲] ۔ لباس [۱۳] ۔ ذائقہ [۱۴] ۔ قال [۱۵] ۔

(۱) خلیفہ | یہ لفظ قرآن میں صرف دو جگہ آیا ہے ۔ ایک حضرت آدم کے لئے سورہ "بقرہ" میں اِنِّی جَاعِلٌ فِی الْاَرْضِ خَلِیْفَةً ۲/۳۰ اور دوسری جگہ حضرت داؤدؑ کے لئے سورہ "ص" میں ۔ یٰدَاوٗدُ اِنَّا جَعَلْنٰکَ خَلِیْفَةً فِی الْاَرْضِ ۳۸/۲۶ دونوں جگہ (جعل ۔ خلیفہ ۔ الارض) کے الفاظ مشترک ہیں ۔ یہ دونوں حضرات پیغمبر تھے اور زمین میں خلیفہ بنائے گئے تھے ۔ گویا حضرت آدمؑ و داؤدؑ کو اپنے زمانہ کے لوگوں پر روحانی و جسمانی ہر طرح کی حکومت و سرداری عطا کی گئی تھی ۔ اسی لئے آیت میں لفظ جعل استعمال ہوا ہے

Marfat.com

جسکے معنی ہیں مقرر کرنا جو خلافت ارضی کا صحیح محل ہے۔ خَلَقَ نہیں کہا گیا اس لئے کہ خلافت ارضی کے لئے خَلَقَ کا لفظ کسی طرح موزوں نہیں ہے۔

خلیفہ کی جمع خلائف اور خلفاء ہے اور اوس کے مشتقات استخلاف یستخلف اور مستخلف ہیں۔ لفظ خلائف چار جگہ آیات ۱۰/۱۴ و ۱۰/۷۳ و ۶/۱۶۶ اور ۳۵/۵ میں ہے اور لفظ خلفاء تین جگہ آیات ۷/۶۹ و ۷/۷۴ و ۲۷/۶۲ میں آیا ہے اور ہر جگہ اس سے مراد حکومت، بادشاہت اور قوم کی سرداری اور پہلوں کی جانشینی ہی ہے یعنی نہ صرف آدمؑ و داؤدؑ بلکہ دوسرے تمام باصلاحیت انسانوں کیساتھ بھی اسی حکومت اور سرداری ہی کا ایما تھا اور اسی کا وعدہ کیا گیا ہے

نوع بشر (یعنے انسان) کی تخلیق کے بعد رفتہ رفتہ جب اوس کی صلاحیتوں میں اضافہ ہو گیا تب اوس میں کے بعض کو اپنے کمال (امر رب۔ روح۔ وحی) سے سرفراز کیا گیا۔ اور ایسے سرفراز کردہ افراد کو خلافت کے لئے منتخب کرکے فرشتوں سے کہا گیا کہ سجدہ کرو یعنے ایسے موزوں شخص کی اطاعت گزار بنجاؤ۔ تصریحات بالا سے واضح ہے کہ یہ کیفیت بالادستی فرد اور جماعت دونوں سے متعلق ہے۔

ف (۱۲) ہبوط — اس لفظ کا صحیح مفہوم آیات ۱۱/۴۸ و ۲/۶۱ سے ذہن میں آسکتا ہے

(۱) کہا گیا کہ اے نوحؑ (اِھْبِطْ) اُترو۔ ہجرت کرو۔ ہماری طرف سے سلامتی اور برکتیں لیکر جو تم پر نازل ہونگی ۱۱/۴۸

(۲) حضرت موسیٰؑ نے اپنی قوم سے کہا کہ اگر تم اعلیٰ درجہ کی چیزوں کے عوض ادنیٰ درجہ کی چیزیں (ساگ۔ ککڑی۔ گیہوں۔ مسور۔ پیاز) لینا چاہتے

Marfat.com

ہو تو کسی شہر میں جا کر اترو (اِهْبِطُوْا مِصْرًا) وہاں تمہیں وہ چیزیں ملیں گی۲

۲۲ طین "گیلی مٹی" لغات القرآن (مولفہ پرویز صاحب) جلد سوم ۱۱۰۵ میں حسب ذیل درج ہے۔

"مجازاً انسان کی جبلّت اور فطرت کو بھی کہا جاتا ہے (تاج العروس) تخلیق انسان کی ابتداء مٹی سے ہوئی ہے۳۱ حضرت عیسیٰؑ نے جب بنی اسرائیل سے کہا کہ میں تمہیں طین سے طائر بنا دونگا۳/۴۸ تو اس سے مفہوم خاک نشینی کی پست حالت سے نکال کر عروج و پرواز عطا کر دینا تھا۔" طین کا ایک مترادف لفظ تراب ہے۔ خلق کا لفظ دونوں کے لئے استعمال ہوا ہے۔ هُوَ الَّذِیْ خَلَقَكُمْ مِّنْ طِیْنٍ (انعام ۶/۲)، هُوَ الَّذِیْ خَلَقَكُمْ مِّنْ تُرَابٍ (مومن ۴۰/۶۷) تراب کے معنیٰ غریب القرآن فی لغات الفرقان (مولفہ ڈاکٹر ابو الفضل) کے صفحہ (۴۹) پر اور لغات القرآن کے صفحہ (۶، ۳) پر مٹی۔ دھول بتلائے گئے ہیں اور بحوالہ حضرت عباس ذَا مَتْرَبَةٍ (بلد ۹۰/۱۶) کا مفہوم خاک آلود خاکشہ اور مصیبت زدہ درج کیا گیا ہے۔" نیز دیگر تراجم قرآن میں بھی یہی درج ہے۔ مثلاً اَوْ مِسْكِیْنًا ذَا مَتْرَبَةٍ (بلد ۹۰/۱۶) کا ترجمہ محترم اشرف علی صاحب تھانوی نے "یا کسی خاک نشین محتاج کو" اور محترم محمد علی صاحب لاہوری نے "مٹی سے ملے ہوئے مسکین کو" اور محترم شاہ رفیع الدین صاحب دہلوی نے "یا فقیر خاک افتادہ کو" اور فتح محمد خاں صاحب جالندھری نے "یا فقیر خاکسار کو" کیا ہے۔ گویا لغات اور تراجم سے یہ بات صاف صاف واضح ہے کہ کسی غریب اور بے یار و مددگار شخص کو سمجھ بوجھ اور وحی الٰہی سے سرفراز

کرکے اوس کے ذریعہ قدرت خداوندی کا نمونہ دکھانا اور بندوں انسانوں کو صراط مستقیم پہ چلنے کی ترغیب دینا ہے۔ آدم و ابلیس (یعنے انسان اور شیطان) کی کشمکش موقتی نہیں بلکہ ازلی بھی ہے اور ابدی بھی جو ہر زمانہ میں روز روشن کی طرح نمایاں رہتی ہے۔

۲۳ نار نار کی دو قسمیں ہیں ایک قسم لغوی جیسے لکڑی کی آگ اور دوسری قسم اصطلاحی جیسے فتنہ و فساد کی آگ مثالیں درج ذیل ہیں۔

(۱) یہود جب کبھی (نار) آگ بھڑکانا چاہتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ اوس کو دور کر دیتے ہیں۔ (مائدہ ۵/۶۴)

(۲) جو لوگ اللہ کے احکام کے معاوضہ میں قلیل معاوضہ حاصل کر رہے ہیں وہ اپنے پیٹ میں نار یعنے آگ بھر رہے ہیں (بقرہ ۲/۱۷۴)

(۳) جو لوگ یتیموں کا مال کھا جاتے ہیں وہ اپنے پیٹ میں آگ (نار) بھر رہے ہیں۔ عنقریب جلتی آگ (نار) میں داخل ہونگے (نساء ۴/۱۰)

(۴) ظالموں کیطرف مت جھکو ورنہ تمہیں آگ (نار) لگ جائیگی (ہود ۱۱/۱۱۳)

(۵) سود مت کھاؤ اوس آگ (نار) سے ڈرو جو کافروں کے لئے تیار کی گئی ہے (آل عمران ۳/۱۳۱)

(۶) تم لوگ آگ (نار) کے کنارے پر تھے سو اللہ نے تمہاری جان بچائی (۳/۱۰۳)

(۷) ابراہیم کی قوم نے کہا کہ ان کو یا تو قتل کر ڈالو یا جلا دو۔ سو اللہ نے اون کو اوس آگ (نار) سے نجات دی (عنکبوت ۲۹/۲۴)

Marfat.com

(۸) ہم نے آگ کو حکم دیا اے آگ تو ابراہیمؑ کے حق میں ٹھنڈی اور بے ضرر ہو جا۔ کافروں نے ابراہیمؑ کے ساتھ برائی کرنے کا ارادہ کیا تھا ہم نے اونہیں ناکام کر دیا۔ اور ابراہیمؑ اور لوطؑ کو شام کی طرف بھیجکر بچا لیا (انبیا $\frac{۲۱}{۶۹ تا ۷۱}$)

(۹) کافروں نے ابراہیمؑ کے ساتھ ایک چال چلنے کا یعنے آگ میں ڈالکر جلانے کا ارادہ کیا۔ ہم نے اون کو ذلیل کیا (صافات $\frac{۳۷}{۶۸}$)

(۱۰) یہودی کہتے ہیں کہ ہمیں آگ نہیں چھوئیگی سوائے چند دنوں کے۔ (یعنی کچھ دن مصیبتوں کے ہیں کسی طرح کٹ جائیں گے) آپ یوں کہئے کہ اللہ جس کو چاہے ملک دیتا ہے اور جس سے چاہتا ہے چھین لیتا ہے۔ (آل عمران $\frac{۳}{۲۴ تا ۲۶}$)

(۴) جن جن کی دو قسمیں ہیں ایک لغوی یعنے غیر مرئی مخلوق مانند فرشتگان غیر مرئی کے۔ اور دوسری قسم اصطلاحی یعنے پہاڑی اور بیابانی غیر شائستہ انسان۔ اس کی مثالیں درج ذیل ہیں۔

(۱) اے محمد۔ آپ کہدیجئے کہ اگر تمام انسان اور جن اس بات پر جمع ہو جائیں کہ اس قرآن کے مانند ہرگز نہ لاسکینگے اگرچہ وہ سب ایک دوسرے کے مددگار بن جائیں (یہ انسانوں سے ملتے رہنے والے جن ہیں) (بنی اسرائیل $\frac{۱۷}{۸۸}$)۔

(۲) اور سلیمانؑ کے لئے ہوا کو مسخر کر دیا کہ اوس کی صبح کی منزل ایک مہینے کی راہ ہوتی ہے اور شام کی منزل ایک مہینے کی (پرانے قصوں میں پرانی اصطلاح اڑن کھٹولا مشہور ہے) اور ہم نے اون کے لئے تانبہ کا چشمہ بہا دیا

Marfat.com

(یعنی تانبہ پگھلانے کا کارخانہ قائم ہوا) اور جنات میں بعض وہ تھے جو حکم رب سے اون کے آگے کام کرتے تھے۔ اون میں سے جو کوئی ہمارے حکم سے پھرتا اوسے جلتی ہوئی آگ کا مزہ چکھاتے (نا فرمان جنات کو آگ کا مزہ چکھانا غور طلب ہے کیونکہ غیر مرئی جن کی تخلیق تو آگ ہی کی ہے۔ آتشین مخلوق کو آگ کا مزہ چکھانا کیا معنی) وہ جنات حضرت سلیمان کے لئے (تانبے کے کارخانہ سے) وہ چیزیں بناتے جو حضرت سلیمان کو بنوانا منظور ہوتا یعنی بڑی بڑی عمارتیں اور لگن ایسے بڑے جیسے حوض۔ اور بڑی بڑی دیگیں جو ایک ہی جگہ جمع رہیں (یہ سب کام غیر شایستہ مزدوروں ہی کے ہیں) اے آل داؤد۔ تم سب شکریہ میں نیک کام کیا کرو۔ اور میرے بندوں میں شکرگذار کم ہوتے ہیں۔ پھر جب ہم نے سلیمان پر موت کا حکم صادر کر دیا تو اون کے مرنے کا پتہ (جنوں کی کسی چیز نے نہ دیا مگر گھن کے کیڑے نے جو اون کے عصا کو کھا گیا سو جب وہ گر پڑے تو جنات کو حقیقت معلوم ہوئی۔ اگر وہ غیب کا حال جانتے ہوتے تو وہ اس ذلت کی مصیبت میں نہ رہتے (اس سے ظاہر ہے کہ یہ جن غیر مہذب وحشی انسان ہی تھے) (سبا $\frac{۳۴}{۱۲ تا ۱۴}$)

(۳) ہم نے ہر ایک نبی کے لئے انسانوں اور جنوں میں سے شیطانوں کو دشمن بنایا ہے وہ دھوکہ دینے کے لئے ایک دوسرے کے دل میں وحی ڈالتے رہتے ہیں۔ یعنی شہری و وحشی لوگوں میں شریر النفس لوگ پیغمبروں کو نقصان پہنچانے کے لئے کانا پھوسی کرتے رہتے ہیں ($\frac{۶}{۱۱۲}$)

وَجَعَلُوا بَيْنَهُ وَبَيْنَ الْجِنَّةِ نَسَبًا ۚ وَلَقَدْ عَلِمَتِ الْجِنَّةُ إِنَّهُمْ

Marfat.com

مُحْضَرُوْنَ (صافات ۳۷/۱۵۸)

ترجمہ وتفسیر از محترم مودودی صاحب (ترجمہ) "انہوں نے (یعنے کافروں اور مشرکوں نے) اللہ اور ملائکہ کے درمیان نسب کا رشتہ بنا رکھا ہے حالانکہ ملائکہ خوب جانتے ہیں کہ یہ لوگ مجرم کی حیثیت سے پیش ہونے والے ہیں" (تفسیر)۔ اصل میں ملائکہ کی بجائے اَلْجِنَّةُ کا لفظ استعمال ہوا ہے لیکن بعض اکابر مفسرین کا خیال ہے کہ یہاں جن کا لفظ اپنے لغوی مفہوم (پوشیدہ) مخلوق کے لحاظ سے ملائکہ کے لئے استعمال کیا گیا ہے۔ کیونکہ ملائکہ بھی اصلاً ایک پوشیدہ مخلوق ہے اور بعد کا مضمون اسی بات کا تقاضا کرتا ہے کہ یہاں اَلْجِنَّةُ کے لفظ کو ملائکہ کے معنیٰ میں لیا جائے (تفہیم القرآن جلد چہارم ص۳۱۲)

جناب اشرف علی صاحب تھانوی نے اَلْجِنَّةُ کا ترجمہ تو جنات کیا ہے مگر حاشیہ اس طرح ہے "یعنی ان میں جو ملائکہ ہیں اون کا یہ مقولہ ہے کہ ہم تو بندہ محض ہیں چنانچہ جو خدمت ہم کو سپرد ہے اوس کی بجا آوری میں لگے رہتے ہیں اپنی رائے سے کچھ نہیں کر سکتے (القرآن الحکیم ص۴۴۵) مولوی حضرات کی ان تشریحات سے صاف ظاہر ہے کہ ملائکہ اور جن کو ایک ہی غیر مرئی نوع کی حیثیت سے استعمال کیا گیا ہے۔ قرآنی الفاظ کا بین السطور مفہوم بہت اہم اور مفید زندگی ہوتا ہے۔ اس کو ہمیشہ ملحوظ رکھنا ضروری ہے۔ ع۔ چوں ندیدند حقیقت رہ افسانہ زدند۔

۱۵۔ شجر

(۱) ناپاک بات کی مثال ناپاک درخت کے مانند ہے کہ زمین کے اوپر ہی اوپر سے اکھاڑ لیا جائے اوس کو کچھ ثبات نہ ہو مَثَلُ كَلِمَةٍ خَبِيثَةٍ كَشَجَرَةٍ خَبِيثَةٍ (ابراہیم ۱۴/۲۶)

Marfat.com

(۲) قسم ہے آپ کے رب کی یہ لوگ ایماندار نہ ہونگے جب تک کہ اون کے آپس میں جو جھگڑا ہو (فیما شجر بینھم) اس میں یہ لوگ آپ سے تصفیہ نہ کر وا لیں اور تسلیم نہ کریں۔ (نساء ۵/۶۵)

(۳) جب ہم نے آپ سے کہا تھا کہ آپ کے رب نے لوگوں کو گھیر لیا ہے اور ہم نے اوس رویا کو جو آپ کو دکھلایا صرف لوگوں کے لئے فتنہ بنایا اور اوس درخت کو بھی جس پر قرآن میں لعنت کی گئی ہے۔ اور ہم انہیں خوف دلاتے ہیں تو اس سے ان کی خطرناک سرکشی اور بڑھتی ہے (بنی اسرائیل ۱۷/۶۰)

لفظ جنّت کا استعمال علاوہ آخرت کے دنیاوی باغات اور حکومت

جنت کے لئے بھی ہوا ہے اس کی مثالیں درج ذیل ہیں۔

(۱) پھر ہم نے اون فرعونیوں کو (جنّت وعیون) باغوں اور چشموں سے نکال دیا اور خزانہ وعزت والے مقام سے بھی۔ اور اون چیزوں کا وارث موسٰی کے ساتھی بنی اسرائیل کو کر دیا (۲۶/۵۷ تا ۵۹ و ۴۴/۲۵ تا ۲۸)

(۲) (حضرت ہودؑ نے قوم عاد سے کہا) اللہ سے ڈرو جس نے تمہاری مدد چارپایوں سے اور اولاد سے اور (جنّت وعیون) باغوں اور چشموں سے کی ہے۔ میں تمہیں ایک بڑے دن کے عذاب سے ڈراتا ہوں (شعرا ۲۶/۱۳۱ تا ۱۳۴)

(۳) (حضرت صالح نے قوم ثمود سے کہا) اللہ سے ڈرو کیا تم ان (جنّت وعیون) باغوں اور چشموں میں کھیتوں اور کھجوروں میں امن میں چھوڑ دیئے جاؤ گے (شعرا ۲۶/۱۴۳ تا ۱۴۸)

(۴) زمین میں پاس پاس قطعے اور (جنّت اعناب) انگوروں کے باغ اور کھیتی اور کھجوریں ہیں اس میں عقل سے کام لینے والی قوم کے لئے نشانیاں ہیں (رعد ۱۳/۴)

Marfat.com

تاکہ ان باغوں سے پھل کھائیں (یٰسٓ ۳۶ / ۳۲ تا ۳۶)

(۵) ہم نے بادل سے برکت والا پانی اتارا۔ اوس کے ساتھ (جنّت) باغ اگائے اور کھیتی جو کاٹی جاتی ہے اور لمبی لمبی کھجوریں جن کا گابھا تہ بہ تہ ہے (ق ۵۰ / ۹ و مومنون ۲۳ / ۱۹ و نبا ۷۸ / ۱۴ تا ۱۶ و انعام ۶ / ۱۰۰)

(۶) جب تک زمین و آسمان قائم ہیں نیکوکار جنت میں اور گنہگار جہنم (دوزخ) میں رہینگے۔ اِلَّا مَا شَآءَ رَبُّکَ (ہود ۱۱ / ۱۰۶ تا ۱۰۸)

۲۷ ارض

(۱) ارض کے معنی زمین ہے جو مٹی سے بنی ہوئی ہے۔ اللہ نے بشر کی تخلیق مٹی سے کی اور آدمؑ کو زمین میں خلیفہ بنایا۔ آدمؑ کو آسمان پر بنا کر آسمانی جنّت میں رکھنا اور بعد میں وہاں سے دنیا میں پھینک دینا قرآن میں کسی جگہ مذکور نہیں ہے یہ صرف قیاسی روایات ہیں جو معتبر نہیں۔

(۲) ارض ہر وہ چیز جو نیچے ہو۔ زمین چونکہ پاؤں کے نیچے رہتی ہے اس لئے ارض کہلاتی ہے (تاج العروس) اِراضۃٌ کے معنی ہیں کسی کا منکسر المزاج مطیع یا فرمانبردار ہو جانا (لین)۔ اَرِضٌ کے معنی ہیں۔ خلیق آدمی یا نرم اور عمدہ زمین اس میں خیر کا پہلو غالب ہوتا ہے (ابن فارس)، قرآن میں جبالؔ کے ساتھ ارضؔ کا لفظ آیا ہے مثلاً جس دور میں ہم جبال کو اون کی جگہ سے ہلا کر الگ کر دینگے اور ارض ابھر کر سامنے آجائے گی (کہف ۱۸ / ۴۷)۔ ان مقامات میں جبالؔ کے مجازی معنی ہونگے قوم کے اکابر۔ اور ارضؔ کے مجازی معنی ہونگے چھوٹے طبقے کے لوگ۔ نیز ارضؔ و سمٰوٰتؔ کے معنی کائنات کی پستیاں اور بلندیاں ہونگے

(لغات القرآن جلد اوّل صفحہ ۲۲۱)

Marfat.com

ف ۲۸ فرشتے | غریب القرآن مولفہ ڈاکٹر ابوالفضل صفحہ ۳۵۸ میں ملائکہ کی تین قسمیں لکھی گئی ہیں۔

(۱) وہ قوی جو خدا نے اپنی تمام مخلوقات مختلف قسم کے پیدا کر رکھے ہیں مثلاً پہاڑوں کی صلابت، درختوں کی قوت نمو، برق کی قوت جذب و دفع غرضکہ تمام قوی جن سے مخلوقات عالم موجود ہیں۔

(۲) فرشتے جیسا زمانۂ جاہلیت میں یہود و نصاری اور عرب مانتے تھے۔ سورۂ انعام آیات (۸ و ۹) میں اس طرح درج ہے۔

اور یہ لوگ یوں کہتے ہیں کہ اون کے پاس کوئی فرشتہ کیوں نہیں بھیجا گیا؟ اور اگر ہم کوئی فرشتہ بھیج دیتے تو سارا قصہ ہی ختم ہو جاتا۔ پھر اون کو ذرا مہلت نہ دیجاتی۔ اگر ہم اس کو فرشتہ تجویز کرتے تو ہم اوس کو آدمی ہی بناتے اور ہمارے اس فعل سے پھر اون پر وہی اشکال ہوتا جو اشکال اب کر رہے ہیں"

(۳) انسانی نقائص سے پاک اور اعلیٰ تقدس کا انسان جیسے:۔
عورتوں نے جب یوسف کو دیکھا تو حیران رہ گئیں اور اپنے ہاتھ کاٹ لئے اور کہنے لگیں حاش للہ آدمی ہرگز نہیں یہ کوئی بزرگ فرشتہ ہے۔ (یوسف ۱۲/۳۱)

اور وہ (یعنی سحر) شہر بابل میں دو فرشتوں ہاروت و ماروت پر نہیں اتارا گیا (بقرہ ۲/۱۰۲)

لغات القرآن مرتبہ پرویز صاحب جلد اول صفحہ ۲۱۶ میں اس طرح درج ہے۔
بعض کا خیال ہے کہ لفظ ملائکہ کا مادہ "الک" ہے جسکے معنی پیغام رسانی کے ہیں۔

Marfat.com

(حوالہ ابن فارس) قرآن میں ہے کہ اللہ ملائکہ میں سے اور انسانوں میں سے پیغام رساں چن لیتا ہے (حج ۲۲/۷۵)

دوسرے[2] محققین کا قول ہے کہ اس کا مادہ مَلْکٌ ہے جس کے معنی قوت کے ہیں راغب نے کہا کہ فرشتوں میں سے جن کے سپرد انتظامات کئے جاتے ہیں اون کو مَلَکٌ کہتے ہیں اور انسانوں میں سے جو تدبیر امور کرتے ہیں انہیں مَلِکٌ کہا جاتا ہے (تاج العروس)

تفسیر[3] المنار میں ہے کہ "کائنات کی ہر شئے کے اندر ایک قوت ایسی ہے جس سے اوس شئے کا قوام و نظام قائم ہے۔ جو لوگ وحی پر ایمان نہیں رکھتے وہ انہیں طبیعی قوتیں کہتے ہیں اور شریعت کی زبان میں انہیں ملائکہ کہا جاتا ہے۔ دونوں کی حقیقت ایک ہی ہے۔"

قرآن[4] میں ملائکہ "مُدَبِّرَاتِ اَمْرًا (نازعات ۷۹/۵) اور مُقَسِّمٰتِ اَمْرًا (ذاریات ۵۱/۴) کہا گیا ہے۔ تدبیر امور اور تقسیم امور کرنے والی قوتیں جماعتیں۔ ان ملکوتی قوتوں کو جنہیں ملائکہ کہا گیا ہے ارادہ و اختیارات نہیں دیا گیا۔ یہ قوتیں قانون خداوندی کے مطابق بلا چون و چرا سرگرم عمل رہتی ہیں وَيَفْعَلُوْنَ مَا يُؤْمَرُوْنَ (نحل ۱۶/۵۰) انسان کو ارادہ و اختیار کے ساتھ اشیاء کائنات کے صفات کا علم بھی دیا گیا ہے عَلَّمَ اٰدَمَ الْاَسْمَآءَ كُلَّهَا (بقرہ ۲/۳۱) اس لحاظ سے یہ غیر اختیاری قوتیں انسان کے تابع تسخیر آسکتی ہیں۔ ملائکہ کے سجدۂ آدم سے یہی مفہوم ہے۔

ملائکہ[5] یعنی غیر مرئی قوتیں انسان کی داخلی دنیا (نفسیاتی زندگی) پر بھی

Marfat.com

اثر انداز ہوتی ہیں ۔ چنانچہ قرآن میں ہے کہ جو لوگ اللہ کے ایمان پر جم کر کھڑے ہو جاتے ہیں اون پہ ملائکہ نازل ہوتے ہیں یہ کہتے ہوئے کہ تم کسی قسم کا غم اور اندیشہ نہ کرو (حم سجدہ ۴۱/۳) یہی وہ ملائکہ تھے جو بدر و حنین کے میدان میں مجاہدین کے لئے تسکین خاطر اور تثبیت قلب کا موجب بنے تھے (انفال ۸/۲ و توبہ ۹/۲۶) اس نزول ملائکہ سے مراد نفسیاتی تغیر ہے ۔

عقل انسانی کا دائرہ محسوسات تک محدود ہے ۔ انبیاء کرام پہ وحی لانے والے ملائکہ کے متعلق ہم کچھ نہیں سمجھ سکتے کیونکہ وحی کی حقیقت و ماہیت ہمارے حیطۂ ادراک سے باہر کی چیز ہے ۔ ہم اوس پہ ایمان لانے کے مکلف اور عمل کرنے پہ مامور ہیں ۔

مقام آدم یہ ہے کہ کائنات کی تمام قوتیں (جنھیں ملائکہ کہا گیا ہے) اوس کے سامنے سجدہ ریز ہوں ۔ جس قوم کے سامنے کائناتی قوتیں نہیں جھکتیں وہ قوم (قرآن کی رو سے) صف آدمیت میں شمار ہونے کے قابل بھی نہیں ۔

اس وضاحت سے ظاہر ہے کہ فرشتوں کی دو قسمیں ہیں ۔ ایک غیر مرئی قوتیں جو فروغ امور انسان کے لیے مسخر کر دی گئی ہیں جن سے نافرمانی نہیں ہو سکتی ۔ اور دوسری قسم فرشتہ صفت نیکوکار انسان، جن میں تسبیح و تقدیس کے فطری اعلیٰ صفات ہونے کے باوجود مادّہ حسد بھی ہوتا ہے جو کسی کی خلافت و سرداری کے وقت سرکشی پہ آمادہ ہو جاتا ہے ۔

ف ۲۹ سجدہ | السجود کے معنی ہیں سر کو جھکا دینا ۔ لفظ سجدہ حقیقی معنی کے علاوہ مجازی معنوں

Marfat.com

(اطاعت و فرماں پذیری) میں بھی استعمال ہوتا ہے جیسے کہتے ہیں کہ کسی کے حکم کے سامنے سر جھکا دیا یا حکومت کے قانون سے سرکشی اختیار کی۔ قرآن میں ہے کہ ــــ" زمین و آسمان میں جو جاندار اور ملائکہ ہیں سب خدا کے سامنے سربسجود ہیں اور وہ سرکشی اختیار نہیں کرتے" ــــ سرکشی نہ کرنا ہی سجدہ گزاری ہے۔ سجدہ اطاعت اور عبادت ایک ہی مفہوم رکھتے ہیں۔ دنیا کا کوئی کام ہو جب وہ قوانین خداوندی کے مطابق ہو عبادت الہٰی ہے (لغات القرآن پرویز صاحب جلد دوم ص۸۴۴)

جناب مودودی صاحب نے سورۂ یوسف ۱۲ کی آیت نمبر (۱۰۰) کے تحت حسب ذیل نوٹ لکھا ہے۔

"سجدے کے اصل معنی محض جھکنے کے ہیں۔ یہاں یہ لفظ اسی مفہوم میں استعمال ہوا ہے۔ قدیم تہذیب میں یہ عام طریقہ تھا (اور آج بھی بعض ملکوں میں اس کا رواج ہے) کہ کسی کا شکریہ ادا کرنے کے لئے یا کسی کا استعمال کرنے کے لئے یا محض سلام کرنے کے لئے سینے پر ہاتھ رکھکر کسی حد تک آگے کی طرف جھکتے تھے۔ اسی جھکاؤ کے لئے عربی میں سجود اور انگریزی میں (BOW) کے الفاظ استعمال کئے جاتے ہیں۔ بائیبل میں اس کی بکثرت مثالیں ملتی ہیں . . . . بائیبل میں ذکر آتا ہے کہ بابل کی اسیری کے زمانہ میں جب اخسویرس بادشاہ نے ہامان کو اپنا امیرالامرا بنایا اور حکم دیا کہ سب لوگ اس کو سجدۂ تعظیمی بجا لایا کریں تو مردکی نے جو بنی اسرائیل کے اولیاء میں سے تھے یہ حکم ماننے سے انکار کر دیا (آستر ۳: ۱-۲) تلمود میں اسی واقعہ کی شرح

Marfat.com

کرتے ہوئے اس کی جو تفصیل دی گئی ہے وہ پڑھنے کے لائق ہے :-

"بادشاہ کے ملازمین نے کہا۔ آخر تو کیوں ہامان کو سجدہ کرنے سے انکار کرتا ہے ہم بھی آدمی ہیں مگر شاہی حکم کی تعمیل کرتے ہیں۔ اوس نے جواب دیا تم لوگ نادان ہو کیا ایک فانی انسان جو کل خاک میں مل جانیوالا ہے اس قابل ہو سکتا ہے کہ اوس کی بڑائی مانی جائے ؟ کیا میں اوس کو سجدہ کروں جو ایک عورت کے پیٹ سے پیدا ہوا۔ کل بچہ تھا آج جوان ہے۔ کل بوڑھا ہوگا۔ اور پرسوں مرجائیگا ؟ نہیں میں تو اوس ازلی ابدی خدا ہی کے آگے جھکونگا جو حی وقیوم ہے ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ وہ جو کائنات کا خالق و حاکم ہے۔ میں تو بس اوسی کی تعظیم بجالاؤں گا اور کسی کی نہیں" (تفہیم القرآن دوم صفحہ ۳۱)

۳ السّوْأَۃُ

اَلسّوْأَۃُ کے معنی لغات القرآن جلد دوم صفحہ ۹۱۴ میں اس طرح لکھے ہیں :-

بُری خصلت، معیوب بات یا کام، ہر وہ قول و فعل جس کے ظاہر ہونے پر شرم محسوس ہو بنا بریں مرد و عورت کی شرمگاہ کو بھی کہتے ہیں۔ اس کی جمع سَوْآتٌ ہے۔ (اعراف $\frac{ب}{۲۰ تا ۲۶}$)

۳۱ ورق الجنّۃ

لغات القرآن کے صفحہ ۱۷۰۳ پر ورق کے دو معنی لکھے گئے ہیں۔ ایک درخت کے پتے۔ دوسرے چاندی کے سکے دراہم۔ قرآن کریم میں اس کے دونوں استعمال موجود ہیں۔ (۱) وَمَا تَسْقُطُ مِنْ وَرَقَةٍ اِلَّا يَعْلَمُهَا۔ کوئی پتہ نہیں گرتا مگر اللہ اوس کو جانتا ہے (انعام $\frac{۷}{۵}$) (۲) فَابْعَثُوْا اَحَدَكُمْ بِوَرِقِكُمْ هٰذِهٖٓ اِلَى

Marfat.com

اَلْمَدِیْنَۃِ۔ اب اپنے میں سے کسی کو یہ روپیہ دیکر شہر کیطرف بھیجو
(کہف 18/19)

وٓ۳۲ لباس لَبَسَ یَلْبَسُ کے اصلی معنی چھپانے کے ہیں۔ اسی سے خلط ملط کر دینے اور مشتبہ بنا دینے کا مفہوم آگیا۔ وَلَا تَلْبِسُوا الْحَقَّ بِالْبَاطِلِ۔ حق و باطل کو خلط ملط مت کرو۔ (بقرہ 2/42) اس کے علاوہ اور طریقوں پر بھی اس کا استعمال ہوا ہے۔ مثلاً (۱) فَاَذَاقَھَا اللّٰہُ لِبَاسَ الْجُوْعِ وَالْخَوْفِ۔ پس اللہ نے اون کو (اون کی حرکات کے سبب) قحط اور خوف کا مزہ چکھایا (نحل 16/112)

(۲) جَعَلَ لَکُمُ الَّیْلَ لِبَاسًا۔ تمہارے لئے رات کو لباس بنایا (فرقان 25/47)

(۳) سورۂ اعراف میں ہے کہ معمولی لباس کے مقابلے میں تقویٰ کا لباس خیروبرکت کا ہے (7/26)

وٓ۳۳ ذَاقَ چکھنا یعنے کسی چیز کا تجربہ ہو جانا۔ فَلَمَّا ذَاقَ الشَّجَرَۃَ (اعراف 7/22)

ترجمہ۔ جب انہیں شجرہ کا تجربہ ہو گیا (لغات القرآن جلد دوم صفحہ ۱۷)
حَتّٰی ذَاقُوْا بَاْسَنَا۔ یہاں تک کہ انھوں نے عذاب کا مزہ چکھا (6/149، 9/5، 59/15، 65/5)

وٓ۳۴ قَالَ قال کا مفہوم غریبیۃ القرآن فی لغات الفرقان کے صفحہ (۳۱۰) پر حسب ذیل درج ہے۔

(۱) زبان سے کہنا۔ (۲) دل میں خیال کرنا جیسے وَیَقُوْلُوْنَ فِیْٓ اَنْفُسِھِمْ (58/8)

Marfat.com

(۳) دل میں قائل ہونا۔ دل سے صحیح جاننا جیسے قَالُوا رَبُّنَا اللّٰہُ ثُمَّ اسْتَقَامُوْا ۴۱/۳۰۔

(۴) زبان حال سے کہنا جیسے فَقَالَ لَهَا وَلِلْاَرْضِ ائْتِيَا طَوْعًا اَوْ كَرْهًا قَالَتَا اَتَيْنَا طَائِعِيْنَ ۴۱/۱۱ قُلْنَا يَا نَارُ كُوْنِيْ بَرْدًا وَّسَلَامًا عَلٰى اِبْرَاهِيْمَ (انبیاء ۲۱/۶۹) قُلْنَا يَا ذَا الْقَرْنَيْنِ (کہف ۱۸/۸۶)

لغات القرآن جلد سوم کے صفحہ ۱۳۹۸ پر دل میں خیال کرنے اور دل کی پکار کے نام سے قرانی دو حوالے دیئے گئے ہیں (۸/۸ و ۴۳/۸۸)

قصہ آدم میں استعمال کئے ہوئے تمام الفاظ کے معانی و مطالب فقرات (۲۰ تا ۳۴) میں واضح کر دیئے گئے ہیں۔ اب ہمارا کام ہے کہ جماعتی زندگی کو سنوارنے اور اپنے حالات کو خوشحال بنانے کے لئے اون معانی و مطالب کو منطبق کریں جس سے قصہ مذکور محض ایک ماضی کی غیر مفید کہانی بن کر نہ رہ جائے۔ بلکہ ہمارے ارادوں اور عزائم میں ترقی پذیر پختگی آئے اور ہمت و جرأت کے ساتھ دن بدن ترقی کے منازل طے کئے جائیں۔

جناب محمد جعفر شاہ صاحب ندوی رکن ادارہ ثقافت اسلامیہ لاہور نے جو متعدد معیاری کتابوں کے مصنف ہیں۔ میرے ایک استفسار کے جواب میں کہ "ابلیس کیا تھا" رسالہ ثقافت جنوری ۱۹۵۶ء میں قصہ آدم و ملائکہ و ابلیس سے متعلق ایک نہایت دلچسپ و پُر مغز جواب شائع کیا ہے جس سے اس قصہ کے مفہوم پر کافی مفید روشنی پڑتی ہے لہذا اوس کا اقتباس درج ذیل ہے۔

(ابلیس۔ شیطان، جن۔ ناری خلقت رکھنے کی وجہ سے ایک ہی چیز ہیں

ہم جہاں تک پہنچ سکے ہیں وہ یہ ہے کہ ایک آتشیں مادّہ ہے جو انسان کے اندر اوسی طرح موجود ہے جس طرح ملکیّت موجود ہے۔ انسان میں غلبۂ شر ہو تو وہ جنّ یا شیطان ہوتا ہے۔ جیسے وَاِذَا خَلَوْا اِلٰی شَیَاطِیْنِھِمْ ۲/۱۴ اور شَیَاطِیْنَ الْاِنْسِ ۶/۱۱۲ وغیرہ۔ آیات میں ارشاد ہوا ہے۔ اور اگر اس میں غلبۂ خیر ہو تو اوسے مَلَک بھی کہہ دیا جاتا ہے جیسے حضرت یوسف کو کہا گیا ہے کہ:۔

اِنْ ھٰذَا اِلَّا مَلَکٌ کَرِیْمٌ (یوسف ۱۲/۳۱)

قصۂ آدم و ابلیس و ملائکہ کوئی ڈرامہ نہیں تھا جو خدا کے آگے کھیلا گیا ہو بلکہ یہ بشریت، ملکیّت اور ابلیسیّت کی حقیقتوں، صلاحیتوں اور فطرتوں کی بزبان حال ایک حسین داستان ہے۔ ہم یہ قصہ پڑھتے ہیں کہ دیوار نے کھونٹی سے پوچھا کہ تو مجھ میں سوراخ کیوں کرتی ہے۔ کھونٹی نے جواب دیا کہ یہ سوال اوس سے کر جو مجھے ٹھونک رہا ہے۔ رومی و عطار نے اسی طرح کے بے شمار قصّے لکھے ہیں۔ ان کا مقصد ایک حقیقت کو ڈرامائی انداز سے بیان کرنا ہوتا ہے قرآن بھی بشری، ملکی اور جنّی فطرتوں کی ایسی مثالوں سے خالی نہیں۔ آیت حٰم سجدہ ۴۱/۱۱ میں ارشاد ہے "یاد کرو جب اللہ نے آسمان و زمین سے کہا کہ طوعاً یا کرہاً حاضر ہو جاؤ تو انہوں نے کہا ہم طوعاً حاضر ہیں"۔ اسی طرح آیت (ق ۵۰/۳۰) میں ہے کہ "ہم جہنم سے کہینگے کہ تو بھر گئی تو وہ کہیگی کہ کچھ اور چاہیئے"۔ ان جیسی مثالوں میں قال کا جو مفہوم ہے وہی قصۂ آدم و ابلیس میں بھی ہے یعنے سب کچھ زبان حال سے ایک حقیقت کی ترجمانی ہے۔ دنیا ہمیشہ اس واقعے کو ہبوط آدم کا قصہ سمجھتی رہی ہے لیکن واقعہ یہ ہے کہ قرآن نے اسے عروج

Marfat.com

آدم کی داستان بنا کر پیش کیا ہے اور یہ عروج اوسی وقت حاصل ہوتا ہے
جب ملکیت کی طرح شیطنت کو بھی سجدہ ریز کر لیا جائے ۔"

۲۵ ۔ اسرائیلی حکایات و موضوع روایات

قصۂ آدمؑ کے مختلف اجزاء جو متعدد مقامات پر موقع حالات کے تحت بقدر ضرورت بیان کئے گئے ہیں اونہیں ایک ساتھ نہ پڑھ سکے۔ اور اصطلاحات قرآنی کو ملحوظ نہ رکھنے کی وجہ سے اسرائیلی حکایات اور مفاد پرست لوگوں کی موضوع روایات کا چلن ہو گیا۔ غیر مجاہد مترجمین و مفسرین کو اوس کی حقیقی غرض و غایت پر غور کرنے کا موقعہ نہ تھا۔ وقت اور حالات بدل جانے کے بعد ایک مرتبہ تن آسانی کو ہوا دیکر گوشہ نشین بنانے والی جو روایات گوش زد ہوئیں وہی رواج پا گئیں۔ اور تفاسیر کا حال بالعموم یہ ہے کہ ایک مرتبہ جو چیز لکھدی گئی بار بار اوس کی کاپی ہونے لگی تاکہ عوام کی مانگ پوری ہوتی رہے۔ چونکہ عوام میں اسلاف کی بڑائی اور بزرگی کا قدیم جاہلانہ تصور مسلط رہتا ہے اس لئے بعد والوں کو مزید غور و فکر کے اظہار کی ہمت کم ہوتی ہے۔ (اگر کبھی کسی نے ہمت بھی کی تو اوس کی شدید مخالفت نے پھر کسی کو ہمت کرنے کی اجازت نہیں دی) اس طرح تحقیقی تفکر عوام الناس کی آبائی تقلید میں منجمد ہو گیا۔ اس کے بعد ترقی یافتہ عقل انسانی کے سوالات کا صرف ایک ہی جواب رہ گیا کہ "کہنے والا فلاں عقیدہ کا ہے۔" اب کوئی نہ سوال کو سمجھے نہ جواب کو۔ اس طرح لکیر کے فقیر بنے رہنا بھی ایک صحیح عقیدہ بن گیا۔ اور نتیجہ خیز غور و فکر بد عقیدگی میں داخل کیا گیا۔ جو دین اپنے ساتھ مجاہد

Marfat.com

اسپرٹ لایا تھا وہ راہبانہ تصورات اور تن آسان رسم و رواج کا مجموعہ بن کر رہ گیا۔ اوس کے عبرت آموز حکایات جو اغیار کے لئے وجہ کشش تھے اب تبدیلیٔ تصورات کی وجہ سے اپنوں کو بھی بیگانہ بنا رہے ہیں۔ یعنی توحید پرستوں میں روز افزوں اضافہ کی بجائے دن بدن کمی ہو رہی ہے۔ ابھی وقت پوری طرح ہاتھ سے گیا نہیں ہے۔ اب بھی اہل غور و فکر ہمت باندھ کر اٹھیں تو بے عملی کے ظلمات کو باعملی کے نور سے روشن کر سکتے اور رکھو یا ہوا مقام حاصل کر سکتے ہیں۔

حضرت آدمؑ کے متعلق مندرجہ ذیل قدیم و جدید روایات و خیالات سے معلوم کیجئے کہ اس میں کس درجہ اختلاف ہے اور یہ انسانیت کے لئے کس حد تک مفید ہو سکتے ہیں:۔

(۱) عام مترجمین و مفسرین کا مسلمہ قدیم خیال یہ ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام پہلے انسان ہیں جو دنیا میں پیدا کئے گئے اور وہی سلسلۂ نبوت کے پہلے نبی بھی ہیں یعنی پہلے انسان اور پہلے پیغمبرؑ۔ ان کی پیدائش مٹی کا پتلا بنا کر اوس میں جان پھونک دینے سے ہوئی۔ اور اون کی تسکین کے لئے اون کی بائیں پسلی سے حضرت حوا کو پیدا کیا گیا اور دونوں کو آسمانی جنت میں رکھا گیا تھا جہاں اون سے کچھ ایسی لغزش ہوئی کہ اون کے پردہ دار بدن کھل گئے جو کہ جنت کے پتوں سے چھپایا گیا۔ پھر اونہیں آسمان سے زمین پر اتارا گیا۔ یہاں اون کی اولاد نسل در نسل بڑھتی گئی اور آج کی ساری آبادی انہی دو انسانوں آدم و حوا کی نسل سے ہے۔ آدم کو سارے فرشتوں نے سجدہ کیا مگر ابلیس نے

Marfat.com

سرکشی کی اور آدم و حوّا کو بہکا کر گنہگار ٹھیرایا۔ اور جنت سے نکلوادیا اور اس سرکش شیطان نے اللہ سے قیامت تک زندہ رہنے اور نسل آدم کو بہکاتے رہنے کی مہلت مانگ لی چنانچہ آج انسانوں میں ساری خرابیاں اوسی کی بدولت ہیں۔

(۲) جدید تعلیم یافتہ حضرات جو قرآن مجید کے حیات بخش سمندر میں غوطے لگاتا اور اوس میں سے نئے نئے جواہر لولوئی نکالنا ضروری خیال کرتے ہیں وہ کہتے ہیں کہ آدم و ابلیس کا قصہ نوع بشر کی پیدائش کے وقت اللہ کے سامنے کھیلا ہوا کوئی ڈرامہ نہیں ہے بلکہ وہ صرف ایک لطیف پیرایۂ بیان ہے جو اشرف المخلوقات نوع بشر کے اندرونی جذبات سرکشی کو روکنے اور صراط مستقیم پر قائم رکھنے کے لئے ظاہر فرمایا گیا ہے۔ نیز ایک پیرایۂ بیان الزامی جواب کا بھی ہوتا ہے کہ فریق کے مسلمات کو ظاہر کر کے نصیحت کی جائے۔ جسکو دیگر مقامات کی تفصیل سے سمجھنا ضروری ہوتا ہے۔ انسان کے ساتھ ابلیس یا شیطان یا نفس امارہ کا وجود انسان کو نقصان پہنچانے کے لئے نہیں۔ بلکہ انسانی عزم وارادے کو قوت پہنچا کر مدارج اعلیٰ پر فائز کرنے اور کائنات ارضی کو روز افزوں فروغ دینے کے لئے ہے۔ کیا خوب شعر ہے۔

نفس امارہ سے اللہ بچائے مجھکو ۔ اس سے بڑھکر تو کوئی دوسرا شیطان نہیں

پہلا تصور محض ایک ماضی کی کہانی ہے جس سے حال و مستقبل کے لئے کوئی اچھا سبق نہیں ملتا۔ اور دوسرا تصور ذرا بلند ہے کہ اوس سے انفرادی طور پر

Marfat.com

برائیوں سے بچنے کی ترغیب تو ملتی ہے مگر منشاء خلافت ارضی اور اس سے حاصل ہونے والے فوائد کا پتہ نہیں چلتا۔

اسلام کا نصب العین اسلام کا نصب العین تَخَلَّقُوْا بِاَخْلَاقِ اللّٰہِ کے مفہوم میں عامتہ الناس کی نفع رسانی کا ہے اور اس کا طریقہ کار جزء جزء اجتماعی ہے۔

انفرادی مفادات کو اجتماعی مفاد کے تابع رکھنے والی شیرازہ بندی کا نام خلافت ہے۔ اور یہ مفاد عام کے لئے ناگزیر ہے۔ قصہ آدم اسی بلند اصول کا شارح ہے اس کے تجزیہ سے ظاہر ہے کہ یہ قصہ پیدائش نوع بشر کی کہانی نہیں ہے اور نہ حضرت آدمؑ۔

نوع انسانی کے مورث نہ تھے۔

یعنے پہلے انسان نہیں تھے بلکہ حضرت آدمؑ سے پہلے دنیا میں بہت سے انسان موجود تھے جن میں بعض امن پسند فرشتہ صفت تسبیح و تقدیس کرتے رہتے تھے اور بعض شر پسند شیطان صفت اپنے ذاتی اغراض کی تکمیل کے لئے لڑتے جھگڑتے، فساد مچاتے اور خونریزی کرتے رہتے۔ جب افراد قوم پر کوئی مضبوط کنٹرول نہ ہو تو شر پسندوں کے جانب سے اس قسم کی افراتفری، لوٹ کھسوٹ، قزاقی و رہزنی، قتل و غارت گری جاری رہتی ہے جس سے امن پسندوں کا سکون بھی پارہ پارہ ہو جاتا ہے، یہ نیک نفس لوگ ان سکون سوز حرکات سے دل برداشتہ تو رہتے ہیں مگر شر پسندوں کے مظالم کو روکنے کی طاقت نہ ہونے

Marfat.com

سے اپنی بے چینی کے دن کسی مردِ مجاہد کے انتظار میں گزار دیتے ہیں۔ جب کوئی اللہ کا بندہ اللہ کی مرضی کے مطابق ظلم و زیادتی کو مٹانے کے لئے کمر ہمت باندھ کر امن و سلامتی کی تبلیغ و تنظیم شروع کر دیتا ہے تو شر پسند افراد اپنے اغراض نفسانی کی موت کو سامنے دیکھ کر اس بندۂ حق کی مخالفت پر آمادہ ہو جاتے ہیں۔ حق و باطل کی کشمکش شروع ہو جاتی ہے۔ اوس وقت قدرت کی جانب سے فطرت سلیمہ رکھنے والے امن پسند فرشتہ صفت انسانوں کو غیب سے قلبی تلقین ہوتی ہے کہ یہ کام جو شروع ہوا ہے تمہارے مستقبل کے امن و سلامتی کا ضامن ہے۔ پس اوس شخص کی اطاعت کرو۔ اوس کے مشن کو کامیاب بنانے میں جان و مال سے تعاون کرو"۔ اس غیبی آواز پر سمجھدار لوگ یکے بعد دیگرے ساتھی بنتے چلے جاتے ہیں۔ اور شیطان صفت، شر پسند افراد جو انہی نیک نفس انسانوں میں منافقانہ طور پر ملے جلے رہ کر لوٹ کھسوٹ کے عادی بن گئے ہوں اور اوس کو ترک کرنے میں اپنے ناجائز مفادات کا خسارہ سمجھتے ہوں۔ چراغ پا ہو کر مخالفت و عداوت شروع کر دیتے ہیں۔ انہیں مہلت دیجاتی ہے کہ جب تک چاہو امکانی شرارتیں کر کے دیکھ لو۔ اللہ والوں پر تمہارا بس نہیں چلیگا۔ اون کی اطاعت گزارانہ خدمات کے عوض اونہیں خلافت امامت، بادشاہت اور حکومت سے سرفراز کیا جائے گا۔ چنانچہ کچھ عرصے کے امتحانات کے بعد ایسا ہوتا ہے کہ شیطان اور اوس کے چیلے چانٹے جہنم واصل ہو جاتے ہیں۔ اور مدت طویل تک یعنے جب تک خدا چاہے اوسی میں رہتے ہیں (ہود ۱۱/۱۰۷) اور نبی اور اون کے ساتھی خلافت سے سرفراز ہو کر جنات و عیون

Marfat.com

یعنے باغات اور نہروں کے مالک ہو جاتے اور اس سے زندگی بھر بلکہ نسل در نسل استفادہ کرتے ہیں۔ اون کے عیش و آرام کی مدت بھی بہت طویل ہوتی ہے یعنے جبتک خدا چاہے۔ جب تک خدا کی مرضی ہو اوس میں رہتے ہیں (ہود ۱۱/۱۰۸) دونوں کے حق میں خدا کی مرضی ان کے تبدیلی حالات کے مطابق کارفرما ہوتی ہے (رعد ۱۳/۱۱ و انفال ۸/۵۳) یہ قانون خداوندی ازلی و ابدی ہے۔ اور ہر زمانہ میں نمایاں رہتا ہے۔ گویا خدا کی کتاب مبین ہر انسان کے لئے ہر وقت کھلی رہتی ہے۔ اور اللہ کے ہر کلام کی ہر آیت اسی کتاب مبین کا جزو ہوتی ہے۔ سمجھدار لوگ اس سے استفادہ کرکے زندگی بنا لیتے ہیں اور ناسمجھ لوگ استفادہ نہ کرکے زندگی تباہ کر لیتے ہیں۔

حضرت آدمؑ تاریخی دور انسانی کے پہلے پیغمبر، پہلے بادشاہ، پہلے حاکم، پہلے خلیفہ، اور پہلے جج ہیں۔ فرشتوں یعنے فرشتہ صفت لوگوں کی اطاعت پذیری کے باوجود ابلیس لعین یعنے اون کی ہمعصر مغرور و متکبر شخصیت نے عداوت و مخالفت کی۔ جس کو خدا نے مردود قرار دیا۔ اور حضرت آدمؑ و حواؑ کو جنت ارضی میں رکھ کر کہا گیا کہ جہاں سے جی چاہے کھاؤ پیو۔ آرام سے رہو مگر یاد رکھو اس آسائش میں ابلیس کی طرح تکبر و نافرمانی نہ کرنا۔ اس تاکید کے باوجود حضرت آدمؑ و حواؑ ابلیس کے دھوکے میں آ گئے۔ اور اونہوں نے منشاء الہٰی کے خلاف کوئی عمل کیا جس سے ایسی باتیں نمایاں ہوئیں جن کے ظاہر ہونے میں وہ ندامت محسوس کرتے تھے اور جن کو روپیہ خرچ کرکے پردہ پوشی کرنا پڑا۔ اور اللہ سے معذرت خواہی پر قصور تو معاف ہو گیا مگر اون کو منصب خلافت سے ہاتھ دھونا

Marfat.com

اور مقام راحت وسکون سے ہجرت کرنی پڑی۔ پھر بھی انہیں فہمائش کی گئی کہ ہماری ہدایات پر عمل کرتے رہنا۔ یہ قصہ صرف ایک پرانی کہانی ہی نہیں بلکہ قیامت تک ہر زمانہ کے مصلح وقائد کی خلافت قائم ہونے کے سلسلہ میں سبق آموز ہے کہ جب کسی کو منصب خلافت سرفراز ہو تو اوس کو سنبھال رکھنا ملحوظ رہے اور ہدایات الہٰی کی پابندی کرتا رہے۔

وجہ نزول قصۂ آدم

از روئے قرآن رسول اکرم صلعم کے بعثت کی واحد غرض یہی تھی کہ دین حق حق کو تمام ادیان باطلہ پر غالب کیا جائے۔ ۶۱/۹

جب حضور اکرم صلعم کے خلافت کی شیرازہ بندی ملکی زندگی میں شروع ہوئی اور سارے فرشتہ صفت انسان مطیع ہونے لگے تو ابوجہل ابلیس کا پارٹ ادا کرنے کے لئے اٹھ کھڑا ہوا اور انقلاب کے وقتِ معلوم، وقتِ مقررہ، وقتِ بعث قوم اور وقت قیامتِ صغریٰ تک برابر مکتہ رکاوٹ بنا رہا۔ اللہ کے ارادے کی تکمیل کے اثنا پیدا ہوئے مقام سکونت سے ہجرت کا اشارہ پاکر ترک وطن کرنا اور ارض مدینہ میں ہو ط کرنا پڑا۔ جہاں قدرت خداوندی کو اپنا مظاہرہ کرنا تھا یعنے مدنی زندگی کا دور شروع ہوا تو خلافت قائم کرنے والے عزائم محمدی کو اطمینان قلب کے ساتھ جدوجہد جاری رکھنے کے لئے خلافت کی پیشگوئی کے طور پر قصۂ آدم کا نزول ہوا تاکہ مُحَمَّدٌ رَّسُولُ اللّٰہِ وَالَّذِیْنَ مَعَہٗ۔ کی کارکردگی کے ہر ہر مرحلہ پر سکون حاصل رہے کہ قیام خلافت کے وقت اسی قسم کی مشکلات درپیش رہتی ہیں جن کا مردانہ وار مقابلہ کرنا ضروری اور وہی نصرت الہٰی کا پیش خیمہ ہوتا ہے۔

Marfat.com

اور بالآخر اہل باطل کو شکست اور اہلِ حق کو غلبہ یقینی ہے اَلَا اِنَّ حِزْبَ اللّٰہِ هُمُ الْغٰلِبُوْنَ (صافات ۳۷ ۱۷۳)

مکی دور کے خواب کی تعبیر کہ "ہجرت کے بعد قدرت الٰہی کی کرشمہ سازیاں دکھائی جائینگی" مدنی دور میں قصہ آدم کی تسکین بخش وضاحت کے بعد اسلامی جماعت کی جانبازانہ جدوجہد کی قبولیت سے پورا پورا مدد ملی یعنے حضور اکرم صلعم کی بے نظیر خلافت قائم ہو گئی اور جنات الارض سے سرفراز فرمایا گیا۔ یہ عمل قانون قدرت کے عین مطابق ہے۔ انسانی دنیا کے ہر دور میں اس کا مظاہرہ ہوتا رہا اور آئندہ تا قیام شمس و قمر جب جب ایسے حالات پیش آئیں۔ مردانہ وار جدوجہد کرنے والے اس قصہ سے رہنمائی حاصل کر کے اپنی ثابت قدمی کا ثبوت دیں گے تو مشکلات حائل کرنے والوں کو شکست اٹھانا اور مفاد عام کی شیرازہ بند جماعت کو غلبہ حاصل ہونا یقینی ہے۔ پہلے سے یہی ہوتا رہا ہے اور آئندہ بھی قطعاً یہی ہوگا ماضی کے قصے حال و مستقبل کیلئے سبق آموز ہوتے ہیں۔ بشرطیکہ انہیں بے نتیجہ کہانیوں میں بدل نہ دیا گیا ہو۔ قصہ آدم دنیا کے ہر قائد ہر لیڈر اور ہر ہمراہ جماعت پر منطبق ہوتا ہے۔ اچھے لوگ ساتھ دیتے ہیں اور برے لوگ فساد مچاتے ہیں۔ ہر ایک کی کامیابی اس کے ظرف کے مطابق ہوتی ہے۔ جس شخص کے اصول انقلاب صرف دنیا یعنی مفاد عاجلہ کے تحت ہوتے ہیں وہ ایک آدھ نسل تک محدود ہوتے ہیں اور پھر فنا ہو جاتے ہیں اور جن کے انقلابی انداز مستقبل یعنے مفاد آخرت پر مشتمل ہوتے ہیں وہ نسل در نسل مدت دراز تک جنات نعیم سے مالامال کرتے رہتے ہیں۔ یہ گویا پروانۂ رضائے حق ہوتا ہے اور مستحق قوم کو دیا جاتا ہے۔ جو قوم اس پروانہ رضائے حق کی جب تک

Marfat.com

حفاظت کرتی ہے۔ خود اوس کی حفاظت ہوتی ہے۔ اور جو قوم خوشحال زندگی کے مستقل اصول سے لاپرواہی برتتی ہے وہ ہلاک ہو جاتی ہے اور پروانۂ رضا حق دوسری مستحق قوم میں منتقل ہو جاتا ہے۔ وَاِنْ تَتَوَلَّوْا يَسْتَبْدِلْ قَوْمًا غَيْرَكُمْ ثُمَّ لَا يَكُوْنُوْٓا اَمْثَالَكُمْ (۴۷/۳۸)

۳۷ دستیابی حمائل التفسیر

رمضان المبارک ۱۳۸۶ھ مطابق دسمبر ۶۶ء وجنوری ۱۹۶۷ء میں مضمون

زیر نظر کا مکمل مواد فراہم کیا اور لکھا جا چکا تھا۔ اب صرف نظر ثانی کرکے اوس کی نشست ٹھیک کرنی تھی کہ ایک مخلص دوست سے جن کا مسلک اہل حدیث قسم کا ہے "حمائل التفسیر" نامی کتاب مطبوعہ ۱۹۰۶ء ملی جس کے مصنف ڈاکٹر محمد عبدالحکیم خان صاحب ایم۔ بی ہیں جو متعدد کتب کے مصنف ہیں[1]۔ کتاب دیکھ کر مجھے بے حد حیرت اور بے انتہا خوشی ہوئی کہ قصہ آدم کے جس نتیجہ کو میں اپنا چالیس سالہ فکری نتیجہ سمجھ رہا تھا اس پر مجھ سے پہلے دوسرے مفکر پہنچ چکے تھے۔ مجھے اس کتاب میں میرے انداز فکر کی متعدد چیزیں ملیں اور میرے خیالات کو تقویت پہنچی۔ اگرچہ بعض خیالات سے جو عام مفسرین کے انداز کے ہیں مجھے اتفاق نہیں ہے تاہم آئندہ غور کرنے والوں کے کام آسکتے ہیں اس لئے اوس کا اقتباس درج ذیل کر رہا ہوں:۔

---

[1] تفسیر قرآن بالقرآن۔ مفتاح القرآن۔ تذکرۃ القرآن۔ الذکر الحکیم نمبر ۱۔۲۔۳ مفید عام تشخیص الامراض۔ جامع العلوم طبی اردو۔ انگریزی۔ قرآن مجید مع تفسیر انگریزی کا رسالہ اعضائے مخصوصہ مفید النساء والصبیان وغیرہ وغیرہ۔

Marfat.com

اقتباس تفسیر — آدم علیہ السلام سے پیشتر اور قوموں کا آباد ہونا قرآن کریم اور تفاسیر سے ثابت ہے چنانچہ خلقت آدم سے پیشتر اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میں ان کو خلیفہ بنانے والا ہوں (۲/۴) خلیفہ کے معنی قائم مقام۔ حاکم اور بادشاہ کے ہیں جیسا کہ حضرت داؤدؑ کی نسبت ارشاد ہے کہ "اے داؤد میں نے تمہیں زمین میں خلیفہ بنایا ہے پس تم لوگوں میں حق حق فیصلے کیا کرو ۳۸/۲۶ اس سے صاف ظاہر ہے کہ خلافت کا مقصود حکومت و عدالت ہے اور آدم سے پہلے ایسی قومیں تھیں جن کے فسادات اور خونریزیوں کے باعث ایک خلیفہ کی ضرورت ہوئی جیسا کہ موجودہ قوموں کی حالت دیکھکر آدم خلیفۃ اللہ کی نسبت بھی علم غیب نہ ہونے کی وجہ سے یہ کہدیا کہ — کیا تو اس میں ایسے شخص کو مامور کرے گا جو فساد اور خونریزی کرے۔ اور فرشتوں کا یہ قول آدمؑ کی شان میں غلط ہی ثابت ہوا۔ کیونکہ آپ سے کسی فساد اور خونریزی کا ہونا ثابت نہیں۔ ابلیس کی نسبت یہ الفاظ ہیں۔ وَكَانَ مِنَ الْكَافِرِيْنَ (۲/۳۴) اس سے بھی ظاہر ہے کہ آدمؑ سے پہلے اور بدکار قومیں بھی تھیں۔ جن میں سے ایک ابلیس تھا۔ مجاہد ابن عباس سے روایت ہے کہ جنّ سے پہلے یہاں زمین پر ایک لوگ رہتے تھے جنھیں جنّ۔ بنّ۔ طمّ اور رم کہتے تھے۔ اور وہ سب ناپید تھے (دیکھو اخبار الدول اور آثار الدول کی چوتھی فصل) تفسیر فتح البیان میں ہے کہ جنوں نے زمین پر فساد برپا کیا۔ اللہ نے ادن پر ملائکہ کو بھیجا اور انہیں پہاڑوں اور سمندروں کی طرف ہنکا کر ادن کی جگہ آباد ہو گئے ایسا ہی خطیب شربینی سے تفسیر سراج المنیر میں ہے کہ زمین میں جنّ زمانہ دراز تک رہے پھر ادن میں حسد و بغاوت

پھیل کر فسادات ظاہر ہوئے۔ تب اللہ تعالیٰ نے اون پر ایک ملائکہ کا گروہ بھیجا جو جن کہلاتے تھے۔ یہ اوس جنت کے پاسبان تھے۔ اسی سے اون کا نام جن ہوا اون کا سردار ابلیس تھا۔ ایسا ہی ابن کثیر نے مجاہدؒ سے روایت کیا ہے ۔۔ امام محمد باقر رحمۃ سے روایت ہے کہ آدمؑ سے پہلے ہزار در ہزار آدم گذر چکے تھا۔۔۔ حضرت شیخ محی الدین ابن عربی فتوحات مکیہ کے باب "حدوث الدنیا" میں فرماتے ہیں کہ میں ایک دفعہ کعبہ کا طواف کرتا تھا۔ کچھ لوگ طواف کرتے تھے اون کی حالت سے معلوم ہوا کہ یہ کوئی روحانی گروہ ہے میں نے اون میں سے ایک کو کہا آپ لوگ کون لوگ ہیں اوس نے کہا ہم تیرے پہلے باپ داداؤں میں سے ہیں۔ میں نے کہا تمہیں کتنا عرصہ ہوا۔ کہا قریب پچاس ہزار سال کے میں نے کہا ہمارے اس آدمؑ کو تو اتنے برس نہیں ہوئے۔ اوس نے کہا تو کس آدم کی بابت کہتا ہے۔ اس اپنے قریبی آدم کی بابت یا کسی اور کی بابت میں سوچ میں پڑ گیا۔ اتنے میں مجھے ایک حدیث یاد آگئی کہ اللہ تعالیٰ نے ہمارے اس معلوم آدم سے پہلے لاکھ آدم پیدا کئے۔ پھر شیخ صاحب کہتے ہیں کہ میں عالم کشف میں حضرت ادریس نبی علیہ السلام سے ملا اور اس کشف کی صحت پر سوال کیا۔ پس ادریسؑ نے جواب دیا صدق الخبر و صدق شہودک و مکاشفتک

الغرض جب اللہ تعالیٰ نے ملائکہ اور اوس وقت کے بزرگوں کو الہاماً خبر دی کہ میں زمین میں خلیفہ بنانے والا ہوں تو اوس وقت کے ملائکہ اور بزرگوں نے موجودہ قوموں کے فساد اور خونریزی کو دیکھ کر عرض کی کہ اے خداوند کیا تو ایسے شخص کو زمین پر مامور کرے گا جو فساد اور خونریزی کرے۔ یہ سوال اس وجہ

Marfat.com

سے کیا گیا کہ وہ غیب کا علم نہ رکھتے تھے اور موجودہ قوموں کے فساد اور خونریزیاں اون کے سامنے تھیں۔ ساتھ ہی یہ بھی عرض کیا کہ ہم تو تیری تسبیح و تقدیس کرتے ہیں۔ مگر یہ خالی تسبیح و تقدیس اور شئے ہے اور قابلیت و حکومت اور شئے ہے۔ اس لیئے اللہ تعالیٰ نے اون کو جواب دیا "جو تم نہیں جانتے وہ میں جانتا ہوں"۔ پھر آدمؑ کو وہ کل نام سکھا دیئے . . . . آدمؑ کی ابتدائی تعلیم بھی اپنے ضروریات کے مطابق الہام الٰہی سے اسماء کے ساتھ (ذاتی وصفاتی ناموں سے) شروع ہوئی۔ یہی سلسلہ تعلیم ہر ایک آدمی کے ساتھ ہے .. . اور عام مشاہدہ کی بات ہے۔ اسماء پر جو الف لام ہے یہ خصوصیت کا ہے یعنے خاص چیزوں کے اسماء جو اون کے وقت اور خلافت کے لحاظ سے ضروری تھے . . . .

یہ ملائکہ جن کے واسطے خدمت آدم کا حکم ہوا تمام زمینی فرشتے تھے یعنی تمام ملائکہ جو زمینی امور سے متعلق ہیں جیسا کہ ایک آیت میں شیطان سے سوال ہے۔ کیا "تو نے تکبر کیا یا ملائکہ عالی مقامات سے تھا $\frac{۳۸}{۷۵}$" اس سے ظاہر ہے کہ اعلیٰ طبق کے ملائکہ اس سجدہ سے مستثنیٰ تھے۔ چونکہ شیطان ملاء اعلیٰ میں سے نہیں تھا اس لئے اوس کا انکار تکبر میں شمار کیا گیا . . . . آدمؑ کی جنت زمین پر تھی جس میں شیطان پہنچا۔ گناہ ہوا۔ الشجر کے پاس جانے سے آدم نکالے گئے۔ آرام کے بعد سخت دکھ پہنچا . . . . امام ابوحنیفہؒ اور صحابہؓ کا بھی یہی قول ہے کہ وہ جنت زمین میں تھی نہ کہ جنت الخلد۔ توراۃ شریف سے ظاہر ہے کہ یہ جنت عدن میں تھی۔ (پیدائش (۲)، باب ۱۸) پھر پیدائش (۳)، باب ۲۴ میں ہے کہ اوس نے آدم

Marfat.com

کو نکال دیا اور باغ عدن کے پورب کی طرف مقرر کیا۔ ۔ ۔ درخت ممنوع اغلباً انگور تھا۔ یہی درخت فتنوں کی جڑ ہے۔ (اکثر مفسرینؒ اور کئی صحابہؓ کا قول ہے) —— لفظ شجر کے معنی جھگڑے کے بھی ہیں۔ ۔ ۔ ۔ ۔

الغرض حضرت آدمؑ اپنی راست بازی اور نیک طینتی کے باوجود شیطان کے متواتر اور دائمی اغواء اور انسانی نسیان میں آکر خطا کر بیٹھے۔ پہلی زمین سے سفر کرکے ہندیا سراندیپ چلے آئے جیسا کہ حضرت علیؓ اور صحابہؓ و تابعینؒ سے مروی ہے۔

باغ عدن سے نکلنے کے بعد آدم کو اللہ تعالیٰ نے عطائے نبوت اور ہدایت کا وعدہ فرمایا جیسا کہ فَاِمَّا یَاْتِیَنَّكُمْ مِّنِّیْ هُدًى (۲/۳۸) سے ظاہر ہے۔ کیونکہ یہ وعدہ اِهْبِطُوْا مِنْهَا جَمِیْعًا کے بعد ہے۔ پس ظاہر ہے کہ یہ نسیانی خطا عطیہ رسالت سے پہلے صادر ہوئی تھی۔ ۔ ۔ ۔ ۔ "

قبیلہ ادوم۔ ایک دلچسپ توضیح

جناب سید سلیمان صاحب ندویؒ مرحوم نے تاریخ ارض القرآن طبع دوم مطبوعہ ۱۳۴۳ھ مطابق ۱۹۲۳ء کے صفحہ (۶۱) پر لکھا ہے کہ شمالی عرب میں ابتدائی عہد سے مختلف قبائل ادوم۔ عمورانی۔ مواب۔ بنوعمان۔ مدیانی اور عمالیق آباد تھے۔ عہد عاد و ثمود و ادوم (از ۲۵۰۰ قبل مسیح تا ۸۰۰ قبل مسیح) ہے۔ ہر قطعہ کو قبائل کی اضافت و نسبت سے ممتاز کرتے تھے مثلاً ادوم کی زمین وغیرہ۔

اسحاقؑ کے دو بیٹے تھے۔ ایک یعقوب جس کا لقب اسرائیل ہے اور دوسرے عیساؤ۔ ان کا لقب ادوم تھا۔ یہ شمالی عرب کے کوہ سروات میں آدومی

Marfat.com

قبائل کا جد اعلیٰ تھا صـــ۱۲۳ـــ شمالی عرب کے ایک کوہستانی مقام سا ہیرمیں ادومی عربوں نے ایک حکومت قائم کی تھی ـــ۱۶ـــ عیسو کا نام عرف عام میں ادوم (سرخ) تھا اسی لئے اس خاندان اور اس ملک کا نام ادوم پڑ گیا جلد دوم صـــ۲۸ـــ عرب کا تیسرا ابراہیمی قبیلہ ادوم ہے۔ اسی قبیلے میں حضرت ایوب ؑ مبعوث ہوئے تھے۔ قبیلہ ادوم کی مذہبی حالت سے قرآن نے کچھ تعرض نہیں کیا ہے۔ لیکن اس میں کسی پیغمبر کا مبعوث ہونا ہی اس بات کی شہادت ہے کہ کم از کم قبیلے کے کچھ افراد راہ راست پر تھے (جلد دوم صـــ۱۷۸ـــ)

جناب سلیمان ندوی صاحب نے قبیلۂ بنی ادوم کی ایک اچھی وضاحت فرمائی ہے مگر اس کی صراحت نہیں فرمائی کہ قرآن کریم میں بار بار "یٰبَنِیْٓ اٰدَمَ" سے جو مخاطبت ہے وہ اس قبیلہ سے متعلق ہے یا نہیں ؟

اختتام مجھے اپنی بے بضاعتی کا پورا احساس ہے اور یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ اللہ کا دست عطا کسی ظاہری علم و دولت اور ملک و وجاہت وغیرہ کا پابند نہیں ہے۔ وہ اپنے بندوں کی مانگ و جستجو کی تڑپ دیکھتا اور اپنے فضل و کرم سے سرفراز فرماتا ہے۔ بارہا ایسا ہوا کہ جب کبھی قرآنی تعلیم کی کوئی معقول توجیہہ سمجھ میں نہیں آئی اور غیر معقول شروحات سے اکتاہٹ پیدا ہوئی اور بے چینی بڑھ گئی کہ اقوال خدا کی مطابقت افعال خدا سے کیوں نہیں ہو رہی ہے تو اچانک مصنوعی غلاف ہٹا۔ انوارِ حقیقت نمایاں ہوئے اور ایمان کو ترو تازگی ملی۔ ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ۔

اس مسئلہ میں بھی قدرت کی دستگیری کا ایک نادر طریقہ ظہور پذیر ہوا۔

Marfat.com

بماہ رمضان ۱۳۴۸ھ مطابق فروری ۱۹۳۰ء ایک دیندار مجلس تفسیر میں قصہ آدم علیہ السلام مندرجہ سورہ بقرہ رکوع ۴ کے ماله وما علیہ پر تین دن تک کافی مباحث ہوئے مگر کوئی اطمینان بخش حل نظر نہیں آیا۔ میرا دماغ سخت ادھیڑ بن میں مبتلا تھا۔ ایک شب سحری کھاکر بستر پر لیٹتا ہوں کچھ غنودگی طاری ہے کہ یکایک آواز آئی ــــ "ارے یہ تو پیشینگوئی ہے"۔ اس وقت گو آنکھیں بند ہیں مگر پوری طرح بیدار ہوں اور قلب مسرت سے اچھل رہا ہے۔ اور آناً فاناً تائیدی خیالات پے در پے اس قبیل کے آرہے ہیں کہ سورۂ بقرہ پہلی مدنی سورۃ ہے اس قصے سے نبی کریم صلعم کو یہ بتلایا جارہا ہے کہ اب آپکی سرداری کا وقت آگیا ہے۔ نیکوکار اطاعت گزار رہینگے اور بداطوار حسد سے سرکشی کرینگے۔ فساد و خونریزی کی نوبت آئے گی سرشتہ وحشی لوگوں کے دل اس کو پسند نہیں کرتے مگر مصلحت خداوندی کا تقاضا یہی ہے کہ کھوٹے کھرے کا مقابلہ ہو جائے اور سنت اللہ کے مطابق قدرت کی بالادستی نمایاں ہو۔" دل کو سکون ملا۔ دوسرے روز مفسر صاحب سے جب اس واقعہ کا اظہار کیا تو ارشاد ہوا کہ "ہوسکتا ہے یہ صحیح ہو"۔

مذکورۂ بالا غیبی الفاظ نے گو ایک ہی قصہ کا شان نزول بتلایا مگر اس سے ایسی زبردست رہنمائی ملی کہ قرآن کے تمام قصص و حکایات کے وجوہ نزول معلوم کرنے کا رجحان پیدا ہوگیا۔ اور اس سے بے شمار فوائد حاصل ہوئے۔

Marfat.com

عاجز ہستی کی طرف سے بے نیاز وجود مطلق کا شکر کما حقہٗ ادا نہیں ہوسکتا تاہم دلی شکر گزاری کے ساتھ ادائے شکر کی ایک اچھی صورت یہ ذہن میں آئی کہ اوس کی بخشش کے ثمرات کو چھپا رکھنے کی بجائے اوس کی مخلوق کے آگے بکھیر دیا جائے تاکہ متلاشیانِ حق اوس کو لیں اور اپنی صلاحیتوں کے لحاظ سے اوس میں چار چاند لگا کر مفید سے مفید تر بناتے چلیں۔ مجھے "نہ ستائش کی تمنا نہ صلہ کی پروا" البتہ یہ آرزو ضرور ہے کہ خدا میری محنت کو قبول فرمائے اور اوس کی مخلوق اس سے فائدہ اٹھائے۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَآ اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

Marfat.com

تخلیق انسان

انسان کی ابتدا کس طرح ہوئی؟ موجودہ حالت تک کس طرح پہنچا؟ اور اس منزل سے آگے کس طرح ترقی کیجا سکتی ہے؟ اس سوال پر علمائے فطرت یعنی سائنٹسٹ صحیح نتیجے پر پہنچنے کے لئے عرصۂ دراز سے مصروف تحقیقات ہیں۔ قرآن کریم نے آج سے کم وبیش چودہ سو سال قبل جوبات چیدہ چیدہ طور پر بیان کی ہے۔ آج کا ترقیاتی و تحقیقاتی دور بالکل اوسی نتیجہ پر پہنچ رہا ہے جو ایک اُمّی انسان کی زبان سے بیان ہوا ہے۔ جدید تعلیم یافتہ طبقہ زمانۂ حال کے لوگوں کو مطمئن کرنے کی طرف مائل نہیں ہوتا۔ اس لئے دونوں طبقوں میں ایک بڑی خلیج حائل ہے۔ اس خلیج کو پاٹنے کی ذریعہ ہذا کوشش کی جارہی ہے۔ ہرچند کہ قرآن کریم کا بنیادی مقصد انسان کو اخلاقی تعلیم کے ذریعہ بلند سے بلند مقامات تک پہنچانا ہے۔ سائنس کی موشگافیوں میں الجھانا نہیں ہے۔ بایں اس کا انداز تفہیم ایسا پرحکمت ہے کہ سادہ غیر سائنٹسٹ سائنٹسٹ سب کو غور وفکر کی دعوت دے اور یکساں فائدہ پہنچائے۔

ت۲ تخلیق انسان کا ذکر قرآن کریم میں متعدد سورتوں میں آیا ہے۔ اخذ نتائج کے لئے ان تمام مقامات کو بالاختصار مع ترجمہ درج ذیل کیا جاتا ہے حوالہ اس طرح دیا گیا ہے کہ سورہ کا نمبر اوپر ہے اور آیت کا نمبر نیچے۔ اور باعتبار نزول غور کرنے والوں کی سہولت کے لئے جناب

Marfat.com

پروفیسر اجمل خان صاحب کی کتاب " ترتیب نزول قرآن " کے مطابق سلسلہ وار لکھا گیا ہے۔

(۱) خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ ــ انسان کو علق سے پیدا کیا (علق ۹۶/۲)

(۲) قُتِلَ الْاِنْسَانُ مَا اَکْفَرَهٗ ۝ مِنْ اَیِّ شَیْءٍ خَلَقَهٗ ۝ مِنْ نُطْفَةٍ ط ـ ہلاک ہو انسان کیا ناشکرا ہے۔ اوسے کس چیز سے پیدا کیا؟ نطفہ سے (عبس ۸۰/۱۷تا۱۹)

(۳) خُلِقَ الْاِنْسَانُ مِنْ مَّاءٍ دَافِقٍ ۝ انسان کو اچھل کر گرنے والے پانی یعنی مادہ تولید سے پیدا کیا گیا۔ (طارق ۸۶/۶)

(۴) وَقَدْ خَلَقَكُمْ اَطْوَارًا ۔ ۔ ۔ ۔ وَاللّٰهُ اَنْبَتَكُمْ مِنَ الْاَرْضِ نَبَاتًا ۝ اور تحقیق اوس نے تم انسانوں کو مختلف حالات سے گزار کر پیدا کیا ہے ۔ ۔ ۔ اور اللہ نے تمہیں زمین سے اس طرح اُگایا جس طرح نباتات کو اُگاتا ہے (نوح ۷۱/۱۴و۱۷)

(۵) اِنَّا خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنْ نُطْفَةٍ اَمْشَاجٍ ـ ہم نے انسان کو ملے جلے نطفہ سے پیدا کیا (دہر ۷۶/۲)

(۶) خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ صَلْصَالٍ کَالْفَخَّارِ ـ انسان کو ٹھیکری جیسی سوکھی ہوئی مٹی سے پیدا کیا (رحمن ۵۵/۱۴)

(۷) اِنَّا خَلَقْنٰهُمْ مِنْ طِيْنٍ لَّازِبٍ ـ ہم نے اون لوگوں کو چپٹ جانے والی مٹی سے پیدا کیا ہے (صافات ۳۷/۱۱)

(۸) بَدَاَ خَلْقَ الْاِنْسَانِ مِنْ طِیْنٍ ـ انسان کی تخلیق کی ابتدا

Marfat.com

مٹی سے کی (سجدہ ۳۲/۷)

(۹) وَقَالَ رَبُّكَ لِلْمَلٰٓئِكَةِ اِنِّیْ خَالِقٌ بَشَرًا مِّنْ طِیْنٍ۔ اور آپ کے رب نے فرشتوں سے کہا کہ میں مٹی سے ایک بشر پیدا کرنے والا ہوں۔ (ص ۳۸/۷۱)

بشر سے مراد انسان نہ کہ آدم ۱۵/۲۶و۲۸

(۱۰) وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنْ صَلْصَالٍ مِّنْ حَمَاٍ مَّسْنُوْنٍ ۝ .... وَاِذْ قَالَ رَبُّكَ لِلْمَلٰٓئِكَةِ اِنِّیْ خَالِقٌ بَشَرًا مِّنْ صَلْصَالٍ مِّنْ حَمَاٍ مَّسْنُوْنٍ ۝ اور تحقیق کہ ہم نے انسان کو سڑے ہوئے گارے کی بجتی ہوئی مٹی سے پیدا کیا . . . . اور (وہ وقت یاد کرنے کے قابل ہے) جب آپ کے رب نے فرشتوں سے فرمایا کہ میں ایک بشر (انسان) کو بجتی ہوئی مٹی سے جو سڑے ہوئے گارے سے بنی ہوگی۔ پیدا کرنے والا ہوں (حجر ۱۵/۲۶و۲۸)

(۱۱) هُوَ الَّذِیْ خَلَقَكُمْ مِّنْ تُرَابٍ ثُمَّ مِنْ نُّطْفَةٍ۔ وہی ہے جس نے تم کو تراب سے پیدا کیا پھر نطفہ سے (مومن ۴۰/۶۷)

(۱۲) وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنْ سُلٰلَةٍ مِّنْ طِیْنٍ۔ ثُمَّ جَعَلْنٰهُ نُطْفَةً۔ اور بے شک ہم نے انسان کو مٹی کے خلاصہ سے بنایا۔ پھر ہم نے اوس کو نطفہ سے بنایا (مومنون ۲۳/۱۲)

(۱۳) خُلِقَ الْاِنْسَانُ مِنْ عَجَلٍ۔ پیدا کیا انسان کو جلدبازی (یعنی مٹی) سے (انبیاء ۲۱/۳۷)

عجل کے معنی غریب القرآن فی لغات الفرقان مولفہ ڈاکٹر ابوالفضل کے صفحہ ۳۳۵ پر اور لغات القرآن مرتبہ پرویز صاحب کے صفحہ ۱۱۳۶ پر بحوالہ

Marfat.com

لغت حمیر و قاموس۔ جلد بازی اور طین اور کیچڑ درج کر کے لکھا گیا ہے کہ انسان کو مٹی سے پیدا کیا گیا۔

(۱۴) وَهُوَ الَّذِي خَلَقَ مِنَ الْمَاءِ بَشَرًا۔ وہی ہے جس نے انسان کو پانی سے پیدا کیا (فرقان ۲۵/۵۴)

(۱۵) خَلَقَكُمْ مِنْ نَفْسٍ وَاحِدَةٍ ثُمَّ جَعَلَ مِنْهَا زَوْجَهَا تم انسانوں کو نفس واحد سے پیدا کیا پھر اوسی سے اوس کا جوڑا بنایا (بقرہ کیا) (زمر ۳۹/۶ و نساء ۴/۱)

(۱۶) وَمِنْ آيَاتِهِ أَنْ خَلَقَكُمْ مِنْ تُرَابٍ ثُمَّ إِذَا أَنْتُمْ بَشَرٌ تَنْتَشِرُونَ ٥ وَمِنْ آيَاتِهِ أَنْ خَلَقَ لَكُمْ مِنْ أَنْفُسِكُمْ أَزْوَاجًا۔ اور اس کی نشانیوں میں سے ایک یہ ہے کہ تم انسانوں کو مٹی سے پیدا کیا۔ پھر تھوڑے ہی دنوں بعد تم بشر یعنے انسان بن کر پھیلے ہوئے پھرتے ہو۔ اور اوس کی نشانیوں میں سے یہ ہے کہ اوس نے تمہارے واسطے تمہاری جنس کی بی بیاں بنائیں (روم ۳۰/۲۰ و ۲۱)۔

(۱۷) وَاللّٰهُ خَلَقَكُمْ مِنْ تُرَابٍ۔ تم انسانوں کو خشک مٹی سے پیدا کیا (فاطر ۳۵/۱۱)

(۱۸) خَلَقَ الْإِنْسَانَ مِنْ نُطْفَةٍ۔ انسان کو نطفہ سے پیدا کیا (نحل ۱۶/۴)

(۱۹) هُوَ الَّذِي خَلَقَكُمْ مِنْ طِينٍ۔ وہی ہے جس نے تم انسانوں کو گیلی مٹی سے پیدا کیا (انعام ۶/۲)

Marfat.com

(۲۰) خَلَقَہٗ مِنْ تُرَابٍ ثُمَّ قَالَ لَہٗ کُنْ فَیَکُوْن۔ پیدا کیا اوس کو مٹی سے پھر اوس کو حکم دیا کہ ہو پس وہ ہو گیا۔ (آل عمران ۳/۵۹) اس کی وضاحت آگے آرہی ہے۔

(۲۱) فَاِنَّا خَلَقْنٰکُمْ مِّنْ تُرَابٍ ثُمَّ مِنْ نُّطْفَۃٍ۔ ہم نے تم انسانوں کو خشک مٹی سے پیدا کیا پھر نطفہ سے (حج ۲۲/۵)

گوشوارۂ اشیاء تخلیق

نمبر (۱) علق ۹۶/۲ (۲) نطفہ ۸۰/۱۹ و ۲/۷۶ و ۱۶/۴ و ۲۲/۵ = (۳) ماءٍ دافق یعنے اچھلتے پانی سے (مراد نطفہ) ۸۶/۶

(۴) اطواراً و نباتاً ۷۱/۱۴و۱۷ = (۵) نطفۂ امشاج یعنے ملے جلے نطفہ سے ۷۶/۲ —

(۶) صلصالٍ کالفخار یعنے ٹھیکری جیسی مٹی سے ۵۵/۱۴ = (۷) طین لازب یعنے چمٹ جانیوالی مٹی سے ۳۷/۱۱ — (۸) طین یعنے گیلی مٹی سے ۳۲/۷ و ۳۸/۷۰ و ۶/۲ =

(۹) صلصالٍ حماٍ مسنون یعنے سڑے ہوئے کیچڑ کی سوکھی مٹی سے ۱۵/۲۶و۲۸ —

(۱۰) تراب یعنے خشک مٹی سے ۴۰/۷ و ۳۰/۲۰ و ۳۵/۱۱ و ۳/۵۹ و ۲۲/۵ =

(۱۱) سُلٰلۃ طین یعنے مٹی کے ست۔ جوہر اور خلاصے سے ۲۳/۱۲ —

(۱۲) عجل یعنے مٹی سے ۲۱/۳۷ = (۱۳) ماءٌ یعنے پانی سے ۲۵/۵۴ —

(۱۴) نفس واحد یعنے ایک جان سے ۳۹/۶ و ۴/۱ =

تجزیہ اشیاء تخلیق

نمبر ۴ مذکورۂ بالا گوشوارہ سے ظاہر ہے کہ انسانوں کی ایک ہی نوع کو اوس کی ابتدائی پیدائش کی ایک ہی بات متعدد الفاظ اور مختلف طریقوں سے سمجھائی گئی ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ انسانوں میں باعتبار عقل و فہم مختلف مدارج ہوتے

Marfat.com

ہیں۔ ہر خطاب کے وقت مختلف الخیال اشخاص سے سابقہ ہوتا ہے اور مقصود سب کو سمجھانا ہے خواہ وہ شہری ہوں یا وحشی۔ متمدن ہوں یا غیر متمدن پس اس لئے ہر وقت کے مخاطبین کو ملحوظ رکھکر کلام کرنا نہایت ضروری ہے کہ عامی و عالم ہر ایک کے دل میں بات اتاری جائے اور سب کو ایک پلیٹ فارم پر جمع کیا جائے۔ ایک ہی شخص کی متعدد تقاریر کا مختلف انداز بیان اسی مصلحت پر مبنی ہوتا ہے۔ اس کو قرآن کی زبان میں تصریف آیات کہتے ہیں۔ اور حدیث کی زبان میں "کلام علیٰ قدر عقول"۔

اب اشیاء مذکور کو سلسلہ وار دیکھئے اور اندازہ کیجئے کہ اولیت کس کو حاصل ہے۔

(۱) عَلَقٌ۔ اس کے معنی تعلق اور محبت کے ہیں اور یہ ٹھوس مادی شئے نہیں ہے بلکہ انسان کی تمدنی صفت کا اظہار ہے کہ اس کے خمیر میں انس و محبت گوندھی گئی ہے جس کے صحیح استعمال سے اعلیٰ بنتا ہے اور اگر اس صفت سے کام نہ لے تو ادنیٰ یعنے حیوان شمار ہوتا ہے۔

(۲) نطفہ۔ یہ بحالت موجودہ برقراری نسل انسانی کا ذریعہ ہے اس کو اوّلیت اسلئے نہیں دیجا سکتی کہ آیات ($\frac{۲۰}{۶۷}$ و $\frac{۲۳}{۱۳}$ و $\frac{۲۲}{۵}$) میں نطفہ کو تراب اور سُلالۂ طین سے بنایا جانا مذکور ہے یعنے یہ ذریعہ پیدائش بعد کا ہے۔

(۳) ماءِ دافق۔ یہ نطفہ ہی کا دوسرا نام ہے لہذا نمبر (۲) میں شامل ہے۔

(۴) اَطواراً و نباتاً۔ یہ مٹی سے انسان تک درجہ بدرجہ ترقی کرنے کا

Marfat.com

بیان ہے۔ اور درختوں کی طرح نشو ونما پانے کی مثال سے ظاہر کیا گیا ہے۔ مسئلہ ارتقا کے ماہرین اسی آیت کو بنیاد بنا کر چلتے ہیں۔

(۵) نطفۂ امشاج۔ پہلے صرف نطفہ کا ذکر تھا۔ اب نر و مادہ کے ملے جلے نطفہ کا اظہار ہے۔ بات ایک ہی ہے۔ پس یہ بھی نمبر (۲) میں شامل ہے۔

(۶) صلصال کالفخار۔ اس سے مراد مٹی کی ایک خاص قسم یعنے ایسی گیلی مٹی جو سوکھ کر ٹھیکری جیسی بن گئی ہو۔

(۷) طین لازب۔ یہ بھی مٹی ہی کی ایک قسم ہے جس میں چمٹ جانے کی خاصیت پیدا ہو گئی ہو لہذا یہ نمبر (۶) میں شامل ہے۔

(۸) طین۔ گیلی مٹی کو کہا جاتا ہے پس یہ بھی نمبر (۶) میں شامل ہے۔

(۹) صلصال حمأ مسنون۔ سڑے ہوئے کیچڑ کی سوکھی مٹی مراد ہے۔ یہ بھی نمبر (۶) میں شامل ہے۔

(۱۰) تراب۔ خشک مٹی کو کہتے ہیں۔ یہ بھی نمبر (۶) میں شامل ہے۔

(۱۱) سلالۂ طین۔ مٹی کا خلاصہ۔ جوہر۔ ست۔ یہ بھی نمبر (۶) میں شامل ہے۔

(۱۲) عجل۔ لغت میں اس کے دو معنی ہیں۔ ایک جلد بازی اور دوسرے مٹی۔ کیچڑ۔ جلد بازی شئے نہیں صفت ہے اور مٹی شئے ہے لہذا یہ بھی نمبر (۶) میں شامل ہے۔

نمبرات ۶ تا ۱۲ کا تعلق ایک ہی نوع مٹی سے ہے اور آیت ۳۲ مندرجہ فقرۂ (۲) ضمن (۸) میں انسان کی تخلیق کی ابتداء مٹی سے بیان کی گئی ہے اس لحاظ سے طین یعنے گیلی مٹی کو اولیت کا درجہ حاصل ہے۔ کیچڑ۔

Marfat.com

ٹھیکری اور ست اس کے بعد کے مدارج ہیں۔

(۱۳) پانی، مٹی کا تراب کے درجہ سے طین کے درجہ تک پہنچنا بغیر پانی کے ممکن نہیں۔ پس جب طین کو اولیت کا درجہ دیا جائے تو پانی کو بھی لازماً یہی درجہ ملیگا۔ کیونکہ ان ہی دونوں کا امتزاج تخلیق کا سامان اول ہے۔

(۱۴) نفس واحدہ، جان کی ابتداء ایک جرثومۂ حیات، گیلی مٹی سے ایک نئی پیدائش۔

تجزیۂ اشیاء کی اس تفصیل سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ مٹی کے خلاصے سے انسان کی موجودہ حالت تک حکمت الہیٰ کا تدریجی عمل ہزارہا برس کے ایک ایک الٰہی دن میں تکمیل کے منازل طے کیا ہے۔ سائینسی دور سے پہلے کے علماء شریعت کا وہ پرانا تصور کہ انسان کی تخلیق کی تکمیل مٹی سے ہوئی یعنے مٹی کا انسانی پتلا بنا کر اوس میں روح پھونکی گئی اور وہ چلتا پھرتا انسان بنا اور اس پہلے انسان کا نام آدم تھا۔ قرآن مجید سے ثابت نہیں ہوتا۔ قرآن مجید نے آدم کو پہلا انسان نہیں کہا بلکہ پہلا خلیفہ کہا ہے (جس کی وضاحت مضمون خلافت آدم میں دیکھی جا سکتی ہے) اور جہاں تمام انسانوں کی تخلیق مٹی سے ہونا ظاہر کیا گیا ہے اس میں حضرت آدم کی کوئی تخصیص نہیں ہے۔ البتہ آدم کے مٹی سے پیدا ہونے کا ذکر آیات (۳۸ پ، ۱۲ پ ۷) میں ابلیس کی طرف سے بطور تحقیر کہا ہوا ہے۔ اللہ پاک کا فرمان نہیں ہے۔

| مماثلت آدم و عیسیٰ | ف۔ سورۂ آل عمران کی آیت نمبر (۵۹) سے ایک بڑی غلط فہمی پیدا ہوئی ہے۔ پوری آیت یوں ہے۔ اِنَّ مَثَلَ عِیْسٰی عِنْدَ اللّٰہِ کَمَثَلِ آدَمَ

Marfat.com

خَلَقَهٗ مِنْ تُرَابٍ ثُمَّ قَالَ لَهٗ كُنْ فَيَكُوْنُ"۔ اس کو بالعموم حضرت آدمؑ و عیسیٰؑ کی معجزانہ پیدائش کی مماثلت کے ثبوت میں پیش کیا جاتا ہے حالانکہ ربط کلام سے اس مماثلت کی کوئی تائید نہیں ہوتی۔ یہ آیت تیسرے پارے کے چودھویں رکوع میں ہے اس پورے رکوع میں آگے پیچھے نہ پیدائش آدم کا کوئی ذکر ہے اور نہ پیدائش عیسیٰؑ کا۔ بلکہ اس کا موضوع وفات عیسیٰؑ و رفع عیسیٰؑ اور انہیں کافروں سے پاک کرنے اور ان کے متبعین کو کافروں پر قیامت تک غالب رکھنے اور کافروں کو دنیا و آخرت میں شدید عذاب دینے سے متعلق ہے یعنی اس میں جو مماثلت بتلائی گئی ہے وہ ان دونوں حضرات آدمؑ و عیسیٰؑ کی برگزیدگی، ان کے تبلیغی کارنامے اور ان کی مخالفت کرنے والوں کے برے انجام سے متعلق ہے۔ قطع نظر اس کے کہ اس رکوع میں کسی کی پیدائش کا ذکر نہیں ہے۔ ان دونوں حضرات کی پیدائش یکساں بھی تو نہ تھی کہ اس کی مماثلت بیان کی جاتی۔ یہ دونوں حضرات صرف ماں سے پیدا شدہ نہیں تھے۔ اور نہ دونوں بغیر ماں باپ کے تھے۔ اس لئے پیدائشی مماثلت کا تصور بالکل بے جوڑ اور غیر متعلق ہے۔ معلوم ایسا ہوتا ہے کہ کسی مناظرہ میں برنگ مناظرہ ایک بے جوڑ بات نکلی اور وہ چل پڑی۔ اس میں الفاظ کن فیکون۔ تشریح طلب ہیں جو غلط فہمی کی بنیاد پائے جاتے ہیں۔

کن فیکون کی تشریح (۵) کن فیکون کے الفاظ قرآن کریم میں ۵ مقامات (۲/۱۱۷ و ۳/۴۷ و ۳/۵۹ و ۱۶/۴۰ و ۳۶/۸۲) پر آئے ہیں۔ سورۂ بقرہ ۲/۱۱۷ کی آیت اس طرح ہے۔

Marfat.com

بَدِيْعُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ط وَاِذَا قَضٰٓى اَمْرًا فَاِنَّمَا يَقُوْلُ لَهٗ كُنْ فَيَكُوْنُ ـ (حق تعالیٰ) موجد ہیں آسمانوں اور زمین کے۔ اور جب کسی کام کو پورا کرنا چاہتے ہیں تو بس اس کام کی نسبت (اتنا) فرما دیتے ہیں کہ ہو جا پس وہ (اسی طرح ہو جاتا ہے۔

(ترجمہ اشرف علی صاحب تھانوی) اور سورہ سجدہ ۳۲ کی آیات نمبر(۴ تا ۹) میں تخلیقی مدارج کی ترتیب اس طرح ارشاد ہوئی ہے ـــــ "اللہ ہی ہے جس نے آسمانوں اور زمین کو اور جو کچھ اس کے درمیان ہے چھ دنوں میں (یعنے چھ طویل المدت زمانوں میں) پیدا کیا۔ پھر عرش پر قائم ہوا (یعنے کائنات پر اپنی حکومت چلا رہا ہے) اوسے چھوڑ کر تمہارے لئے کوئی ولی اور شفیع نہیں ہے سو کیا تم نصیحت نہیں پکڑتے۔ وہ آسمان سے لیکر زمین تک ہر امر کی تدبیر کرتا ہے پھر وہ امر اوس کی طرف چڑھتا ہے ایک دن میں جس کا اندازہ تمہاری گنتی کے لحاظ سے ایک ہزار سال کے برابر ہے۔ وہی (اللہ) ہے غائب اور موجود کا جاننے والا۔ زبردست رحمت والا جس نے جو چیز بنائی خوب بنائی اور انسان کی پیدائش مٹی سے شروع کی۔ پھر اوس کی نسل کو خلاصہ اخلاط یعنے ایک بے قدر پانی سے بنایا پھر اوس کے اعضا درست کئے اور اس میں اپنی روح میں سے پھونکا (یعنی مختلف طاقتوں کی استعداد رکھدی) (یہاں تک ماضی کے صمائر ہیں اب یہاں سے حال کے صمائر شروع ہوتے ہیں) اور بنایا تمہارے لئے کان، آنکھیں اور دل (یعنے، دیکھنے اور سمجھنے کی صلاحیت عطا کی) مگر تم بہت ہی کم شکر کرتے ہو۔ (یعنے ان اعضا سے صحیح کام نہیں لیتے۔) ــ اور

Marfat.com

دوسری جگہ سورۂ حٰم سجدہ کی آیات (۹-۱۰) میں یہ صراحت ہے کہ زمین کی تخلیق دو دن (یعنے دو مراحل) میں اور اوس میں پہاڑ وغیرہ کی تکمیل چار دن (یعنے چار منازل) میں ہوی۔

ان آیات سے کن فیکون کی حقیقت کا اندازہ ہوتا ہے کہ اوس کا ایک امر بتدریج مدت مدید کے بعد تکمیل پاتا ہے۔ اوس کی حکمت کا تقاضا یہی ہے کہ مٹی سے نطفہ بننے تک تدریجی عمل۔ اور نطفہ سے باشعور انسان بننے تک تدریجی عمل۔ فرد سے جماعت بننے تک تدریجی عمل۔ بیج سے درخت بننے تک تدریجی عمل۔ کمزوری سے طاقت ور ہونے تک تدریجی عمل۔ طاقت سے ہلاکت تک تدریجی عمل۔ زندگی سے موت تک تدریجی عمل۔ قومی بھلائی کی جزا میں امتحان کا تدریجی عمل۔ اور قومی برائی کی سزا میں مہلت کا تدریجی عمل۔ غرض اتفاقی کن اور امتزاجی کن۔ دونوں میں تدریجی عمل دوربین نگاہوں سے مخفی نہیں اور کوتاہ نظریں اس حقیقت تک رسائی نہیں پاتیں۔

نوع بشر کی تخلیق سے متعلق سورۂ نوح (۷۱) کی آیات (۱۴ و ۱۷) میں واضح کیا گیا ہے کہ نوع بشر کو مختلف حالات سے گزار کر اس طرح پیدا کیا گیا ہے جس طرح زمین سے نباتات اگائے جاتے ہیں۔ اس بیان سے واضح ہوتا ہے کہ سنت اللہ یہ نہیں ہے کہ مٹی سے نباتات کے مجسمے بنا کر تر و تازہ کئے جائیں اور نہ یہ کہ انسان کا پتلا بنا کر پھونک مار کر زندہ کیا جائے۔ بلکہ سنت اللہ کا مشاہدہ یہ ہے کہ ہر چیز اوس کے مقررہ قانون کے مطابق ایک نوع سے دوسری نوع خلاصہ در خلاصہ بنا کرتی ہے۔ اور یہی اللہ کا پر حکمت کام ہے۔

Marfat.com

اب خَلَقَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ پر بھی نظر ڈال لیجیے۔

مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ | ف- قرآن کریم میں نَفْسٍ وَّاحِدَةٍ کے الفاظ حسب ذیل پانچ مقامات پر آئے ہیں (۱ و ۲) اوس نے تم لوگوں کو ایک ہی نفس سے پیدا کیا۔ پھر اوسی (ایک نفس) سے اوس کا جوڑا بنایا (زمر ۳۹/۶ و نساء ۴/۱)

(۳) وہ اللہ ایسا ہے جس نے تم سب کو ایک ہی نفس سے نشو و نما دیا پھر ایک مستقر یعنے ٹھہرنے کی جگہ ہے اور ایک اوس سے اگلی منزل (انعام ۶/۹۹)

(۴) وہ اللہ ایسا ہے جس نے تم سب کو ایک ہی نفس سے پیدا کیا اور اوسی (ایک نفس) سے اوسکا جوڑا بنایا تاکہ وہ اوس سے راحت حاصل کرے (اعراف ۷/۱۸۹)

(۵) نہیں پیدا کیا تم کو اور نہیں معبوث کیا تم کو مگر ایک نفس کی مانند (لقمٰن ۳۱/۲۸)

دیکھئے ہر جگہ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ کہا ہے۔ مِنْ بَشَرٍ وَّاحِدٍ یا مِنْ رَّجُلٍ وَّاحِدٍ کہیں نہیں کہا۔ اور نہ کہیں تمام انسانوں کو آدم سے پیدا کرنے کا ذکر ہے۔ اس جگہ نفس سے تخلیق ازواج کا ایک دوسرا استعمال بھی ملحوظ رہے۔ سورۂ روم (۳۰) کی آیت (۲۱) میں اس طرح ارشاد ہے۔

وَمِنْ اٰيٰتِهٖٓ اَنْ خَلَقَ لَكُمْ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ اَزْوَاجًا لِّتَسْكُنُوْٓا اِلَيْهَا۔ اوس کی نشانیوں میں سے یہ ہے کہ اوس نے تمہارے لئے تمہاری جنس سے بیبیاں بنائیں تاکہ تمہیں اوس سے سکون ملے ۳۰/۲۱

اس استعمال سے صاف ظاہر ہے کہ نفس واحدہ سے مراد حضرت آدمؑ

Marfat.com

قطعاً نہیں ہیں جیسا کہ عام طور پر سمجھا جاتا ہے بلکہ نفس واحدہ آدم سے الگ شئے ہے۔ جس طرح تمام انسانوں کی ازواج انسانوں ہی کے انفس سے پیدا کی گئی ہیں اوسی طرح آدم بھی انسان تھے وہ بھی نفس واحدہ سے پیدا ہوئے اور اون کی زوجہ حضرت حوّا بھی انسان تھیں وہ بھی نفس واحدہ سے پیدا ہوئیں۔ نفس کے معنی "جان" ہیں نفس کا اطلاق بے جان مٹی پر نہیں ہوتا۔

نفس واحدہ کی مختلف تعبیریں زمانہ ماضی میں

۵ حمائل التفسیر مطبوعہ ۱۹۰۶ء

مولفہ ڈاکٹر محمد عبدالحکیم خان صاحب ایم۔ بی۔ بی۔ ایس (جو تفسیر القرآن بالقرآن۔ مفتاح القرآن۔ مفتاح العرب اور تفسیر قرآن بزبان انگریزی وغیرہ کے مصنف بھی ہیں۔) کے صفحہ (۲۶۶) کا اقتباس اس نظر سے پیش ہے کہ ناظرین کرام کو اس مسئلے کے مختلف نقاط نظر سے واقفیت ہو جائے۔

"اے لوگو اپنے رب سے ڈرو جس نے تم کو نفس واحدہ سے پیدا کیا اور اوسی سے اوسکا زوج بنایا $\frac{۴}{۱}$ (یعنی ایک ہی عورت کے بطن سے یا بلحاظ تخم ایک ہی مرد کے نطفہ سے۔ یعنے اوسی کی جنس سے نہ کہ گائے بیل بکری وغیرہ دیگر حیوانات سے جیسا کہ آیات ذیل سے بھی مطلب صاف ہوتا ہے۔ وَمِنْ اٰیٰتِہٖٓ اَنْ خَلَقَ لَکُمْ مِّنْ اَنْفُسِکُمْ اَزْوَاجًا $\frac{۳۰}{۲۱}$ لَقَدْ جَآءَکُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِکُمْ $\frac{۹}{۱۲۸}$ رَبَّنَا وَابْعَثْ فِیْھِمْ رَسُوْلًا مِّنْھُمْ $\frac{۲}{۱۲۹}$ پس فرمایا کہ تم ہم ایک ہی ہیں پھر حسد، بغض اور تنفر کیوں کرتے

Marfat.com

پلو۔۔۔۔ آدم و حوّا کے تعلق سے مفسرین میں اختلاف ہے بعض کے نزدیک آدم کی پسلی سے حوّا پیدا ہوئیں اور وہی زوجہ بنیں۔ اور بعض کے نزدیک آدم حوّا سے پیدا ہوئے کیونکہ یہاں نفس مؤنث ہے اور زوج مذکر۔ فرمایا کہ مونث سے مذکر پیدا کیا۔ خَلَقَ مِنْهَا زَوْجَهَا نہیں فرمایا بلکہ خَلَقَ مِنْهَا زَوْجَهَا فرمایا ہے۔ انہیں معنوں کی تصدیق آیات ذیل سے بھی ہوتی ہے۔ اِنَّ مَثَلَ عِيْسٰى عِنْدَ اللّٰهِ كَمَثَلِ آدَمَ $\frac{3}{59}$ هُوَ الَّذِىْ خَلَقَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ وَّجَعَلَ مِنْهَا زَوْجَهَا لِيَسْكُنَ اِلَيْهَا $\frac{7}{189}$ وَمِنْ اٰيٰتِهٖٓ اَنْ خَلَقَ لَكُمْ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ اَزْوَاجًا لِّتَسْكُنُوْٓا اِلَيْهَا $\frac{2}{128}$ اور بعض کے نزدیک حوّا الگ نسل سے ہے اور آدم الگ نسل سے

حدیث اور توراۃ میں عموماً ہڈی پسلی کا محاورہ موجود ہے جیسے لَحْمُكَ لَحْمِىْ وَدَمُكَ دَمِىْ وغیرہ۔ جب یعقوبؑ کا رشتہ کرنے کی خواہش اون کے ننھیال میں کی گئی تو اونہوں نے کہا کہ تم ہماری ہڈی پسلی ہو ہم کیوں یہ رشتہ نہ کریں۔ پس آدم و حوّا باہم رشتہ دار تھے۔ ان کا نکاح ہو گیا۔ اور صوفیا کا مذہب ہے کہ آدم و حوّا یکدم جوڑے کا جوڑا پیدا ہوئے گویا کہ ملائکتہ اللہ نے اون کو باہم سے علیحدہ کیا۔

مٹی سے انسان تک تدریجی ارتقا

نمبر ۹۔ جناب مہر علی قریشی بی۔ اے نے ایک مقالہ پی۔ ایچ۔ ڈی کا تیار کیا تھا جو کتابی شکل میں ـــــ "روح۔ قرآن اور سائنس" ــــ کے نام سے شائع ہوا ہے۔ اس میں آیات ($\frac{17}{14}$ و $\frac{32}{7}$ و $\frac{17}{17}$ و ۲۳ ـــ) سے استدلال

Marfat.com

کرتے ہوئے جو نتیجہ اخذ کیا گیا ہے وہ درج ذیل ہے۔

"قرآن کریم کی رو سے سلسلۂ ارتقا کے تحت زندگی کی پہلی شکل نباتات ہے۔ جب کسی پودے کا بیج زمین میں بویا جاتا ہے تو وہ اپنی جڑوں سے گیلی مٹی کے اجزا لیکر بڑھتا ہے اور وہ تمام بے جان مٹی ترقی کر کے جاندار درخت کی شکل میں تبدیل ہو جاتی ہے۔ مٹی سے غلے اور نباتات پیدا ہوتے ہیں جن سے حیوان کو غذا ملتی ہے اور اوس کا خلاصہ نطفہ بنتا ہے۔ اس طرح ارتقا کے سلسلہ کے تحت ذرات مادی سے عالم نباتات بنا اور عالم نباتات سے عالم حیوانات بنا۔ نباتات اور حیوانات کو انسان نے کھایا۔ اس طرح مٹی کے اجزا ترقی کر کے اجزائے انسانی بن گئے اور انسان معرض وجود میں آیا۔ پھر نسل انسانی کو قائم رکھنے کے لئے خداوند تعالیٰ نے مرد و عورت کے مرکب نطفہ سے یعنے نطفۂ امشاج سے انسان کو پیدا کیا مٹی کے اجزا کا خلاصہ در خلاصہ نکل کر ایک انسان بن جاتا ہے (ص ۱۹)

شکم مادر کے تغیرات

ف ماہرین تولید نے ہزارہا تجارب و مشاہدات کے بعد یہ ایمان افروز اعلان کیا ہے کہ جس طرح آغاز میں زندگی مختلف مدارج سے ہوتی ہوئی منزل انسانیت تک پہنچی تھی اوسی طرح ایک حیرت انگیز سلسلہ ماں کے پیٹ میں کارفرما ہے۔ نطفہ، رحم مادر میں پہلے ایک خلیہ سا ہوتا ہے۔ اس کے بعد چند مدارج سے گذر کر جونک بنتا ہے۔ پھر مینڈک کی شکل اختیار کر لیتا ہے۔ پھر پرندوں کی طرح ایک چونچ سی نظر آنے لگتی ہے۔ اسکے

Marfat.com

بعد چوپاؤں کی صورت بدلتا ہے چوتھے مہینے میں سر و بازو کے ہمراہ ایک چھوٹی سی دم نکلتی ہے جو پانچویں مہینے میں غائب ہو جاتی ہے چھٹے مہینے میں نر و مادہ کی تمیز ہوتی ہے۔ آٹھویں میں آنکھیں کھلتی ہیں اور سر پر بال اُگ آتے ہیں۔ الغرض انسان کا بچہ تمام اون منازل سے گزرتا ہے جن سے زندگی کو آغاز آفرینش میں گزرنا پڑا تھا (ص ۲۲)"۔

علامہ مشرقی اور مسئلہ ارتقا

ملا بعض مسئلہ ارتقا حضرت علامہ مشرقیؒ نے نظریات علوم جدیدہ کا آیات قرآنی سے جو تقابل کیا ہے اور نفس واحدہ کی جو تشریح فرمائی ہے وہ نہایت عجیب و غریب اور اضافہ معلومات میں بے حد مفید ہے۔ یہ تقابل اون کی معرکۃ الآرا کتاب تذکرہ کے مقدمہ میں صفحات (۱۱ تا ۳۵) پر پھیلا ہوا ہے۔ وہ من وعن دیکھنے کے قابل ہے۔ علمی تحقیق میں تفکر و تدبر سے دلچسپی رکھنے والے حضرات اوسے ضرور دیکھیں۔ چونکہ اوس کا خلاصہ مافی الضمیر کو پوری طرح ادا نہ کر سکے گا۔ اس لئے صرف اوس کی اہمیت کا اندازہ کرنے کے لئے اوس کا تمہیدی نوٹ درج ذیل ہے۔

"مسئلہ ارتقا اون عالم آرا مسائل کے منجملہ ہے جس کی تصدیق میں مختلف قرون کے علماء نے بحثیں کیں اور بہ ہر بار متعدد اضافے ہوتے رہے۔ اہل یونان اور دولۃ الکبریٰ کے زمانہ عروج میں اس کے اعتراف کے آثار پائے جاتے ہیں۔ اہل ہند کی پرانی کتابوں میں کہیں کہیں اوس کا ذکر ملتا ہے۔ اسلام کے عہد عروج میں مختلف علماء نے بہت کچھ چھان بین کی۔ اس سلسلے میں الفارابی

Marfat.com

ابن سینا۔ ابن باجہ اور ابن مسکویہ خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔ یورپ کے عہد ارتقا میں سب سے زیادہ سربرآوردہ نام ہیگل، والٹے، ہکسلے اور ڈاروِن کے ہیں لیکن اس عظیم الشان نظریے کی ارتقائی شق کے دعوے کو اول اول جن علماء نے مستقل صورت دی وہ حکمائے اسلام ہی ہیں۔ ابن خلدون نے اس کی طرف اشارہ کیا ہے ابن خلکان نے بو علی سینا کے استاد معظم ابو نصر الفارابی کو اسلام کا سب سے بڑا حکیم کہا ہے۔ قرآن کریم کی حجت بالغہ اور شریعت خدا کی حکمت جامعہ۔ جہد للبقا کے اس طبیعی نتیجے پر تیرہ سو برس پہلے پہنچ چکی ہے صث

عارف رومیؒ کا نقطۂ نظر

ف۱۲۔ عارف رومیؒ نے زندگی کی ارتقا پذیر رواقی کا نقشہ یوں کھینچا ہے کہ پہلا درجہ جمادات کا تھا۔ دوسرا دور نباتات کا رہا۔ تیسرے درجہ میں حیوانات کے رینگنے چلنے اور اڑنے کی ہلچل رہی۔ اب ہم جس دور سے گزر رہے ہیں اس کو انسانی دور کہا جاتا ہے۔ خدا ہی جانتا ہے کہ اس کے بعد ترقی کے اور کتنے دور ہیں۔ کہتے ہیں کہ جب زندگی ایک دور سے دوسرے دور میں منتقل ہوتی ہے تو ادنیٰ سے اعلیٰ بنتی ہے۔ گویا ہر اگلا درجہ پچھلے درجے کے مقابلہ میں جنت ہوتا ہے پھر ہم اس دور کی موت سے کیوں گھبرائیں۔ آئندہ زندگی کا دور موجودہ زندگی سے بہتر ہوگا خود اُن کے الفاظ ملاحظہ ہوں۔

آمدہ اول بہ اقلیم جماد   از جمادی در نباتی او فتاد

Marfat.com

سالہا اندر نباتی عمر کرد | وز جمادی یاد نا ورد از نبرد
وز نباتی چوں بہ حیواں اوفتاد | نامدش حال نباتی ہیچ یاد
ہمچنیں اقلیم در اقلیم رفت | تا شد اکنوں عاقل و دانا و زفت
عقلہائے اولینش یاد نیست | ہم ازیں عقلش تحول کردنی ست

(مثنوی دفتر چہارم)

از جمادی مردم و نامی شدم | وز نما مردم بہ حیواں سر زدم
مردم از حیوانی و آدم شدم | پس چہ ترسم کے ز مردن کم شوم
حملۂ دیگر بمیرم از بشر | تا بر آرم از ملائک بال و پر
بار دیگر از ملک قربان شوم | آنچہ اندر وہم ناید آں شوم
پس عدم گردم عدم چوں ارغنوں | گویدم انا الیہ راجعون

(مثنوی دفتر سوم)

منزلِ آئندہ

ان ادوار ماضی پر غور کرنے کے بعد یہ حقیقت روشن ہو جاتی ہے کہ حالیہ دور ہی مختتم دور نہیں ہے بلکہ زندگی کا آئندہ مرحلہ اس سے زیادہ شاندار حیثیت سے رونما ہونے والا ہے جہاں کی آسائشیں اور لذائذ یقیناً اس سے زیادہ لطف انگیز و سکون بخش ہونگے جن کو حاصل کرنے کے لئے آج کا انسان اپنی اپنی سمجھ کے مطابق ایثار و قربانی کی کشتی پر سوار رواں دواں ہے۔

Marfat.com

اب دیکھنا یہ ہے کہ یہ ترقی کشمکش حیات کے ساتھ صرف اچھی صلاحیتوں کو بڑھاتی ہے یا کائنات کا ہر ذرہ ترقی کر جاتا ہے۔ ہمارا مشاہدہ ہے کہ سب یکساں ترقی نہیں کرتے۔ صرف صلاحیت والے اور نفع بخش اجزا ہی قابل قدر ہوتے ہیں۔ ہمارے جسم کی چھوٹی سی کائنات گواہ ہے کہ جسم میں داخل ہونے والی ساری غذا خون نہیں بنتی۔ یہی قانون کائنات کے ذرہ ذرہ میں نافذ ہے۔ نباتات کے دور نے جمادات کے وجود کو فنا نہیں کیا۔ حیوانات کے دور سے سارے نباتات ختم نہیں ہو گئے۔ یہ انسانوں کا دور ہے جس میں جمادات، نباتات اور حیوانات پسماندہ حالت میں سب موجود ہیں۔ اور ہر ترقی یافتہ نوع اپنی اپنی نشو و نما کے لئے پسماندہ نوع سے برابر استفادہ کر رہی ہے۔ قرآنی تعلیم یہ ہے کہ آئندہ بھی یہی ہو گا۔ ایمان صحیح اور عمل صالح کے لوگ زندگی کے آئندہ ترقی یافتہ مرحلے میں داخل ہوں گے[۱]۔ اور باقی اندھوں کی طرح ٹھوکریں کھاتے رہینگے[۲]۔

---

[۱] ۔ ایمان صحیح یعنے مفید حیات تصورات کو ماننا اور عمل صالح یعنے مفید انسانیت مسلمات سے فوائد حاصل کرنے کی جد و جہد میں ہمہ تن مصروف رہنا ۔ ہر کہ او را قوت تخلیق نیست ۔ نزد ما جز کافر و زندیق نیست
(علامہ اقبالؒ)

[۲] ۔ مصائب و مشکلات کی زندگی کا نام جہنم ہے تفصیل کیلئے دیکھئے مضمون "جنت و جہنم کی سیر"

Marfat.com

پس لازم ہے کہ انسان محض تقاضائے جسمانی و خواہشات نفسانی ہی میں الجھا نہ رہے بلکہ ذات انسانی کو سنوارنے اور آئندہ مرحلہ زندگی کے قابل بنانے کے لئے جسم کی پرورش ونگہداشت، انبیاء واولیاء وعلمائے حکمت و فطرت کے نمونوں کے مطابق جامع طور پر یعنی مفاد عام کے مدنظر کرتا رہے تاکہ خدا کی نظر میں دورِ آخرت کی بالاتر جنت کا مستحق قرار پائے۔ اور اوس سے سرفرازی نصیب ہو[۳]

ساری تعریفیں خدائے رب العلمین کے لئے ہیں۔ فقط

---

[۳] تفصیل کے لئے دیکھئے مضمون خلافتِ آدمؑ۔

Marfat.com

پیش لفظ

مشہور ہے کہ بی بی رابعہ بصریہؒ نے ایک ہاتھ میں پانی کا برتن اور ایک ہاتھ میں آگ کا برتن لیکر غصّے غصّے سے چلیں لوگوں نے پوچھا بی بی صاحبہؒ آج آپ پانی اور آگ لیکر غصّے غصّے سے کہاں تشریف لیجا رہی ہیں۔ فرمایا کہ لوگ اللہ کی محبت سے غافل ہو چکے ہیں۔ اور اللہ کی عبادت جنت کی لالچ یا جہنم کے خوف سے کرتے ہیں اس لئے میں چاہتی ہوں کہ جنت کو آگ لگا کر جلا دوں اور جہنم پر پانی ڈال کر بجھا دوں تاکہ آئندہ سے اللہ کی عبادت اللہ کی محبت میں ہوا کرے۔ یہ قصہ بڑا معنی خیز اور نہایت عبرت انگیز ہے۔

اس مضمون کو مرزا غالب نے یوں ادا کیا ہے کہ ؎

طاعت میں تا رہے نہ مے و انگبیں کی لاگ
دوزخ میں ڈال دو کوئی لیکر بہشت کو

مولانا رومؒ ایک بڑے پائے کے صوفی گزرے ہیں انہوں نے اپنی مثنوی کے دفتر چہارم میں جنت کی جو حقیقت بیان کی ہے اوس کا ترجمہ پیراہن یوسفی میں اس طرح کیا گیا ہے:-

حق کہے دیوار جنت کو نہیں — مثل دیواروں کے بے جان کر یقین
نے بنائی جنت آلے سے ولے — بل بنائی نیت و اعمال سے

Marfat.com

آب وگل سے یہ بنا مردہ ہوئی — طاعتوں سے وہ بنا زندہ ہوئی
فرش بے فراش کے خود ہو گئے — خانہ بے جاروب کے خود صاف ہے
بے اٹھائے سیر تخت اوس کا کرے — حلقۂ ودراوس کا قوالی کرے
دل کے اندر زندگی جنت کی ہے — فائدہ کیا جو زباں نے کہہ سکے

اب حضرت مولانا رومؒ کے شاگرد رشید ڈاکٹر اقبالؒ کو سنئے :۔

عمل سے زندگی بنتی ہے جنت بھی جہنم بھی — یہ خاکی اپنی فطرت میں نہ نوری ہے نہ ناری ہے
یہیں بہشت بھی ہے حور و جبرئیل بھی ہے — تری نگہ میں ابھی شوخی نظارہ نہیں

حضرت علامہ مشرقیؒ اپنی کتاب "خریطہ مشرقی" کے باب حقائق میں فرماتے ہیں:۔

جنت گفتی! کجاست جنت بہ بغل — آقائے دو کون یکے ست اے ہرزہ امل
اینجا نہ دہد خدا چو بے سعی بلیغ — گوہر بخشد چگونہ بے جہد و عمل

بی بی رابعہ بصریہ تو جنت وجہنم دونوں کو تباہ کرنے پر مائل تھیں مگر مرزا غالب کا انداز بیان دوسرا ہے انہوں نے جنت کو جہنم میں ڈال کر بھسم کردینے اور جہنم کو بدستور باقی رکھنے کا تصور دیا اور مذہبی طبقہ دنیائے حاضر وموجود کو مردار اور ایماندار لوگوں کے حق میں جیل خانہ بتلا کر مسائل حیات سے گریز کی راہ اختیار کیا اور دنیائے مستقبل وغائب کے ایسے عجیب وغریب قصے بیان کرتا ہے کہ غور وفکر کا حامل طبقہ اس کو ماننے سے ابا کرتا بلکہ مذاق اڑاتا ہے اور غالب کے صوفیانہ سرور (ہم کو معلوم ہے جنت کی حقیقت لیکن، دل کے بہلانے کو غالب یہ خیال اچھا ہے) کا ہمنوا ہو گیا ہے۔ یہ دونوں گروہ افراط وتفریط کے شکار ہیں جو مسلک اعتدال سے ناواقفیت کا نتیجہ ہے۔

Marfat.com

غرض یہ اور اسی قسم کے مختلف و منتشر خیالات نے مجھے مجبور کیا کہ سارے مختلف تصورات سے بے نیاز ہو کر خالق کائنات کے لازوال کلام کے پر نور سمندر میں غوطے لگاؤں اور وہاں سے بیش قیمتی موتی حاصل کروں۔ اس میں ایک عرصہ لگا مگر خدا کا شکر ہے کہ موتی ہاتھ لگا اور سکون قلب حاصل ہوا کہ اسلامی تعلیمات قسط و اعتدال پر مبنی ہیں۔ یہ ہر ایک کا مشاہدہ ہے کہ دنیائے موجود میں راحت بھی ہے۔ اور رنج بھی۔ راحت خاصہ ہے کائناتی قوانین کی پابندی کا۔ اور رنج نتیجہ ہے قوانین مقررہ سے سرکشی کا۔ خالق کائنات نے انسان کی تخلیق جنت کے لئے کی ہے۔ اس کی فطرت سلیمہ خلافت و جنت ہی کی مستحق ہے۔ یہ اگر فطرت سلیمہ سے اعراض کرتا ہے تو اپنے منصب خلافت و فضیلت سے تنزل کر دیا جاتا ہے اس طرح جلتی انسان جنت سے خارج ہو جاتا ہے۔ پھر یہ جاتا کہاں ہے؟ ظاہر ہے کہ جنت کی خوشحالیاں چھن جانے کے بعد اس کی زندگی رنج و تکالیف کی "بدحالیاں والی" زندگی ہوگی جو جنت کی ضد ہے اور جس کا اصطلاحی نام جہنم ہے۔ اس تفصیل کا صاف مطلب یہ ہے کہ دنیائے موجود سیدھے راستہ کی زندگی گزارنے والوں کے حق میں جنت ہے اور ٹیڑھے راستہ پر چلنے والوں کے لئے جہنم ہے۔ اور چونکہ دنیائے موجود کی زندگی ہی سب کچھ نہیں ہے۔ کائنات رواں دواں ارتقا پذیر ہے لہذا دنیائے مستقبل بھی علمی حقیقت ہے۔ اگلا دور بھی دنیائے موجود کی طرح راحت و تکالیف پر مشتمل دور ہوگا۔ گویا جنت و جہنم دنیائے موجود و دنیائے مستقبل دونوں جگہ ہے۔ جس طرح اللہ نے آخرت میں جنات و انہار اور خوشگوار زندگی کی بشارت دی ہے بالکل

Marfat.com

اسی طرح اس دنیا میں بھی فرمانبردار قوم کے لئے وہی جنات و انہار اور مرفہ الحال زندگی کی خوشخبری دی ہے۔ اس خصوص میں قرآنی تعلیمات واضح ہیں مگر جو لوگ کلام الہٰی کو تابع روایات انسانی سمجھنے کے عادی ہو گئے ہیں اور دنیائے موجود کو دارالعمل اور دنیائے مستقبل کو دارالجزا مانتے ہیں۔ یعنی دارالجزا میں عمل کرنے کا کوئی موقعہ نہیں رہے گا۔ ایسا اعتقاد رکھنے کے باوجود قیامت میں شفاعت کرانے کے لئے پیغمبروں کے پاس دوڑتے پھرنے اور وہاں انبیاء۔ اولیا۔ اتقیاء وغیرہ کی شفاعت کا عمل ہونے کا یقین بھی رکھتے ہیں۔[۱]

ایسے بے جوڑ عقائد کی وجہ اعمال میں کوتاہی آ گئی اور اسلام کی وہ کشش جو ہر سمجھدار انسان کو اپنے طرف کھینچ لیا کرتی تھی۔ ماند پڑ گئی۔ اتنا ہی نہیں بلکہ خود مسلمان کہلانے والے بھی موجودہ نظریات و اعمال اسلام سے بیزار ہو گئے۔ اسلام سے بیزاری پہلا مرحلہ تھا چونکہ دوسرا کوئی مذہب اسلامی نظریات سے بہتر نہیں ہے جس کے دامن میں وہ سکون حاصل کرتے اس لئے بیزاری کا دوسرا مرحلہ یہ ہوا کہ تعلیم یافتہ طبقہ سیکولرزم کی طرف جھک گیا۔ اور جاہل طبقہ اسلامی اعمال ترک کر کے صرف سنے سنائے عقائد اور آبائی رسوم کا بندہ رہ گیا۔ اب ہمارے موجودہ اسلام میں اغیار کے لئے کوئی وجہ کشش نہیں رہی۔ اگر مسلمانوں میں اسلامی نظریات و اعمال پہلے کی طرح رہتے تو حسب سابق قوموں کی قومیں

---

[۱] ۔ شفاعت کا کیا مفہوم ہے اور شفاعت کہاں ہوتی ہے اس کے لئے ملاحظہ ہو مضمون "شفاعت"

Marfat.com

مسلمان ہو جائیں۔ اور اسلام کا پرچم ساری کائنات ارضی پہ لہراتا۔ اور انسان غرض پیدایش کی تکمیل سے تقرب حق و لقائے رب سے مالا مال رہتا۔ دنیا کے موجود کو سنوارنے کا فریضہ صاحب جاہ و جلال حضرات اور شہرت یافتہ علمائے اسلام کو انجام دینا چاہئیے مگر وہ اس سے غافل نظر آرہے ہیں۔ اس لئے میں نے ارادہ کیا کہ خدائے ذرہ نوازنے مجھ ناچیز کو جو توفیق فہم قرآن عطا فرمائی ہے اوس کو قرآنی آیات کے حوالوں سے صاحبان فہم و ادراک کے ملاحظہ میں پیش کر دوں۔ پس آئیے آج جنت و دوزخ کی سیر حاصل سیر کریں اور حقیقت تک پہنچنے کی پر خلوص کوشش کریں۔ اور اس میں کامیابی کی خدا سے توقع رکھیں۔

میری یہ کوشش خشت اول ہے اور اللہ پاک سے دعا ہے کہ خدمت اسلام کا جذبہ رکھنے والے اور شہرت و فراغت سے مالا مال حضرات و علمائے کرام اپنے گرانقدر مال مصالحہ کے ساتھ ایک عالمگیر برادری کی اسلامی عمارت قائم کرنے کی جانب عاجلانہ مصروف ہو جائیں۔ اس سے نہ صرف میرا مقصد پورا ہوگا بلکہ منشاء خداوندی کی تکمیل ہوگی اور یہ حضرات عنداللہ بے حساب اجر پائینگے۔

وَمَا تَوْفِيقِي إِلَّا بِاللَّهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيمِ۔

Marfat.com

جنت وجہنم کی سیر

قرآن کریم سے واضح ہے کہ جنت مقام راحت وسکون ہے اور جہنم مقام ذلت وتکلیف۔ ان دونوں کا تعلق دنیائے حاضر و غائب یعنی زمانہ ماضی و حال و مستقبل سب سے ہے۔ لفظ مستقبل میں موجودہ زندگی میں پیش آنے والا زمانہ اور مرنے کے بعد کا دور جدید دونوں شامل ہیں، مگر ہمارا بگڑا ہوا روایاتی ذہن یہ ہے کہ ان لفظوں کا تعلق دنیائے حاضر سے ہے ہی نہیں۔ یہ صرف اوس آخرت ہی سے مختص ہے جو کرۂ ارض کی تباہی کے بعد قائم ہوگی اس غلط ذہنیت نے مسلمانوں کو رہبانی صفت بنا دیا۔ دیندار اور دنیادار کے مخالف گروہ بن گئے۔ اور مسلمانوں کی اجتماعی زندگی گویا کہ فنا ہو گئی جس کی بدولت افلاس ونکبت۔ ذلت ورسوائی کا عذاب مسلط ہوگیا ہے۔ اور ساری قوم زمانۂ نزول قرآن کے یہود ونصاریٰ کی طرح امروز کھو کر فردائے قیامت کی جھوٹی خوش فہمیوں میں مبتلا ہے۔ نوبت بایں جا رسید کہ اگر کوئی اس طرف متوجہ کرے تو وہ موجب استہزاء اور ہدف لعن طعن بن جاتا ہے۔ کافروں کو مومن بنانے والی قوم آج مومنوں کو کافر بنانے میں مصروف ہے۔ لہذا قرآن کو ماننے والی قوم کے سامنے قرآنی آئینہ پیش

Marfat.com

کیا جاتا ہے تاکہ اپنا عکس دیکھکر اصلاح حال کی طرف متوجہ ہو سکے۔

اقوام گزشتہ کا جنت سے اخراج

(۱) پھر ہم نے اون فرعونیوں کو جنّت و عیون یعنے باغوں اور چشموں سے نکال دیا اور خزانہ و عزت والے مقام سے بھی (بے دخل کر دیا) اور ان چیزوں کا وارث موسیٰؑ کے ساتھی بنی اسرائیل کو کر دیا[1]

(۲) (حضرت ہودؑ نے قوم عاد سے کہا) اللہ سے ڈرو جس نے تمہاری مدد چار پایوں سے اولاد سے اور جنّت و عیون یعنے باغوں اور چشموں سے کی ہے۔ میں تمہیں ایک بڑے دن کے عذاب سے ڈراتا ہوں[2]

(۳) (حضرت صالحؑ نے قوم ثمود سے کہا) اللہ سے ڈرو کیا تم ان جنّات و عیون یعنے باغوں اور چشموں کھیتوں اور کھجوروں میں امن میں چھوڑ دئے جاؤ گے

(۴) زمین میں پاس پاس قطعے اور جنّت اعناب یعنے انگوروں کے باغ کھیتی اور کھجوریں . . . ہیں۔ اس میں عقل سے کام لینے والی قوم کے لئے نشانیاں ہیں[4] ان باغوں سے پھل کھائیں[5]

(۵) ہم نے بادل سے برکت والا پانی اتارا۔ اوس کے ساتھ جنّت یعنے باغ اگائے اور کھیتی جو کاٹی جاتی ہے اور لمبی لمبی کھجوریں جنکا گابھا تہ بتہ ہے[6]

(۶) سورۂ ابراہیم کی آیات (۹ و ۱۵) میں قوم نوح و عاد و ثمود کے ذکر کے بعد آیت نمبر (۲۳) حسب ذیل ہے۔

---

[1] شعرا ۲۶ / ۵۷ تا ۵۹ دخان ۴۴ / ۲۵ تا ۲۸ — [2] شعرا ۲۶ / ۱۳۱ تا ۱۳۴

Marfat.com

"ایمان دار لوگ جو عمل صالح کے پابند تھے نہروں والے جنت میں داخل کئے گئے وہ اوس میں ہمیشہ رہینگے جب تک خدا راضی رہے گا۔ (بِاِذْنِ رَبِّھِمْ) اور اون کے اندر سب طرف سے یہی دعائے خیر ہوگی کہ امن سے رہو" ترجمہ شیخ الہند وابو الکلام آزاد)

اس آیت میں (اُدخِل) کا ماضی کا صیغہ اس امر کی ناقابل انکار دلیل ہے کہ جنت سے مراد ارضی بادشاہت ہی ہے۔ جو نیکوں کو عطا فرمادی گئی تھی۔

چار جنتوں کا ذکر [۲]

جو شخص اپنے رب کے سامنے کھڑا ہونے کی فکر رکھتا ہے اوس کے لئے دو جنت ہیں ان سے ادھر دو اور جنت ہیں۔ تم خدا کی کن کن نعمتوں اور قدرتوں کو جھٹلاؤ گے [۴]

ان چار جنتوں کے ذکر سے یہ واضح ہوتا ہے کہ دنیا میں دو جنتیں ہیں ایک مادی اور ایک روحانی۔ اسی طرح آخرت میں بھی مادی و روحانی دو جنتیں ہیں۔ انسان کو ان چاروں جنتوں کے حصول کی جد و جہد میں مشغول رہنا چاہئے۔

جنت کی وسعت

(۳-۱) سبقت کرو اپنے رب کی مغفرت کی طرف اور جنت کی طرف جس کی فراخی چوڑائی اکشادگی آسمان و زمین کی فراخی کی طرح ہے وہ اون لوگوں کے لئے تیار کی گئی ہے جو اللہ اور اوسکے رسولوں پر ایمان لاتے ہیں [۵]

---

[۳] شعرا ۲۶/۱۴۳ تا ۱۴۸ [۴] رعد ۱۳/۴ [۵] یٰسین ۳۶/۳۳ تا ۳۶ [۶] ق ۵۰/۹ مومنون ۲۳/۱۹ نوح ۷۱/۱۱ و ۱۲ نبا ۷۸/۱۲ تا ۱۶ انعام ۶/۱۰۰ [۷] رحمن ۵۵/۴۶ تا ۶۸

Marfat.com

(۴) اپنے رب کی مغفرت اور اوس جنت کی طرف جلدی کرو جس کی وسعت آسمانوں اور زمین کے برابر ہے وہ متقیوں کے لئے تیار کی گئی ہے۔ وہ جو آسودگی اور تنگی میں خرچ کرتے ہیں اور سخت غصب کو دبا لینے والے اور لوگوں کی خطاؤں سے درگزر کرنے والے ہیں۔ اور اللہ احسان کرنے والوں سے محبت کرتا ہے[۹]

جنت و جہنم کے دروازے اور گروہ گروہ داخلہ

(۱) جو کافر ہیں وہ جہنم کی طرف گروہ گروہ بنا کر ہانکے جائینگے یہاں تک کہ جب جہنم کے پاس پہنچینگے تو اوس کے دروازے کھول دیئے جائینگے۔ ۔ ۔ تکبر کرنے والوں کا برا ٹھکانا ہے اور جو لوگ اپنے رب سے ڈرتے تھے وہ گروہ گروہ جنت کی طرف روانہ کئے جائینگے یہاں تک کہ جب جنت کے پاس پہنچینگے تو اوس کے دروازے کھلے ہوئے ہونگے۔ اچھے عمل کرنے والوں کا اچھا بدلہ ہے[۱۰]

(۲) (ابلیس کو جواب دیا گیا کہ) میرے بندوں پر تیرا کوئی غلبہ نہیں سوائے اس کے جو بہا ملوں میں سے تیری پیروی کرے اور یقیناً ان سب کے وعدہ کی جگہ جہنم ہے اس کے سات دروازے ہیں۔ ہر ایک دروازے کے لئے اون لوگوں کے الگ الگ حصے ہیں[۱۱]

نوٹ :۔ (سات دروازوں کی تشریح جمیل احمد خاں صاحب کوکب شاہجہانپوری نے اس طرح کی ہے کہ گناہ کرنے کے سات ذریعے ہیں۔ ان ساتوں

شہ۔ حدید ۵/۲۱ ۔ ۹ آل عمران ۳/۱۳۳ ۱۰ زمر ۳۹/۷۳ تا ۷۴ ۱۱ حجر ۱۵/۴۴ تا ۴۲

Marfat.com

ذریعوں سے عذاب کا احساس ہوگا (۱) قوت دیدیہ" کاش اوس وقت کا نظارہ منکرین اپنے ذہن میں لاسکیں جب وہ عذاب دیکھینگے"۔ (بقرہ ۲/۱۶۵)

(۲) قوت سامعہ۔"جب وہ دوزخ کے سامنے اوس کی تیز آواز اور چیخ سُنینگے"۔ (فرقان ۲۵/۱۲)

(۳و۴) قوت شامہ و ذائقہ۔"وہ گندے اور میلے پانی پینے کو دئے جائینگے جن کو بدمزہ اور بو کے سبب، سے وہ نگل نہیں سکینگے۔ (ابراہیم ۱۴/۱۶ او ۱۷)

(۵) قوت لامسہ" اون کو بستر اور اوڑھنے بھی عذاب کے ہی ملینگے (اعراف ۷/۴۱)

(۶) قوت حاسہ۔"گرمی اور سردی کا عذاب چکھو" (ص ۳۸/۵۷)

(۷) قوت فاعلیہ" اوسدن کچھ منہ ذلیل ہونگے۔ محنت کرینگے اور تھکینگے اور نتیجہ کچھ نہ نکلیگا"۔ (غاشیہ ۸۸/۳ تا ۲)

جنت اور جہنم میں رزق

"(۱) نیکوکار جنت میں داخل ہونگے ... اوس میں کوئی بیہودہ بات نہیں سُنینگے بجز سلام۔ اوس میں اون کا رزق صبح اور شام ملیگا۔ یہ وہ جنت ہے جس کا وارث ہم نے متقیوں کو بنایا"[۱۲] (مریم ۱۹/۶۰ تا ۶۳)

(۲) "نیکوکار جنت میں خوش رہینگے۔ ان پر سونے کے طباق اور کوزے لئے پھرینگے اس میں وہ ہے جس کی دل آرزو رکھتے ہیں اور جس سے آنکھیں لذت پاتی ہیں۔ یہ وہ جنت ہے جس کے تم وارث کئے گئے ہو، بہ سبب اوس کے جو تم کرتے تھے"[۱۳]

---

[۱۲] مریم ۱۹/۶۰ تا ۶۳ [۱۳] زخرف ۴۳/۶۹ تا ۷۲

Marfat.com

(۳) اصحاب النار یعنے جہنمی لوگ جنت والوں کو پکارینگے کہ ہم پر کچھ پانی بہاؤ یا اللہ نے تم کو جو رزق دیا ہے اوس سے کچھ دو۔ تو جنتی کہینگے اللہ نے ان چیزوں کو کافروں پر حرام کیا ہے" ۱۴؎

ان آیات سے ظاہر ہے کہ اہل جنت کو عزت کی روٹی ملیگی اور اہل جہنم بے عزتی کی زندگی گزارینگے۔

سمجھ بوجھ سے کام نہ لینے والے جہنمی ہیں

ف۔ "یقیناً ہم نے بہت سے جنوں اور انسانوں کو جہنم کے لئے چھوڑ رکھا ہے۔ ان کے دل ہیں جن سے وہ سمجھ کا کام نہیں لیتے۔ انکی آنکھیں ہیں جن سے دیکھنے کا کام نہیں لیتے اور ان کے کان ہیں جن سے وہ سننے کا کام نہیں لیتے۔ وہ چارپایوں کی طرح ہیں بلکہ ان سے بھی زیادہ گمراہ یہی بے خبر ہیں" ۱۵؎

جنت و جہنم کا تعلق دل سے بھی

ف (۱) "اے اطمینان پانے والی جان اپنے رب کی طرف لوٹ آ۔ تو اوس سے راضی وہ تجھ سے راضی۔ پس میرے بندوں میں داخل ہوجا اور میری جنت میں داخل ہوجا" ۱۶؎

(۲) "اللہ کی جلائی ہوئی آگ دلوں میں بھڑکتی ہے اور لمبے لمبے ستونوں میں انسان کو گھیر لیتی ہے" ۱۷؎

۱۴؎ اعراف ۵۰/۷　۱۵؎ اعراف ۱۷۹/۷　۱۶؎ فجر ۸۹/۲۷ تا ۳۰　۱۷؎ ہمزہ ۱۰۴/۶ تا ۹

Marfat.com

جنتیوں اور دوزخیوں کی گفتگو

ف" اصحاب جنت نے اصحاب نار کو پکارا کہ بیشک ہمارے پروردگار نے جو کچھ ہم سے وعدہ کیا تھا ہم نے اوسے سچا پایا ہے۔ پھر کیا تم نے بھی وہ باتیں ٹھیک پائیں جن کا تمہارے پروردگار نے تم سے وعدہ کیا تھا۔ دوزخی جواب میں بولے۔ ہاں۔ تب ایک پکارنے والے نے پکار کر کہا۔ ظالموں پر خدا کی لعنت ہو۔ اور اعراف والے پکارینگے کچھ مردوں کو جن کے نشانوں سے پہچانتے ہونگے۔ کہینگے تم کو تمہاری جمعیت (یعنے تمہارے ساتھیوں) نے کوئی فائدہ نہ دیا اور نہ اوس نے کوئی فائدہ دیا جس کی تم بڑائی کرتے تھے۔ اور آگ والے جنت والوں کو پکارینگے کہ ہم پر کچھ پانی بہاؤ یا اللہ نے جو کچھ تم کو رزق دیا ہے اوس میں سے دو (تو جنت والے کہینگے) اللہ نے ان کو کافروں پر حرام کیا ہے" ۱؎

(۲) جس دن تو مومن مردوں اور مومن عورتوں کو دیکھے گا کہ اُن کا نور اُن کے آگے اور ان کے دائیں دوڑ رہا ہوگا۔ آج تمہارے لئے جنت کی خوشخبری ہے جن کے نیچے نہریں بہتی ہیں انہیں میں رہو گے یہی بھاری کامیابی ہے۔ جس دن منافق مرد اور منافق عورتیں ایمان والوں سے کہینگے ہمارا انتظار کرو ہم بھی تمہارے نور سے روشنی لیں۔ کہا جائے گا اپنے پیچھے کو لوٹ جاؤ اور نور تلاش کرو۔ پس اُن کے درمیان ایک دیوار حائل کردی جائیگی

۱؎ اعراف ۴۴ تا ۵۰

Marfat.com

اوس کا ایک دروازہ ہوگا اوس کے اندر کی طرف رحمت ہے اور باہر کی جہت سے عذاب ہے۔ یہ انہیں پکاریںگے کہ کیا ہم تمہارے ساتھ نہیں تھے۔ کہینگے ہاں لیکن تم نے اپنی جانوں کو فتنہ میں ڈالا۔ انتظار کرتے رہے اور شک میں پڑے رہے۔ اور تمہیں آرزوں نے دھوکے میں رکھا یہاں تک کہ اللہ کا حکم آگیا۔ اور بڑے دھوکہ باز نے تمہیں دھوکہ میں رکھا۔ سو آج تم سے فدیہ نہیں لیا جائیگا اور نہ اون لوگوں سے جنھوں نے کفر کیا۔ تمہارا ٹھکانا آگ ہے۔ وہی تمہاری مددگار ہے اور وہ بری جگہ ہے[۱۹]

(۳) "ہر شخص اوس کے بدلے جو اوس نے کمایا ہے گرفتار ہوگا سوائے دائیں ہاتھ والوں کے۔ وہ جنتوں میں ہونگے ایک دوسرے سے سوال کرینگے مجرموں کے بارے میں۔ تمہیں کیا چیز سقر (یعنے دوزخ) میں لائی۔ کہینگے ہم نمازیوں میں سے نہ تھے اور ہم مسکین کو کھانا نہیں کھلاتے تھے۔ اور ہم باتیں کرنے والوں کے ساتھ ملکر باتیں کیا کرتے تھے۔ اور ہم جزا و سزا کے دن کو جھٹلاتے تھے یہاں تک کہ ہمیں یقین نے آلیا"[۲۰]

(نوٹ) "جنتی جنت میں ہونگے اور جہنمی جہنم میں ہوں گے پھر ان جنتیوں اور جہنمیوں کی گفتگو کہاں ہوگی؟ جنت میں یا جہنم میں؟ یا دنیا کے انقلابات کے بعد دنیا ہی میں؟ یہ سوال اس نقطۂ نظر سے غور طلب ہے کہ جنت و جہنم دو علحدہ علحدہ مقامات ہیں یا ایک ہی مکانیت کے مختلف

---

[۱۹] حدید ۵۷ / ۱۲ تا ۱۵ [۲۰] مدثر ۷۴ / ۳۸ تا ۴۷

Marfat.com

حالات کا تذکرہ ہے جیسے ایک ہی گھر میں بیمار تڑپتا رہتا ہے اور صحت مند تندرست ہنستا رہتا ہے۔ اور اس باہمی گفتگو کا تعلق دنیاوی انقلابات سے ہے یا ارض و سما کی تباہی کے بعد والے دور جدید سے ؟ جب قرآن مجید نے دنیاوی باغات اور حکومتوں کو بھی آیات (۱۳/۴ و ۲۶/۵۷ و ۱۳۴ و ۳۴/۲۵ وغیرہ) میں جنّات ہی کے نام سے استعمال کیا ہے تو اس گفتگو کا تعلق بھی دنیا کے انقلابی زمانہ سے متعلق کرنے میں کوئی دشواری باقی نہیں رہتی نیز یقین آنے کا ذکر بھی بدرجہ اولیٰ انقلابی دور سے منطبق ہوتا ہے۔

مدت قیام نار و گلزار

"جس وقت وہ (بدلہ کا) دن آئے گا کوئی شخص خدا کی اجازت کے بغیر بات تک بھی نہ کر سکیگا۔ پھر اون میں یہ فرق ہوگا کہ بعضے تو شقی (یعنے بدکار) ہونگے اور بعضے سعید (یعنے نیکوکار) ہوں گے سو جو لوگ شقی ہیں وہ تو فی النار (یعنے دوزخ میں) ایسے حال سے ہونگے کہ اوس میں اون کی چیخ پکار پڑی رہیگی۔ اور ہمیشہ ہمیشہ اوسی میں رہنگے جب تک زمین و آسمان قائم ہیں بجز اس کے کہ خدا ہی کو نکالنا منظور ہو۔ آپ کا رب جو کچھ چاہے اوس کو پورے طور سے کر سکتا ہے۔ اور رہ گئے وہ لوگ جو سعید ہیں سو وہ جنت میں ہونگے اور وہ اوس میں ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے جب تک زمین و آسمان قائم ہیں بجز اس کے کہ خدا ہی کو نکالنا منظور ہو، وہ غیر منقطع عطیہ ہوگا۔"[۲۱]

ان آیات میں آسمان و زمین کے تباہ ہونے سے پہلے کے جہنم و جنت کا

۲۱ھ ہود ۱۱/۱۰۵ تا ۱۰۸ ، ۲۲ھ حاقہ ۶۹/۱۴ تا ۱۶ ، ۲۳ھ سبا ۳۴/۷

Marfat.com

ذکر ہے کیونکہ جہنم و جنت دونوں کے لئے یکساں فرمایا گیا ہے کہ "خَالِدِیْنَ فِیْهَا مَادَامَتِ السَّمٰوٰتُ وَالْاَرْضُ اِلَّا مَاشَآءَ رَبُّكَ" زمین و آسمان کے ٹوٹ پھوٹ جانے کے بعد[22] جو نئی دنیا "خلق جدید" بنائی جائیگی[23] اوس وقت کی جنت و دوزخ کا حال اللہ ہی بہتر جانے مگر اِلَّا مَاشَآءَ رَبُّكَ کا اطلاق وہاں بھی ہو گا کہ ہر چیز کا فنا ہونا ضروری ہے[24]

جنت غیب میں اور حقیقت مخفی

ف (۱) جنّت عدن (یعنے ہمیشہ رہنے کے باغ) جن کا رحمٰن نے اپنے بندوں سے وعدہ کیا ہے غیب میں ہے[25]

(۲) کوئی شخص اوسے نہیں جانتا جو آنکھوں کی راحت سے اون کے لئے چھپا کر رکھا گیا ہے اوس کا بدلہ جو وہ عمل کرتے ہیں تو کیا وہ جو مومن ہے اوس کی طرح ہو سکتا ہے جو نافرمان ہے ۔ دونوں برابر نہیں ۔ وہ جو ایمان لائے اور اچھے عمل کرتے ہیں اون کا ٹھکانا جنّت (یعنے باغات) ہیں یہ اون کی مہمانی ہے بہ سبب اوس کے جو وہ کرتے تھے[26]

فردوس جو تیرا ہے کسی نے نہیں دیکھا
افرنگ کا ہر قریہ ہے فردوس کی مانند (اقبال)

اچھے بُرے جنّات کی تبدیلی

ف (۱) سبا کے لئے اون کی سکونت کی جگہ میں ایک نشان تھا ، دائیں اور

---

[22] رحمٰن $\frac{55}{26}$ [25] مریم $\frac{19}{61}$ [26] سجدہ $\frac{32}{17 \text{ تا } 19}$ -

Marfat.com

بائیں دو جنتیں۔ یعنی دو باغ تھے اون سے کہا گیا تھا کہ اپنے رب کے دیئے ہوئے رزق سے کھاؤ اور اوس کا شکر کرو۔ رہنے کے لئے اچھا شہر ہے اور بخشنے والا رب ہے۔ تو اوہنوں نے منہ پھیر لیا سو ہم نے اون پر زور کا سیلاب بھیجا اور اون دو اچھے جنات کی جگہ دو اور جنات بدل دیئے جن میں تلخ میوے اور جھاؤ اور کچھ تھوڑی سی بیریاں تھیں۔ یہ سزا ہم نے اونہیں اس لئے دی کہ انہوں نے ناشکری کی۔ اور ہم ناشکر گزار کو ہی سزا دیتے ہیں۔[۲۷]

یہاں بہت صاف ہے کہ جنات کے معنی دنیاوی باغات ہیں۔ جنات حاصل کس طرح ہوتے ہیں اس کے لئے آگے دیکھئے۔

جنت کی قیمت

[۲۸] (۱) بے شک اللہ نے ایماندار لوگوں سے اون کی جانوں اور اون کے مالوں کو جنت کے عوض خرید لیا ہے۔ وہ لوگ اللہ کی راہ میں لڑتے ہیں جس میں قتل کرتے ہیں اور قتل کئے جاتے ہیں۔ اس پر سچا وعدہ کیا گیا ہے۔ توریت میں بھی اور انجیل میں بھی اور قرآن میں بھی۔ اور یہ مسلّم ہے کہ اللہ سے زیادہ اپنے وعدہ کو کون پورا کرنے والا ہے۔ پس تم لوگ اپنی اس بیع پر جس کا تم نے اللہ سے معاملہ ٹھہرایا ہے خوشی مناؤ اور یہ بڑی کامیابی ہے۔[۲۸]

(۲) کیا تم خیال کرتے ہو کہ جنت میں یوں ہی داخل ہو جاوگے حالانکہ

---

[۲۷] سبا ۳۴ / ۱۵ تا ۱۷
[۲۸] توبہ ۹ / ۱۱۱

ابھی تمھیں اون لوگوں کی سی حالت پیش نہیں آئی جو تم سے پہلے گزر چکے اون کو سختی اور دکھ پہنچے اور وہ سخت مصائب میں ڈالے گئے یہاں تک کہ رسول اور اون کے ساتھی مومنین بول اٹھے کہ اللہ کی مدد کب آئے گی۔ سنو اللہ کی نصرت قریب ہے ... تم پر جہاد کرنا فرض کیا گیا ہے اور وہ تم کو گراں معلوم ہوتا ہے۔ اور یہ بات ممکن ہے کہ تم کسی امر کو گراں سمجھو اور وہ تمہارے حق میں بہتر ہو۔ اور یہ بھی ممکن ہے کہ تم کسی امر کو پسندیدہ سمجھو اور وہ تمہارے لئے باعث خرابی ہو۔ اس کو اللہ جانتا ہے اور تم نہیں جانتے۔"[۲۹]

ان آیات سے ظاہر ہے کہ جنت صرف مجاہدین فی سبیل اللہ کے لئے ہے۔ ہاتھ پر ہاتھ دھرے منتظر فردا فرشتہ صفت لوگ اس سے عبرت حاصل کرکے تن آسانی ترک کرنا اور اعلائے کلمۃ اللہ کی جدوجہد میں گامزن ہونا نہایت ضروری ہے۔

عدل ہے فاطر ہستی کا ازل سے دستور
مسلم آئین ہوا کافر تو ملے حور و قصور (اقبال)

جہنم کافروں کو محیط

[۳۰] (۱) اور اون میں سے وہ بھی جو کہتا ہے مجھے اجازت دیجئے اور مجھے دکھ میں نہ ڈالئے۔ (یعنے جہاد میں شریک ہونے سے معاف کیجئے) دیکھو دکھ میں تو یہ (اپنی بداعمالی کیوجہ سے) پڑ ہی گئے۔ اور یقیناً جہنم کافروں کو احاطہ کئے ہوئے ہے[۳۰] داگر تجھے

---

[۲۹] بقرہ ۲/ ۲۱۴ تا ۲۱۶ آل عمران ۳/ ۱۴۱ و ۱۴۲ [۳۰] توبہ ۹/ ۴۹

Marfat.com

بھلائی پہنچے انہیں برا لگتا ہے اور تجھے تکلیف پہنچے تو خوشیاں مناتے ہیں)

(۲) "اور تجھ سے عذاب کے لئے جلدی کر رہے ہیں۔ اور یقیناً جہنم کافروں کو سب طرف سے گھیرا ہوا ہے جس دن عذاب اونہیں اون کے اوپر سے اور اون کے پاؤں کے نیچے سے ڈھانک لیگا اور وہ کہیگا چکھو جو تم عمل کرتے تھے۔[۳۱]"

صاحبان عقل و ہوش کو غور کرنا چاہیئے کہ دنیا والوں کو دکھ درد اور افلاس کی مصیبتوں کا گھیراؤ کیا ہے اور انہیں اس احاطۂ عذاب سے چھٹکارا دلایا جاسکتا ہے یا نہیں؟ اور اس کے لئے ہم پر کیا فرض عائد ہے؟ ڈاکٹر اقبال کہتے ہیں۔

پیش آئین مکافات عمل سجدہ گذار ۔۔۔ زانکہ خیزد ز عمل دوزخ و اعراف و بہشت

جہنم کا ایندھن

[۳۲] (۱) حق سے پھرنے والے جہنم کا ایندھن ہیں۔۔۔ اور جو کوئی اپنے رب کے ذکر سے منہ پھیرتا ہے وہ اوسے سخت عذاب میں داخل کرتا ہے۔۔۔ ہاں جو کوئی اللہ اور اوس کے رسول کی نافرمانی کرتا ہے اوس کے لئے جہنم کی آگ ہے جس میں وہ ابد تک رہیگا۔[۳۲]

(۲) "تم اور وہ چیزیں جن کی تم اللہ کے سوائے عبادت کرتے ہو جہنم کا ایندھن ہو تم اوس میں داخل ہو گے۔[۳۳]"

ز دوزخ واعظ کافرگرے گفت ۔۔۔ حدیثے خوشتر از وے کافرے گفت

ندانند آں غلام احوال خود را ۔۔۔ کہ دوزخ از مقام دیگرے گفت (اقبال)

---

[۳۱] عنکبوت ۲۹/۵۳ تا ۵۵ [۳۲] ۷۲/۱۵ تا ۲۳ [۳۳] انبیاء ۲۱/۹۸۔

تمام انبیا و اولیا و صلحا بیک زبان توحید کی تعلیم دیئے ہیں مگر خود غرض و زر پرست لوگ اپنی بزرگوں کے نام کے سہارے توحید کے خلاف مشرکانہ عقائد بنا کر جہنم کا ایندھن بنتے ہیں۔ معلین وحدت کے تفرق و تشتت پسند پیرو خود بھی بدنام ہونے اور بزرگانِ دین کو بھی بدنام کرتے ہیں۔ یہ غلط کار لوگ اچھے اچھے ناموں سے نسبت رکھنے کے باوجود عذاب الٰہی سے بچ نہیں سکتے اس لئے کہ خدا خدا ہے اور بندے بندے ہیں —— بعض قومیں اپنے نبیوں کو خدا مانتی ہیں اور بعض قومیں اپنے ولیوں کو چھوٹے خدا یعنے خدا سے سفارش کر کے کام نکالنے والے مانتی ہیں۔ یہ ساری غیر اللہ پرستیاں خواہ ظاہری شکل میں ہوں یا حدود مقررہ سے متجاوز ذہنی وابستگی ہو۔ سب جہنم کا ایندھن ہیں یعنے تکالیف و مصائب کی آگ اسی سے روشن ہوتی بھڑکتی اور قوموں کی عزت و آبرو کو بھسم کرتی جاتی ہے۔ اقبالؒ کہتے ہیں ؎

بیاں میں نکتۂ توحید آ تو سکتا ہے ÷ ترے دماغ میں بُت خانہ ہو تو کیا کہئے

(بال جبریل)

آدم و حوّا کی جنت

۱۵ ۔ ”ہم نے کہا اے آدم تم اور تمہاری بی بی جنت یعنے باغ میں رہو اور اس میں سے تم دونوں جہاں سے چاہو با فراغت کھاؤ“ (بقرہ ۲/۳۵)

اس آیت کے تحت تفسیر بیان القرآن جلد اول کے صفحہ (۴۰) پر ایک تفصیلی نوٹ ہے اس کا خلاصہ درج ذیل ہے :-

”اس جنت سے مراد وہ بہشت نہیں ہے جس کا وعدہ اعمال صالحہ پر ہے

Marfat.com

کیونکہ وہ جنت جو موت کے بعد حاصل ہوتی ہے اوس سے انسان کبھی نکالا نہیں جاتا ہے[۳۴] اور اس سے آدم کو نکلنا پڑا پس یہ جنت دنیا کی زندگی کی جنت ہے اور مفسرین نے اسے مانا ہے ــــ آیت مذکورہ میں جہاں سے چاہو بافراغت کھاؤ کے فوراً بعد یہ تنبیہ بھی کردی ہے کہ دیکھو نافرمانی نہ کرنا ورنہ تم ظالموں میں سے ہوجاؤ گے اور سورہ طٰہٰ میں اس جنت کا نقشہ یوں کھینچا ہے کہ اس میں تمہارے لئے یہ حاصل ہے کہ تم اس میں نہ بھوکے رہو، نہ ننگے رہو، اور نہ پیاسے رہو نہ دھوپ میں رہو[۳۵] پس انسان کو زمین میں جنت یوں حاصل ہے کہ اللہ نے بھوک پیاس دور کرنے اور لباس و مکان حاصل کرنے کے سب سامان پیدا کر رکھے ہیں اور اپنے کام میں لانے کی طاقت ودیعت کردی گئی ہے ــــ کھانے پینے کے سب سامان موجود ہونے کے باوجود اگر اطمینان قلب نہ ہو تو اس سے کوئی راحت نہیں پہنچ سکتی اور ظاہر ہے کہ روحانی سکون یا اطمینان قلب اوس وقت تک رہتا ہے جب تک انسان بدی کا ارتکاب نہیں کرتا۔ اس لئے حکم ہوتا ہے کہ ہم نے تم کو فطرتاً جنت دیدی ہے اب تم خود اس کو ضائع نہ کردینا سورہ طٰہٰ میں ہے کہ "جو شخص میرے ذکر سے منہ پھیرتا ہے اوس کے لئے تنگی کی روزی ہے[۳۶] جس سے مراد اسی سکون روحانی کا جاتے رہنا ہے۔"

سلف صالحین کی رائے

[۱۶] رسالہ طلوع اسلام کراچی ماہ جولائی ۱۹۵۷ء میں بعنوان "آدم کا فردوس بریں" ایک طویل مضمون

---

۳۴ الحجر ۱۵/۴۸ ۳۵ طٰہٰ ۲۰/۱۱۸ ۳۶ طٰہٰ ۲۰/۱۲۴

Marfat.com

بحوالہ مفتاح دار السعادت جلد دوم مطبوعہ از ہر بک ڈپو مصر شائع ہوا ہے جس میں آدم کی جنت کو جنت الخلد نہ ہونے کے (۲۰) قرآنی دلائل دینے کے بعد سلف صالحین کی آراپیش کی گئی ہیں۔ اون کا اقتباس پیش ہے

(۱) اسلام کا بڑا امام سفیان ابن عینیہ تابعی آیت لَا تَجُوعُ فِيهَا وَلَا تَعْرَىٰ (طٰہٰ ۲۰/۱۲۲) کی تفسیر میں کہتا ہے کہ جس جنت کی یہ خاصیت بتائی گئی ہے وہ جنت ارضی تھی۔

(۲) مشہور علامہ ابن قتیبہ معارف میں لکھتا ہے کہ آدم جس جنت سے نکالے گئے تھے وہ عدن کے مشرق میں تھی۔

(۳) مشہور صحابی ابی ابن کعب سے روایت ہے کہ اِهْبِطُوا مِنْهَا میں هَبَطَ کی تفسیر یہ ہے کہ زمین پر اترا یعنے وہاں کی سیاحت کی مقیم ہوا۔

(۴) مشہور امام ومجتہد وہب بن منبہ ذکر کرتا ہے کہ آدم زمین میں پیدا ہوئے۔ اسی میں رہے۔ اور اسی میں ان کے لئے الفردوس بنائی گئی جو عدن میں تھی

(۵) مسلمانوں کے بڑے امام ابو حنیفہ کوفی سے منذر بن سعید اپنی کتاب میں روایت کرتا ہے کہ وہ جنت الخلد کو نہیں مانتے تھے۔

(۶) مشہور فاضل امام ابو مسلم اصفہانی (جس کے پایہ کا مفسر نہیں گزرا) اپنی تفسیر میں دلائل سے خلد کا انکار کیا ہے۔

(۷) امام راغب نے لکھا ہے کہ تفسیر میں جنت آدم کے متعلق مختلف اقوال ہیں متکلمین کہتے ہیں کہ اللہ نے آدم کے امتحان کے لئے ایک بستان تیار کیا تھا اور وہ جنت الماویٰ نہیں تھا

Marfat.com

(۸) حافظ ابن القیم فرماتے ہیں کہ اس قسم کا اتفاق نہ صحابہ سے ثابت ہے نہ تابعین و تبع تابعین سے اور نہ ہی حضور صلعم سے یہ ثابت ہوا کہ آدم اوسی جنت الخلد میں تھے جو متقین کے لئے تیار کی جائے گی۔ ان کا مشورہ یہ ہے کہ ان دلائل کی موجودگی میں کسی پر طعن و تشنیع کرنا بالکل نامناسب ہے۔ ایسا کرنے سے مرض کی شفا نہیں ہوتی۔"

احادیث میں جنت کا نقشہ

کتاب تجرید الاحادیث میں نبی اکرم صلعم کی ذات گرامی سے منسوب جنت کے متعلق جو روایات نقل کی گئی ہیں اون سے بھی جنت کی حقیقت سمجھنے میں کافی روشنی ملتی ہے لہٰذا وہ روایات بحوالہ صفحہ درج ذیل ہیں۔

(۱) اللہ نے میرے ساتھ وعدہ کیا ہے کہ میری امت کے تین لاکھ داخل جنت کرے گا صـ۶۷۔ (۲) جنت گناہگاروں کے لئے حلال نہیں ہے صـ۷۳۔ (۳) انسان کی جنت اوس کا گھر ہے صـ۱۴۰۔ (۴) جنت میں حرام خور جسم داخل نہ ہوگا صـ۴۲۱۔ (۶) جنت میں خوش اخلاق لوگ داخل ہونگے صـ۴۲۱۔ (۷) جنت میں مکار اور خائن داخل نہ ہوگا صـ۴۲۱۔ (۸) دیوث (یعنے بے غیرت شخص) جنت میں داخل نہ ہوگا صـ۴۲۲۔ (۹) والدین کا نافرمان اور ہمیشہ شراب پینے والا جنت میں داخل نہ ہوگا صـ۴۲۲۔ (۱۰) چغلی والا جنت میں داخل نہ ہوگا صـ۴۲۲۔ (۱۱) صلۂ رحم کو قطع کرنے والا جنت میں داخل نہ ہوگا۔ صـ۴۲۲۔ (۱۲) کافر جنت میں داخل نہ ہوگا اور مومن دوزخ میں داخل نہ ہوگا صـ۴۲۲۔ (۱۳) جنت میں رحم کرنے والے کے سوا کوئی داخل نہ ہوگا صـ۴۲۲

Marfat.com

(۱۵) جنت میں فریبی اور بخیل اور احسان جتلانے والا داخل نہ ہوگا ص۲۲۳

(۱۶) جنت میں والدین کا نافرمان اور احسان جتلانے والا اور تقدیر کو جھٹلانے والا داخل نہ ہوگا ص۲۲۳۔ (۱۷) جنت میں بوڑھی عورت داخل نہ ہوگی ص۲۲۳ (۱۸) جنت میں وہ گوشت داخل نہ ہوگا جو حرام سے پیدا ہوا ہو ص۲۲۳

(۱۹) جنت میں وہ شخص داخل نہ ہوگا جس نے اپنی رشتہ دار محرمہ سے زنا کیا ہو ص۲۲۳ (۲۰) جس کے دل میں ذرہ برابر بھی تکبر ہو وہ جنت میں داخل نہ ہوگا ص۲۲۳ (۲۱) جس کا کوئی پیشہ نہ ہو وہ جنت میں داخل نہ ہوگا ص۲۲۳

(۲۲) جس کی تکلیف سے ہمسایہ امن میں نہ ہو وہ داخل جنت نہ ہوگا ص۲۲۳۔

(۲۳) جنت میں زانیہ کا ولد داخل نہ ہوگا ص۲۲۳۔ (۲۴) جنت میں نہ ولد زنا اور نہ اوس کا ولد اور نہ اوس کے ولد کا ولد داخل ہوگا ص۲۲۳۔

(۲۵) ولد زنا جنت میں داخل نہ ہوگا اور نہ اوس کی نسل میں سے کوئی سات پشت تک داخل ہوگا ص۲۲۴۔ (۲۶) افترا کرنے والا جنت میں داخل نہ ہوگا ص۲۲۴

(۲۷) جس نے اپنی محرمہ سے زنا کیا وہ جنت میں داخل نہ ہوگا ص۲۲۴۔

(۲۸) مسخری کرنے والا مومن اور دیوث (بے غیرت) جنت میں داخل نہ ہونگے ص۲۲۴

غور فرمائیے کہ نبی اکرم صلعم نے جاہل اور اجڈ عربوں کو بدی سے بچانے کے لئے کس شدت سے ڈرایا ہے اور تاریخ میں پڑھیے کہ اوس زمانہ کا ہر گھر کس طرح جنت کا نمونہ بن گیا تھا۔ ان نذارتوں کے ساتھ حضور صلعم کی بشارتیں بھی دیکھ لیجئے۔

چھوٹی چھوٹی نیکیوں پر جنت کی بشارتیں۔ ف۱۸ (۱) مسلم کی حدیث میں ہے کہ

Marfat.com

جو شخص اچھی طرح وضو کرتا ہے اور وضو کے بعد یہ کلمات کہتا ہے کہ "اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ" تو ایسے شخص کے لئے جنت کے آٹھوں دروازے کھول دئیے جاتے ہیں۔

(۲) ابن خزیمہ کی روایت ہے کہ نبی اکرمؐ نے حضرت بلالؓ سے دریافت کیا کہ تم کیا عمل کرتے ہو؟ میں نے تمہاری جوتیوں کی آواز جنت میں سنی کہ تم مجھ سے بھی آگے آگے چل رہے ہو۔ بلالؓ نے عرض کیا کہ دو کام میرے معمول بنا ہیں۔ جب وضو ٹوٹ جاتا ہے تو فوراً وضو کر لیتا ہوں اور جب وضو کرتا ہوں تو دو رکعتیں نفل ادا کر لیا کرتا ہوں۔

(۳) مسلم کی حدیث ہے کہ جو شخص موذن کے جواب میں اذان کے الفاظ دہراتا ہے لیکن حَيَّ عَلَى الصَّلٰوةِ اور حَيَّ عَلَى الْفَلَاحِ کے جواب میں لَاحَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ۔ کہتا ہے تو یہ شخص جنت میں جائیگا۔

(۴) طبرانی کی روایت ہے کہ حضور صلعم نے فرمایا کہ تم جلتے رہتے ہو یعنے آگ کے کام کرتے رہتے ہو لیکن جب صبح کی نماز پڑھ لیتے ہو تو وہ تم کو ٹھنڈا کر دیتی ہے یعنے دوزخ سے دور کر دیتی ہے۔ پھر ظہر تک وہی کام کرتے ہو لیکن ظہر کی نماز تم کو ٹھنڈا کر دیتی ہے۔ پھر عصر تک وہی کام کرتے ہو لیکن عصر کی نماز ٹھنڈا کر دیتی ہے۔ اسی طرح مغرب اور عشاء کی نمازیں اپنے درمیانی اوقات کے گناہوں کو مٹا کر تم کو ٹھنڈا کر دیتی ہیں۔ جب تم سو رہتے ہو تو تم پر کوئی گناہ نہیں لکھا جاتا یہاں تک کہ نیند سے جاگو۔

Marfat.com

(۵) ترمذی کی حدیث میں ہے کہ چالیس دن تک تکبیرِ اولیٰ کے ساتھ نمازِ باجماعت ادا کرنے والا دوزخ اور نفاق دونوں سے بری کر دیا جاتا ہے۔

(۶) مسلم کی ایک حدیث ہے کہ جو شخص علاوہ فرض کے دن رات میں بارہ رکعتیں پڑھ لے اوس کے لئے جنت میں ایک گھر بنا دیا جاتا ہے۔

(۷) ترمذی کی روایت ہے کہ مغرب کی نماز کے بعد بیس رکعت نفل پڑھنے والے کے لئے جنت میں گھر بنا دیا جاتا ہے۔

(۸) ابو داؤد میں ہے کہ ظہر کے فرضوں سے پہلے جو شخص چار رکعتیں پڑھتا ہے اوس پر دوزخ کی آگ حرام ہو جاتی ہے۔

(۹) نسائی کی حدیث ہے کہ جس نے صبح اور مغرب کی نماز کے بعد سات مرتبہ اَللّٰھُمَّ اَجِرْنِیْ مِنَ النَّارِ (یا اللہ مجھے دوزخ سے نجات دے) پڑھ لیا تو دن اور رات میں کسی وقت پر مر جائے وہ جنت میں جائیگا۔

(۱۰) ایک اور حدیث میں ہے کہ ہر نماز کے بعد آیت الکرسی پڑھنے والا اگر دوسری نماز کے وقت سے پہلے مر جائے تو جنت میں جائیگا۔

(۱۱) ابو داؤد کی حدیث ہے کہ حضور صلعم نے فرمایا کہ شہید کو اپنے خویش و اقارب میں سے ستر آدمیوں کی شفاعت کا حق دیا جائیگا۔

(۱۲) نسائی میں ہے کہ ایک شخص کی وفات مدینہ منورہ میں واقع ہوئی حضور صلعم نے اوس کے جنازے کی نماز پڑھائی اور فرمایا کہ کیا اچھا ہوتا اگر یہ غیر وطن میں مرتا۔ کسی نے عرض کیا حضورؐ! سفر میں مرنے سے کیا فائدہ؟ حضورؐ نے فرمایا کہ جو شخص سفر میں مرتا ہے تو موت کی جگہ سے لیکر اوس کے وطن تک کی مسافت

Marfat.com

کے برابر جنت میں جگہ دیجاتی ہے۔

(۱۳) بخاری ومسلم کی روایت ہے کہ حضور صلعم نے فرمایا کہ جس مسلمان کے تین نابالغ بچے مرگئے۔ خدا تعالیٰ اوسے جنت میں داخل کریگا۔

(۱۴) سنن امام احمد میں حضرت معاذؓ کی روایت ہے کہ رسول اللہ صلعم نے صرف ایک بچے کی وفات پر بھی جنت کی بشارت دی ہے حتیٰ کہ اسقاط حمل پر بھی

(۱۵) بخاری میں یہ حدیث ہے کہ ایک زانیہ عورت نے دیکھا کہ ایک کتیا پیاس سے تڑپ رہی ہے۔ اوس نے اپنا موزہ نکالا اور دوپٹے سے باندھ کر کنویں سے پانی نکال کر اوسے پلادیا۔ اس پر اللہ نے اوسے جنت میں بھیجدیا۔

(۱۶) موطا امام مالک میں ہے کہ حضورؐ نے ایک شخص کو قل ھو اللہ احد پڑھتے ہوئے سن کر فرمایا کہ اس پر جنت واجب ہوگئی۔

(۱۷) بخاری میں ہے کہ جب اللہ کسی بندے کی آنکھیں لے لیتا ہے تو اوسے اوس کے بدلے میں جنت دیدیتا ہے۔

(۱۸) بیہقی کی روایت ہے کہ ایک دن حضورؐ وعظ فرما رہے تھے۔ ایک شخص وعظ میں رونے لگا۔ آپؐ نے فرمایا کہ اس کے پاس بیٹھنے والے بھی سب بخش دیئے گئے خواہ اون کے گناہ مثل پہاڑ کے بھی کیوں نہوں۔

(۱۹) مسلم میں ہے کہ اگر کسی میت کی نماز میں چالیس آدمی شریک ہوجائیں تو اللہ تعالیٰ اوسے بخش دیتا ہے۔

(۲۰) ابوداؤد میں ہے کہ جس میت پر مسلمانوں کی تین صفیں نماز پڑھتی ہیں اوسپر جنت واجب ہوجاتی ہے۔

Marfat.com

موازنۂ قرآن وحدیث

۱۹۔ ناظرین کرام کے غور وفکر کے لئے قرآن کریم کے احکام اور احادیث شریف کی روایات نقل کر دی گئی ہیں۔ قرآن بلفظہٖ محفوظ اور قابل اعتماد ہے اور احادیث میں راویوں کے مختلف الفاظ ملتے ہیں جس سے ظاہر ہے کہ روایات بلفظہٖ محفوظ نہیں ہیں اور اس کا بھی کوئی پتہ نہیں ملتا کہ نزول آیت سے پہلے کی کونسی احادیث ہیں اور بعد کی کونسی۔ نیز یہ بھی قابل لحاظ ہے کہ اس میں حدیث شریف اُمِرْنَا اَنْ نُکَلِّمَ النَّاسَ عَلٰی قَدْرِ عُقُولِھِمْ کا کتنا حصّہ ہے اور سب سے اہم یہ ہے کہ خود حامل قرآن صلعم نے بھی ہمیں قرآن ہی کو سند گرداننے کی ہدایت فرمائی ہے۔ ارشاد ہوتا ہے کہ:۔

"میرے بعد تمہارے سامنے حدیثیں بکثرت آئینگی لہٰذا میری جو حدیث تمہارے سامنے روایت کیجائے اوسے قرآن کے سامنے پیش کرو۔ پھر جو اوس کے مطابق ہو اوسے قبول کرلو اور جو اوس کے خلاف ہو اوسے رد کردو"

لطف کی بات یہ ہے کہ یہ فرمان نبوی "مسند احمد" اور اصول کافی" دونوں جگہ ہے یعنے سُنّی وشیعہ دونوں کی متفق علیہ ہے۔ اور اس سے زیادہ لطف کی بات یہ ہے کہ یہ حدیث علامہ تفتازانی کے عہد تک صحیح بخاری میں موجود تھی جسے اونہوں نے توضیح تلویح میں بحوالہ صحیح بخاری نقل فرمایا ہے لیکن پانچویں صدی سے اب تک کے متداول نسخوں میں یہ روایت کہیں درج نہ ہوسکی۔ البتہ بعض قلمی نسخوں میں یہ روایت موجود ہے۔

اب اندازہ کیجئے کہ قرآن کریم تو جنت کی قیمت جان ومال کی قربانی

Marfat.com

قرار دیتا ہے اور اللہ کا وعدہ جنت اون لوگوں سے ہے جو قتل کرتے ہیں اور قتل کئے جاتے ہیں۔ اور یہ بھی واضح کرتا ہے کہ یہ بات توراۃ، انجیل اور قرآن میں یکساں بتلائی گئی ہے ۳۷ اور روایات میں دیکھئے کہ میدان جنگ میں جانکاہ مشقتیں برداشت کئے بغیر گھر بیٹھے کس آسانی سے جنت مل جاتی ہے۔ جنت جب راہبانہ زندگی سے مل سکتی ہے تو پھر مجاہدانہ زندگی کی ضرورت ہی کیا ہے؟ افسوس کہ کام چور پیشوایانِ قوم نے اپنی تن آسانی کو نباہنے اور تن پروری کو فروغ دینے کے لئے قوم کو جہنم کے کنارے پہنچا دیا ہے۔ ڈاکٹر اقبالؒ نے صحیح کہا ہے ؎

یہ امت روایات میں کھو گئی

حقیقت خرافات میں کھو گئی

حضرت علامہ مشرقیؒ جو علوم قدیم و جدید کے بہت بڑے ماہر تھے جنھوں نے اپنی معرکتہ الارا کتاب "تذکرہ" میں اسلام و غیر اسلام کی حقیقت واشگاف کر کے دنیا میں ایک تہلکہ مچا دیا تھا اپنی ایک دوسری کتاب "خریطہ مشرقی" میں "تحریف اسلام" کے عنوان سے (۵۰) اشعار پر مشتمل ایک فارسی نظم لکھی ہے اوس میں سے صرف (۳) شعر خود عبرت کیلئے درج کئے جاتے ہیں۔

گفتم بہ مسلم ایں چہ ترا خستہ جاں کنند | تقدیر ایں چنیں رست بگفتا چناں کنند
گفتم خدائے ظلم ندارد روا، بگفت | نشنیدہ شہاں برعیت چہاں کنند
گہ خلعتے دہند بد شنام و بازگہ | رنجند از سلام چناں کش زباں کنند

---

۳۷ توبہ 9/111

گفتم زچیست آیہ حتیٰ یُغَیِّرُوا ۱۳ : ۱۱ — گفت ایں سخن شعور نہ ہر نکتہ داں کنند

گفتم کہ مومنے نہ اعلون چوں نہ — گفت ایں زماں بہ مسجدہا مومناں کنند

گفتم کہ شرط خُلد جہاد ست گفتہ بود — منسوخ شد ولے علماءِ دیں بیاں کنند

بنیاد دینِ ما ہمہ بر قولِ ثابت است — گر لَا اِلٰہ گفت کسے در جناں کنند

گفتم بہ کافراں چہ دہد ملک بے حساب — گفتا بروزِ حشر خود ایشاں زیاں کنند

مایاں گدائے گوشہ نشینیم و بیخروش — اسلامیاں حکومتِ ارضِ جناں کنند

آں نقدِ ملّہ می بخروشند دست غیر — زاں پس نظر بہ نسیہ خورد جناں کنند

اے مشرقی معاملہ صورت چرا ایں گرفت — اسلامیاں چہ ذکر غم این و آں کنند

دُعا

اے اللہ میری اس محنت کو قبول فرما اور قرآن پہ ایمان رکھنے والی قوم کو قرآن کی انسانیت نواز تعلیم سمجھنے اور اس پہ عمل کرکے جنات الارض حاصل کرنے کی توفیق عطا فرما تاکہ یہ منکرین قرآن کو صراط مستقیم پہ چلانے کے قابل ہو جائیں اور موجودہ دنیا امن و سلامتی کا گہوارہ بن جائے۔ اور پھر بعث بعد الموت کے خلق جدید کی جنتی زندگی سے لطف اندوز ہونے کے مستحق قرار پائیں۔ آمین

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ۔

Marfat.com

بعث بعد الموت کے دو مفہوم[1]

بعث بعد الموت یعنی مرنے کے بعد جی اٹھنے کی دو حیثیتیں ہیں۔ اللہ کے کلام قرآن مجید میں اس کی دونوں حیثیتوں کو صاف صاف لفظوں میں بیان فرمایا گیا ہے۔ ایک یہ کہ "دنیا میں کئے ہوئے کاموں کا بدلہ پانے کے لئے قیامت میں دوبارہ اٹھایا جانا" (بعث ۱) اور دوسری یہ کہ "قوموں پر مردہ پن طاری ہونے کے بعد پھر بیداری پیدا ہو کر مردہ قوم کا زندہ ہو جانا" (بعث ۲) قوموں کی موت قانون قدرت کے خلاف عمل کرنے پر وارد ہوتی ہے اور حیات قانون کی اتباع پر منحصر ہے۔ قوموں کا زوال و عروج قانون قدرت کے مقررہ قاعدہ کے تحت ہر زمانہ میں نمایاں ہوتا رہتا ہے۔

آج کی نشست میں سورہ نحل[16] کے پانچویں رکوع کی مندرجہ آیت نمبر (۳۸) لَا يَبْعَثُ اللّٰهُ مَنْ يَّمُوْتُ۔ کی حقیقت معلوم کرنا ہے کہ اس کا تعلق شق اول سے ہے یا شق دوم سے؟

صحیح نتیجہ پر پہنچنے میں بالعموم یہ دشواری حائل رہتی ہے کہ پیغمبروں کے

---

[1] مضمون ہذا جلسہ حلقہ فکر قرآنی منعقدہ بمکان جناب حامد علی صاحب عباسی معتمد فینانس مورخہ ۲۶ نومبر ۱۹۶۷ئ میں سنایا ہوا ہے۔

Marfat.com

کے زمانہ اور اون کے قریبی زمانہ کے کا ذکر دا حکام و اعمال پر مرد رفت
کے بعد تن آسانی کے پردے پڑنے لگ جاتے ہیں۔ ایسے دور انحطاط میں
"بکار خویش ہوشیار" لوگ دیگر غضب رسیدہ قوموں کی دیکھا دیکھی
تعلیم رسالت پر غلط تعبیر کا خوشنما غلاف چڑھا کر مذہب کے نام سے
عوام الناس کا استحصال شروع کر دیتے ہیں۔ اور جب ایک مرتبہ کسی
غلط مفہوم اور غلط عمل کا رواج ہو گیا تو وہ مذہبی سند بن جاتا ہے۔
اور اس تحریف معنوی کا غلاف ہٹانا بڑا دشوار ہو جاتا ہے۔ چنانچہ ابھی معلوم
ہو گا کہ مذکورہ آیت کا مفہوم کیا تھا اور کیا ہو گیا ہے۔ پہلے آیت کا ترجمہ
دیکھ لیجئے۔ ارشاد ہوتا ہے کہ:۔

"یہ (تعلیم رسالت سے روگردانی کرنے والے) لوگ زور لگا لگا کر
اللہ کی قسمیں کھاتے ہیں کہ جو مر جاتا ہے اللہ اوس کو دوبارہ زندہ نہیں کریگا"۔
اس کا مطلب تراجم و تفاسیر میں بالعموم یہ ظاہر کیا جاتا ہے کہ:۔"کافر
لوگ قیامت میں دوبارہ اٹھائے جانے کا انکار کرتے تھے۔" حالانکہ نہ
یہاں قیامت کا لفظ ہے اور نہ ربط کلام سے یہ منشا نکلتا ہے۔ قیامت میں
اٹھائے جانے کی دوسری بہت سی آیات موجود ہیں اور وہ بھی ایک علمی
حقیقت ہے جس پر ایمان ضروری ہے مگر یہ آیت اوس کا محل نہیں ہے
اس کا صحیح محل دوسرا پہلو ہے جو منشا ہدائی حقیقت ہے۔ اس کو سمجھنے اور
عمل کرنے سے مردہ قومیں زندہ ہوا کرتی ہیں۔ رسولوں کے بعثت کی واحد
غرض یہی ہے کہ مردہ قوم کو جھنجوڑ جھنجوڑ کر زندہ کیا جائے جو قوم پیغمبر کی

Marfat.com

شفاعت کو قبول کر لیتی ہے وہ بام عروج پر پہنچ جاتی اور حیات دوام حاصل کرتی ہے اور اوس کی زندگی جنتی زندگی ہوتی ہے[۲] اور جو قوم قولاً منکر اور عملاً مکذب ہوتی ہے وہ ذلت و رسوائی کے گڑھے میں گر کر سیاسی و معاشی عذاب میں گرفتار ہو جاتی ہے اور اوس کی زندگی جہنمی زندگی ہوتی ہے اب آپ پورے رکوع کا ترجمہ دیکھئے اور غور فرمائیے کہ گمراہی میں مبتلا غالب قوم کے کافرانہ زعم باطل کو کس طرح رد کیا گیا ہے۔

"مشرک لوگ یوں کہتے ہیں کہ اگر اللہ کو منظور ہوتا تو ہم اور ہمارے آباؤ اجداد اللہ کے سوا کسی چیز کی عبادت نہ کرتے اور نہ کوئی چیز حرام ٹھیرا لیتے۔ (اے رسول) جو لوگ ان سے پہلے گزرے ہیں وہ بھی ایسی ہی ہٹ دھرمی کیا کرتے تھے۔ پس پیغمبروں کے ذمے اس کے سوا کیا ہے کہ پیغام حق صاف صاف پہنچا دیں۔ اور یہ واقعہ ہے کہ ہم ہر امت میں کوئی نہ کوئی پیغمبر بھیجتے رہے ہیں تاکہ اللہ کی عبادت یعنی اللہ کی مرضی کے مطابق زندگی بسر کریں۔ اور شیطان کی چالوں سے بچتے رہیں۔ اون میں بعض ہدایت یافتہ ہوئے اور بعض پر گمراہی ثابت ہوگئی۔ (اور وہ گمراہ لوگ عذاب الٰہی میں گرفتار ہوے) پس تم ملکوں کی سیر کرو اور دیکھو تکذیب کرنے والی

---

[۲] - شفاعت دنیا میں ہوتی رہی ہے اور ہوتی رہے گی۔ قیامت سے اس کا تعلق نہیں ہے تفصیل کے لئے دیکھئے مضمون "شفاعت کی حقیقت"

Marfat.com

قوموں کا کیسا بُرا انجام ہوا[۳۴]۔ اے رسول آپ کو ان لوگوں کے راہ راست پر آنے کی بہت تمنا ہے لیکن بات یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ایسے شخص کو ہدایت نہیں کرتا جو خود گمراہ ہوجاتا اور دوسروں کو گمراہ کرتا ہے۔ ایسے لوگوں کا کوئی حمایتی نہوگا۔ یہ نافرماں بردار لوگ زور لگا لگا کر اللہ کی قسمیں کھاتے ہیں کہ جو مرجاتا ہے اللہ اوس کو دوبارہ زندہ نہیں کرے گا[۳۵]۔ آپ ان سے

---

[۳۴]۔ اس سفر تحقیقی سے مراد نافرمانوں کی قبریں کھول کر ادن پر ہوتا ہوا عذاب دیکھنا نہیں ہے بلکہ ادن کی نسل پر افلاس و تنگدستی اور احساس کمتری کا جو عذاب مسلط ہے اوس کو دیکھکر عبرت حاصل کرنا اور اپنے حالات کو سنوارنا مقصود ہے۔

[۳۵]۔ یہ آیت قیامت میں مردے اوٹھائے جانے سے متعلق نہیں ہے بلکہ مردہ قوموں کو دنیا میں پھر زندگی ملنے کے انکار سے متعلق ہے۔ یعنی گمراہی میں مبتلا غالب قوم کے افراد اس غلط فہمی میں مبتلا ہیں کہ اون کے زمانہ کی پسماندہ قوم جو غلامی کی خوگر ہو جاتی ہے اوس کا حیات تازہ لیکر اُٹھ کھڑا ہونا ممکن نہیں ہے اس لئے اللہ کی قسمیں کھا کھا کر اپنی گمراہی میں مست رہتے ہیں اور اصلاح حالات کی ترغیب کا مذاق اڑاتے ہیں۔ خدا جانے ہمارے مفسرین کو اس بات پر غور کرنے کی کیوں توفیق نہیں ہوتی کہ جو لوگ خدا کو مانتے اور خدا کی قسمیں کھاتے ہیں وہ تو ہر حال مرنے کے بعد کی زندگی کے یقیناً قائل ہوتے ہیں۔ خدا کو ماننا اور مرنے کے بعد کی دوبارہ زندگی سے انکار کرنا اون سے ممکن ہی نہیں

(باقی بر صفحہ آئندہ)

Marfat.com

کہہ دیجئے کہ اس وعدۂ الٰہی یعنی مردہ قوموں کو زندگی بخشنے کا وقت پر ظہور پذیر ہونا یقینی ہے لیکن اکثر لوگ اس حقیقت کا علم نہیں رکھتے (وہ ہو کر رہے گا) تاکہ یہ لوگ جس چیز میں اختلاف کرتے ہیں اون کے روبرو اس کا اظہار ہو جائے اور نافرمان لوگ یقین کرلیں کہ واقعی جھوٹے تھے۔ اس کے بعد اللہ کا ارشاد ہوتا ہے کہ۔

"ہم جس چیز کا ارادہ کرتے ہیں اوس سے ہمارا اتنا ہی کہنا ہوتا ہے کہ تو ہو جا پس وہ چیز (بتدریج) ظہور میں آجاتی ہے (نحل ۱۶ تا ۴۰ء) یعنی ہم نے ارادہ کیا کہ اس پسماندہ قوم کو بلند کیا جائے تو ہم نے اس کے لئے نبی مبعوث کیا جو ان لوگوں کے بلند ہونے کی تربیت کرتا ہے۔ مردہ قوموں کو زندگی بخشنا ہمارے لئے کوئی مشکل کام نہیں ہے۔ اون کی سربلندی کا عمل ہمارے قانون تدریج کے مطابق مختلف مدارج طے کرتے ہوئے ہوتا ہے۔ نافرمان لوگ عنقریب جان لینگے کہ فرمانبرداروں کی نصرت کس طرح کی جاتی ہے اور نافرمانی کا انجام کس قدر تکلیف دہ ہوتا ہے۔ اس سے اگلی آیت ۱۶/۴۱ میں دنیوی تغیرات کی صاف لفظوں میں وضاحت کر دی گئی ہے کہ فرمانبرداروں کو دنیا میں بھی خوشحالیاں نصیب ہوں گی (اور آخرت میں بھی) اور

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ) بلکہ خدا کی قسم کھاکر دوبارہ زندگی سے انکار کرنا قطعاً زندہ درگور لوگوں کی حیات تازہ سے متعلق ہے اور جس کا لفظ بہ لفظ ثبوت آیت ۵۵/۲ سے ملتا ہے جو آگے آرہی ہے اور جس کا عنوان ہے "غلامی کی موت سے نجات والی زندگی"۔

Marfat.com

آخرت کا اجر تو موجودہ خوشحالی سے بدرجہا بہتر ہے"

بعث بعد الموت کے اس مفہوم کی تائید میں متعدد مقامات پر واضح آیات موجود ہیں بنظر اختصار صرف ایک مقام پیش کیا جاتا ہے تاکہ کسی کے دل میں کوئی وسوسہ باقی نہ رہے اور قرآن خوانی کے وقت ہر مقام پر انشراح ہوتا جائے

غلامی کی موت سے نجات والی زندگی

اور جب تم لوگوں نے یوں کہا تھا کہ اے موسیٰؑ ہم تمہاری بات کبھی نہ مانینگے جب تک کہ اللہ کو کھلم کھلا نہ دیکھ لیں۔ پھر تم کو ہولناک آواز نے آلیا اور تم دیکھ رہے تھے۔ پھر ہم نے تم کو تمہاری موت کے بعد اٹھایا (ثُمَّ بَعَثْنٰكُمْ مِنْ بَعْدِ مَوْتِكُمْ) (یعنی تمہاری مُردہ ضمیری دور کرکے غلامی سے نجات پانے کے راستہ پر ڈالدیا) تاکہ تم شکر گذار بنیں۔ اور ہم نے تم پر ابر کا سایہ کیا اور پہنچایا ہم نے تمہارے پاس ترنجبین اور بٹیریں (منّ وسلویٰ) (بقرہ ۲/۵۵ تا ۵۷)

مذکورہ بالا واقعہ نزول قرآن سے تقریباً ڈیڑھ ہزار سال پہلے کا ہے۔ ظاہر ہے کہ نزول قرآن کے وقت حضرت موسیٰؑ کے زمانہ کے لوگ موجود نہیں تھے لیکن مخاطبت لفظ تم سے ہے۔ یعنی تم بنی اسرائیل جو اوس وقت موجود تھے حقائق کو سمجھتے نہ تھے اور رسولِ وقت حضرت موسیٰؑ کا انکار کرتے تھے گویا تم مرچکے تھے مگر جب ہولناک آواز کا عذاب دیکھا تو ندامت موسوی میں داخل ہوئے۔ اور اس طرح ضمیر کی موت کے بعد زندہ ہوئے تھے۔ یہ تمہارے اسلاف تھے۔ اب تم بھی میری رسالت کے ساتھ وہی منکرانہ رویہ اختیار کررہے ہو۔ اوس زمانہ کی انکاری روش بھی غلط تھی اور آج کے انکاری حرکات بھی

Marfat.com

غلط ہیں یہی حرکات عذاب الٰہی کا سبب بنتے ہیں یہی ٹھنڈے دل سے غور کر کے میری رسالت کو مان لو"۔ یہ نقشہ آج سے تقریباً چودہ سو سال قبل کا ہے۔ عرب کی ظالم اور اجڈ قوم پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی اس تفہیم کو سمجھ کر بار آور ہوئی اور بے مثال کامیابی حاصل کی۔

مر کے جی اٹھنا فقط آزاد مردوں کا ہے کام
گرچہ ہر ذی روح کی منزل ہے آغوشِ لحد (اقبال)

ماضی بعید و ماضی قریب کے واقعات سے واقف ہونے کے بعد حالات حاضرہ کا جائزہ لیجئے کہ ہمارے قلوب میں موجودہ پستی سے دوبارہ اٹھائے جانے کی تڑپ زندہ ہے یا ہمارے ضمیر پر مردنی، مرعوبیت اور مایوسی کے بادل چھائے ہوئے ہیں۔ ایک شاعر کہتا ہے۔

مجھے یہ ڈر ہے دل زندہ تو نہ مر جائے
کہ زندگانی عبارت ہے تیرے جینے سے

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

Marfat.com

وَمَا اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِیْنَ

خدا کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ ہمیں ایسے رسول کی امت میں پیدا کیا جو دنیا کی تمام قوموں کے لئے رحمت ہی رحمت ہے۔ کریم ہے اور رؤف و رحیم ہے۔ تقریباً چودہ سو سال سے آجتک ہر قوم و ملت کے نیک طبیعت افراد کی کافی شہادت موجود ہے کہ آپ کی رحمت مربیانہ و اخلاق کریمانہ نے عرب جیسے بے آب و گیاہ ملک کے جاہل و اُجڈ باشندوں میں انسانیت کی کیسی روح پھونکی تھی کہ قاتلوں نے حفاظت جان کا کام انجام دیا۔ بدکاروں نے تحفظ عصمت و عفت کا ٹھیکہ لیا۔ چوروں نے امین کا درجہ پایا۔ ڈاکوؤں اور رہزنوں نے رہنمائی و رہبری سیکھی اور سکھائی۔ نشہ بازمد ہوشوں کے ہوش ٹھکانے لگے۔ انکی سمجھ میں آگیا کہ انسان مخلوقات عالم کا اشرف ترین جزو ہے۔ بعد از خدا بزرگ ہے۔ اس کا اپنے سے کمتر مخلوق کے سامنے سجدہ ریز ہونا انسانیت کی توہین ہے۔ اگر اس کو مزید رفعت و بلندی مطلوب ہو تو اس کو اپنے خالق کے آگے جھکنا اور اپنی بندگی کا ثبوت دیکر اپنے مرتبہ کو اور بڑھانا ہے۔ اس سیدھی سادی بات کے تسلیم کرنے میں جہال عرب کو خواہ مخواہ غصہ آگیا۔ اور جان کے دشمن ہوگئے مگر آپؐ نے اپنے عزائم اصلاح عقائد و اعمال میں کوئی فرق آنے نہ دیا۔ سارے مصائب جھیلتے رہے۔ اور حق بات برملا سناتے رہے۔ اور شان رحمت کا یہ عالم تھا کہ غیر جانبدار تو غیر جانبدار مخالفین کے ساتھ بھی ہمیشہ حسن سلوک رہا۔ اس بلندی کردار کا اثر بھی جیوا

لہ مضمون ہذا پہلی دفعہ اخبار "راز" ۲۰ نومبر ۱۹۵۲ء میں طبع ہوا ہے۔ اور بار دوم رسالہ دیندار ماہ اکتوبر میں شائع ہوا ہے یہ بار سوم ہے۔

Marfat.com

کہ مخالفین کے حوصلے پست ہو گئے۔ اب ان کی سمجھ میں آنے لگا کہ ایک ایسا شخص جس کے سر پر ماں باپ کا سایہ بھی نہیں اور افراد قوم بھی ساتھ نہیں دیتے بغیر کسی منفعت و لالچ کے ساری مصیبتوں کا مردانہ وار مقابلہ کیوں کر رہا ہے۔؟ اور ہم سے کسی اجرت و معاوضہ کا طلبگار بھی نہیں۔ اس کا یہ نعرہ کہ معبود صرف ایک ہے اور سب انسان ایک ہی امت ہیں۔ آپس کی تفریق غیر فطری ہے۔ میں تم سے صرف یہ چاہتا ہوں کہ تم سب لوگ آپس میں اچھے رہو۔ خوشحال رہو۔ ایک دوسرے کے بھائی بنے رہو۔ خدا کے عملاً محبوب بندے بن کر خدا کی زمین پر عزت و آبرو سے رہو۔ اور جو لوگ ظلم و زیادتی کی زندگی سے امن عالم کے لئے خطرہ بنے ہوئے ہیں۔ ان کے ہاتھوں کو روکنے کی طاقت پیدا کرو۔ ان ظالموں سے کسی قسم کا خوف کئے بغیر نیک بنو۔ اور نیک بناؤ۔ آج خدا مجھے بھیجکر تم سے یہ کام لینا چاہتا ہے۔ تم بھی بلا کسی لالچ کے صرف خدا کی رضا کے لئے وقف ہو جاؤ۔ جانکاہی کا اجر مجھے بھی اور تمہیں بھی خدا سے ملے گا۔ اور ایسا ملیگا کہ ساری دنیا حیران رہ جائے گی۔ کیونکہ خزاین عالم کی کنجیاں خالق کائنات ہی کے قبضہ میں ہیں" یہ بلند نعرہ کئی سال تک عمل کی کسوٹی پر کس کر دیکھا گیا۔ جب امتحان کی ہر بھٹی میں کھرا ثابت ہوا تو لوگ جوق در جوق لبیک کہنے لگے اور پرانا نقشہ تھوڑے ہی عرصہ میں ایسا بدلا کہ سب ایک رنگ میں رنگے گئے۔ آج چودہ سو سال کی طویل مدت گذرنے کے بعد بھی اس جدید عمارت کے نقش و نگار کافی موجود ہیں۔ اور ہر ایک کو صحیح فکر و عمل کا درس دے رہے ہیں۔ وہ رسول پاک صرف مسلمانوں کا نہیں بلکہ دنیا کی تمام قوموں کے لئے رحمت تھا۔ اور اس کا پیغام توحید کا تھا۔ انسانی برادری کے منتشر صاف ستھرے اجزاء کو سمیٹ کر تسبیح کی مانند ایک رشتہ

Marfat.com

اخوت میں پرونے کا تھا۔ ایک منکے کو امام اور باقی تمام منکوں کو مقتدی و مطیع بنائے رکھنے کا تھا۔ وہ نیکوں کو نیکی کے عمدہ انجام کی بشارت دینے اور بدوں کو بدکاری کے برے انجام سے ڈرانے آیا تھا۔ اور اپنی زندگی کے بے پناہ عمل سے دونوں نتائج دکھا گیا۔ دنیا کی جو قوم آج اس راز کو سمجھ رہی ہے اور رحمت کے اس پیغام پر چل رہی ہے۔ وہی قوم خزانۂ غیب سے مالا مال ہو رہی ہے۔ اور جو غفلت میں پڑی ہوئی جھوٹی امیدوں میں مست ہے وہ ذلت نصیب ہے دریوزہ گری کر رہی ہے۔ مختار مطلق سے لینا نہیں چاہتی۔ غیر مجاز کے آگے ہاتھ پھیلا رہی ہے۔ اس لئے کوئی شنوائی نہیں ہوتی۔ ہاتھ پلے کچھ نہیں آتا۔ اس رسول اُمّی نے تمام رسولوں کا اسوۂ حسنہ بتایا۔ سب کو ایک ہی منزل کے راہرو کہا۔ سب کی تعلیم کی یکسانیت ظاہر کی، سب کا مقصد ایک ہونا ظاہر کر کے تفریق و تشتت کی گمراہی کو ظاہر کیا۔ اپنی خدا پرستی اور نیک عملی کے روشن چراغ سے سب بجھے ہوئے اور ٹمٹماتے ہوئے چراغوں کو ایسا روشن و منور کیا کہ جگمگاتے تارے بن گئے۔ اور کائنات کے بڑے حصے کے رہنما بنے مگر یہ سب اس دورِ سعید کی یادگار ہے جب آپ جسدِ عنصری سے دنیا میں موجود تھے۔ یا ان کا تعلیمی جسد (مجموعۂ تعلیمات) صحت مند تھا۔ آج کیا ہے ہماری خود غرضیوں اور نفس پرستیوں نے اس جسدِ مبارک کو داغدار کر دیا ہے۔ فرقہ واریت کی لعنت میں بری طرح گرفتار ہیں۔ نافرمانیوں کے باوجود اَنَا خَیْرٌ مِّنْهُ (۷:۱۲) کا ابلیسی کلمہ وردِ زبان ہے عَسٰٓی اَنْ یَّكُوْنُوْا خَیْرًا مِّنْهُمْ شاید کہ وہ (دوسری قوم) ان سے بہتر ہو" (۴۹/۱۱) کی الٰہی تعلیم بھول گئے۔ تھوڑے دن جہنم میں جا کر پھر جنّت میں داخل ہونے کی یہودیت شباب پر ہے۔ (۲/۱۱) دوسروں سے نظر ہٹا کر صرف اپنے ہی کو مقرب بارگاہ سمجھنے کی نصرانیت پورے جوش سے

کار فرما ہے کہ قوموں کے یہ وہ مزمن امراض ہیں۔ جو ابتدا سے چلے آرہے ہیں۔ رسول پاک نے بیک جنبش زبان اس سے شفاء کلی بخشی تھی مگر آہ آج اُسی رسول کی امت انہی خرافات میں مبتلا ہے۔ جس میں زمانۂ رسالت کے کفار و مشرکین مبتلا تھے۔ وہ تو پھر غنیمت تھے کہ صحیح فکر و عمل سنکر حالات کی اصلاح کر لئے تھے۔ آج تو کسی کے کان پر جوں نہیں رینگتی قرآن پڑھتے ہیں تو صرف اہل کتاب و مشرکین عرب کو برا کہنے کے لئے عمل رسول و صحابہ کو پڑھتے ہیں تو صرف اپنے کو اُن میں شامل کر کے خوشیاں منانے کے لئے قرآن کے منشاء اور بزرگوں کے اعمال میں تطابق پیدا کرنے کی کوئی فکر نہیں کی جاتی۔ قرآن کی تعلیم دنیا کی تمام قوموں کے لئے ہے۔ کیونکہ وہ رب العلمین کا کلام ہے۔ اور رسول کا طرز زندگی دنیا کی تمام قوموں کے لئے نمونہ ہے۔ کیونکہ وہ رحمت للعلمین ہیں۔ دوسرے الفاظ میں شفیع امت ہی نہیں شفیع الامم ہیں۔ دنیا کے جو افراد و اقوام قرآن کے مندرجہ محکماتِ الٰہیہ کے جس حد تک پابند ہیں۔ دین الٰہی کی اصولی زندگی میں جس حد تک رسول پاک کی اتباع ہو رہی ہے۔ انبیائے کرام کی پاکیزہ زندگیوں سے جو لوگ سبق لیکر اپنے حالات کو درست کر رہے ہیں۔ وہی لوگ خدا کے غیر مرئی فرشتوں کی امداد سے فلاح پا رہے ہیں۔ اغیار کے حاکمانہ دباؤ سے نجات میں ہیں۔ اور مقام خلافت پر لفظاً نہیں عملاً فائز ہیں۔ کاش آج کا مسلمان غور کرے کہ رحمت عالم کی رحمت اور رب العلمین کی ربوبیت آج سے چودہ سو سال قبل کدھر کارفرما تھی۔ اور آج کدھر کارفرما ہے۔ ربوبیت و رحمت کا فیضان کام و کسب سے متعلق ہے یا نام و نسبت سے؟ یہ کیوں ہے کہ دنیا کبھی مسلمان کو آیۂ رحمت سمجھکر حلقہ بگوش ہوتی تھی۔ اور آج اس کے وجود کو باعث زحمت سمجھ کر کان پکڑ کر

Marfat.com

دھکے دے رہی ہے؟ کیا اس کا واحد سبب صرف یہی نہیں ہے کہ رسول نے تو کثرت کو وحدت میں تبدیل کیا تھا اور ہم وحدت کو توڑ کر کثرت میں تبدیل کر رہے ہیں۔ انھوں نے مختلف عبادت گاہوں کے پرستاروں کو ایک مسجد میں جمع کیا تھا۔ اور ہم ایک مسجد کے ساجدوں کو متعدد مساجد میں منتشر کر چکے ہیں۔ انھوں نے مختلف و متعدد اُمرا کی اطاعت سے چھڑا کر ایک امیر کی اطاعت کا پابند بنایا تھا۔ اور ہم گھر گھر امارت بانٹ کر تن آسانی کی نیند سو رہے ہیں۔ ہم گروہ اپنے ہی تصورات اور اپنے ہی اصطلاحات میں مست ہے۔ یہ صاف بتلانے کے باوجود کہ خدا کا دست شفقت صرف جماعت کے سر پر ہوتا ہے۔ ہم جماعت نہیں بنتے۔ اور یہ واضح کر دینے کے بعد کہ تفرقہ آرائی سے اُمتیں برباد ہو جاتی ہیں۔ ہم فرقہ بندی سے نکلنا نہیں چاہتے۔ پھر یہ کونسی عقلمندی ہے کہ ہم تو خدا کی پسند کا کام نہ کریں مگر خدا سے یہ توقع رکھیں کہ وہ ہماری مرضی کا تابع ہو جائے۔ مسلمان یاد رکھیں کہ خدا کو کام پسند ہے۔ نام پسند نہیں۔ دنیا کے تمام نبیوں اور امتوں سے کام لیکر اجرت دیا ہے۔ نام سے کسی کے راضی نہیں رہا۔ کام چھوڑتے ہی انعامات کو زیر و زبر کر دیا۔ انعام یافتوں کو انعام کہدیا۔ پس اگر آج کی ذلت و رسوائی سے نجات پانا چاہتے ہو تو اٹھو رسول اللہ صلعم کے زندگی بھر کے عمل کو پیش نظر رکھ کر نیکی کرنے اور نیکی پھیلانے کے لئے کمر ہمت باندھ لو اور یقین رکھو کہ خدا کے غضب پر خدا کی رحمت سبقت لیجانے والی ہے ہم جیسے ہی اللہ کی طرف رجوع ہونگے۔ فوراً ہی اللہ کے فرشتے ہماری امداد و دستگیری کو اتر آئینگے اور انشاءاللہ ہم بہت جلد فائز المرام ہونگے۔ دنیا کی قوموں میں معزز و مکرم ہونگے اور دنیا پھر ہمیں رحمت للعلمین کی صحیح امت اور آیۂ رحمت سمجھنے پر مجبور ہوگی۔ اور اپنے کو ہماری آغوش میں دیکر فخر کرے گی۔ اگر ہم اس طرف متوجہ نہ ہوئے اور اُسوۂ رسول سے روگردانی ہی کرتے رہے تو ہمارا یہ زبانی فخر کہ ہم رحمت للعلمین کی امت ہیں کبھی بھی کارآمد نہ ہو سکے گا۔ اب بھی وقت ہے کہ ہم آدمؑ کی دعا پڑھ کر اپنے میں خشیت پیدا کریں اور اپنے حالات کی اصلاح کر کے فائز المرام ہوں۔ رَبَّنَا ظَلَمْنَا اَنْفُسَنَا وَاِنْ لَّمْ تَغْفِرْ لَنَا وَتَرْحَمْنَا لَنَكُوْنَنَّ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ بے نقط ۱۲۴

دینِ اسلام[۱]

اِنَّ الدِّیْنَ عِنْدَ اللّٰہِ الْاِسْلَامُ ۳/۱۸

قرآن میں ارشاد ہے کہ "اللہ کا پسندیدہ دین اسلام ہے" سوال یہ ہے کہ اسلام کیا ہے؟ اس کا ماننا کیوں ضروری ہے؟ اور نہ ماننے سے کیا نقصان ہوتا ہے؟

اس خصوص میں میرے غور و فکر کا نتیجہ یہ ہے کہ:- اطاعت و فرمانبرداری کی دو قسمیں ہیں۔ ایک طبعی اور ایک اختیاری۔ طبعی کا تعلق انسان کے سوا دیگر تمام مخلوقات عالم سے ہے۔ قرآن گواہ ہے کہ زمین و آسمان میں جو کچھ ہے وہ سب کی سب خدا کے حکم کے آگے سر تسلیم خم کئے اپنی اپنی ڈیوٹی پوری کر رہی ہیں کسی سے سرتابی و سرکشی ہو نہیں سکتی کہ اللہ نے اونہیں صاحب اختیار و ارادہ بنایا نہیں؟ اسی لئے اون میں کوئی کافر بھی نہیں ہوتا ہے ۸۲/۳ اسلام و کفر کا تعلق ذات انسان سے ہے۔ جسے اللہ نے اپنی قدرت کاملہ سے صاحب اختیار و ارادہ بنا کر کہا کہ تم احسن تقویم ہو۔ کثیر مخلوقات عالم پہ فضیلت رکھتے ہو۔ تمہاری سرشت میں فجور و تقویٰ یعنے بُرے اور بھلے کی پہچان ودیعت کر دی گئی ہے اور اس داخلی ہدایت کے علاوہ خارجی ہدایات بھی پیغمبروں کے ذریعہ دی گئیں۔ قرآن کریم میں واضح کیا گیا کہ خدا نے بھلے اور بُرے دونوں راستے کھول دیئے ہیں جو چاہے اطاعت کرے اور جس کا جی چاہے نافرمانی کرے جو صحیح راستے پر چلے گا خوشحالی پائے گا اور جو غلط راستہ

۱؎ مضمون مذاکرہ حلقہ فکرِ قرآنی منعقدہ ۳۰ اپریل ۱۹۸۶ء بمکان محمد حبیب سلیم صاحب ایڈووکیٹ (حال ڈپٹی منسٹر) کی صدارت میں پڑھا گیا تھا۔

Marfat.com

اختیار کریگا بد حال ہو جائے گا۔ان اعتبارات سے انسان کی دو قسمیں ہوئیں یا تو یہ مسلم ہو گا یا کافر ہو گا یعنی نیک ہو گا یا بد ہو گا۔اگر نیک ہو گا تو اوس کے کئی درجے ہیں مثلاً صالح۔شہید۔صدیق۔نبی۔رسول۔اور اگر بد ہو گا تو اوس کے بھی کئی درجے ہیں مثلاً مفسد، فاسق ظالم، نخندہ گرو کافر۔فرقہ بند مشرک۔ان دونوں قسموں کا تعلق خاندانی اور نسلی ہرگز نہیں ہے۔اس کا دارومدار انسان کے ذاتی اعمال و افعال پر ہے۔قرآن کہتا ہے کہ اللہ نے انسان کو اپنی فطرت پر پیدا کیا ہے اور اللہ کے جتنے نام یعنی جتنی صفات ہیں سب اچھے ہی اچھے ہیں۔اس لحاظ سے انسان کی پیدائش احسن تقویم یعنی عمدہ استعداد والی ہے ایک حدیث میں اس کی وضاحت ملتی ہے کہ انسان کا ہر بچہ فطرت اسلام پر پیدا ہوتا ہے۔بعد میں اس کو فرقہ بند کم سمجھ متعصب لوگ فرقہ پرست بنا لیتے ہیں۔انسانی گروہ میں فرقہ بندی خدا کی پیدا کردہ نہیں بلکہ خود متعصب انسانوں کی پیداوار ہے۔اور "دین اسلام" مذہب فطرت اور عین انسانیت کا نام ہے جب سے دنیا قائم ہوئی ہے اوس وقت سے موجود ہے یہ زمان و مکان کی حدود سے بالا تر ہے۔اس کے مجازات بدل گئے مگر حقیقت جوں کی توں رہی یہ اوس طریق زندگی کا نام ہے جس میں سلامت روی، امن پسندی، رواداری، ہمدردی، غمخواری، حسن سلوک خدمت خلق، خودداری، پستی سے بلندی کی طرف اٹھان، مادیت سے روحانیت کی طرف عروج اور ساری انسانی برادری کو تعصب کی نجاست سے پاک کر کے صرف ایک خدا کے نام پر جمع کرنا اور فرقہ واری فسادات کو فنا کر کے بھائی بھائی بنا نا شامل ہے

Marfat.com

از آدم تا ایندم جن بزرگ ہستیوں نے انسانی متعصبانہ اختلافات کو مٹا کر آپس میں محبت و بھائی چارہ پیدا کرایا اور اس روحانیت کے زور پر ذلت کے گڑھوں میں گری ہوئی اقوام کو آسمان عزت و شوکت پر پہنچایا۔ سب مسلمان تھے۔ چاہے اون کے نام عربی انداز کے رہے ہوں یا غیر عربی عبرانی وسریانی وغیرہ اور چاہے اون کا ذکر قرآن کریم میں آیا ہو یا نہ آیا ہو۔ اور چاہے وہ اللہ کا مفہوم لفظ رحمٰن سے یا اور کسی لفظ سے ادا کرتے رہے ہوں۔ مجاز کے بدلنے سے حقیقت نہیں بدلتی مثلاً ہم جس کو عربی میں سلامتی کہتے ہیں۔ اس کو انگریزی میں پیس اور ہندی میں شانتی کہتے ہیں۔ یہ سب ایک ہی مفہوم کی مختلف تعبیرات ہیں۔ یقیناً دنیا میں نزول قرآن سے پہلے جتنے غیر عربی داں پیغمبر آئے ہیں وہ لفظ اسلام ومسلم سے ناآشنا تھے۔ قرآن میں حضرت ابراہیمؑ کی زبان سے کہا گیا ہے کہ ھُوَ سَمّٰکُمُ الْمُسْلِمِیْنَ ۲۲/۷۸ "اونھوں نے تمہارا نام مسلمان رکھا" چونکہ ان کی زبان عربی نہیں تھی اس لئے اونھوں نے اپنی زبان میں اس کا ہم معنی مترادف لفظ استعمال کیا ہوگا جس کا ترجمہ عربی میں پیش کیا گیا۔ بنی اسرائیل میں اللہ کا مفہوم لفظ یہوواہ سے ادا کیا جاتا تھا اوس وقت اللہ کے فرمانبردار ہونے کے مفہوم میں بہترین لفظ یہودی سمجھا گیا اور وہی استعمال کیا گیا۔

اور عیسائیوں کو نصاریٰ اس لئے کہا گیا کہ وہ اللہ کی نصرت کرنے والے یعنی اللہ کے احکام کی تبلیغ کرنے کے عملی مددگار تھے۔ اور ہندوستان میں اللہ کا مفہوم برہما سے ادا کیا جاتا تھا۔ اسی مناسبت سے انہیں برہمن یعنی برہما کے فرمانبردار کہا گیا۔ ان سب کی حقیقت ایک ہی نظر آتی ہے کہ دنیا کی ہر قوم کے

Marfat.com

نیک لوگ اپنے لئے اپنی زبان کا بہترین لفظ چن لیتے اور اللہ اپنے کلام میں اوسی کو استعمال کرتا مثلاً اگر قرآن ہندوستان میں نازل ہوتا اور اوس کی زبان سنسکرت ہوتی تو یقیناً اس میں لفظ اسلام کہیں نہ ملتا بلکہ اس کا مترادف دوسرا لفظ ہوتا پس انسانوں کو نزاع لفظی کا شکار نہ ہونا چاہیئے۔ خدا کی پسندیدگی کا تعلق نام و نسب سے نہیں، کام و کسب سے ہے۔ ہم اس حقیقت کو یوں بھی سمجھ سکتے ہیں کہ قرن اول میں جتنے کافر و مشرک مسلمان ہوئے وہ سب اوسی نام کے رہے جو زمانہ کفر و شرک میں استعمال کئے جاتے تھے۔ درآنحالیکہ اون ناموں کے کافر و مشرک لوگ بکثرت موجود تھے۔ اوس وقت کافر و مسلم ہونے کا امتیاز ناموں سے نہیں بلکہ اون کے اعمال سے کیا جاتا تھا کہ مفسد کون ہے اور مومن کون۔ فسادی حرکات کرنیوالے کافر کہلاتے تھے اور امن پسند زندگی بسر کرنے والے مومن کہلاتے تھے۔ اس کا معیار نسل و نسب۔ خاندان و قبیلہ ہرگز نہ تھا۔ بالکل اسی طرح جس طرح آج کی مختلف جماعتیں اپنے اپنے نصب العین کے لحاظ سے کانگریسی سوشلسٹ کمیونسٹ وغیرہ کہلاتی ہیں جن میں ہر قسم کے نام والے موجود ہوتے ہیں۔ قرن اول میں اسلامی جماعت بھی اسی نصب العینی حیثیت سے اللہ کے احکام کی پابند جماعت تھی جو اس میں شریک ہوجاتا مسلم کہلاتا اور جو اس کا انکاری ہوتا وہ کافر کہلاتا۔ جب انسان کی عملی حیثیت کی حقیقت پر عقائد کا پردہ پڑ گیا تو مذاہب گزشتہ کی طرح دین اسلام کا حلیہ بھی بگڑ گیا اور اس قدر بگڑا کہ آج روادارانہ میل جول کو غیر از اسلام کہا جانے لگا۔ بایں قابل مبارک باد ہیں وہ لوگ جو آج بھی بین الاقوامی میل ملاپ کا پیغمبرانہ کام کر رہے ہیں۔

Marfat.com

محاسبۂ الٰہی آیت مندرجہ بالا میں لفظ اسلام لفظ کفر کے بالمقابل استعمال ہوا ہے۔ آیت کا آخری حصہ یہ ہے کہ "اہل کتاب نے (جنھیں دین اسلام دیا گیا تھا) علم آ جانے کے بعد آپس کی ضد اور ہٹ دھرمی سے اختلاف کیا اور جو کوئی اللہ کی آیات کا کفر (یعنی احکام کی نافرمانی) کرتا ہے تو اللہ بھی جلد حساب لینے والا ہے"۔ اب یہ غور طلب ہے کہ "جلد لیا جانے والا حساب کیا ہے"۔ اگر ربط کلام کو ملحوظ رکھا جائے تو یہ سوال بھی آسانی سے حل ہو جاتا ہے۔ اس آیت سے ذرا پہلے آیتیں میں آل فرعون کی تکذیب آیات یعنے اون کی نافرمانیوں کی وجہ سے خدا کی گرفت میں آ جانے اور سخت سزا کے مستوجب ہونے کا ذکر کر کے آیت ۱۱ میں صاف بیان کر دیا گیا ہے کہ "جن لوگوں نے کفر کیا یعنے نافرمانی کی انہیں کہدو کہ تم جلد مغلوب کئے جاؤ گے اور جہنم کی طرف اکٹھے کر کے چلائے جاؤ گے"۔ حساب لینے کا تذکرہ اسی سلسلے کی کڑی ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ اپنے احکام کی نافرمانی کرنے والوں سے جلد جلد حساب کر کے اپنی بخشی ہوئی عزت و آزادی کو سلب کر لیتا اور اپنے محبوب بندوں کی غلامی کرنے کے لئے چھوڑ دیتا ہے۔

نور و ظلمت اسی غلامی کو سورۂ ابراہیم کی آیات ۵ و ۶ میں قوم بنی اسرائیل کو نور سے نکال کر ظلمات میں داخل کرنا اور حضرت موسیٰؑ کو آل فرعون کے عذاب سے نجات دلانے پر مامور کرنا کہا گیا ہے۔ واقعی یہ انسان کی کتنی بڑی بدنصیبی ہے کہ اشرف الخلق انسان خدا کی عطا کردہ امانت کا غلط استعمال کر کے خدا کی محبوب بندگی سے محروم اور اپنے ہی جیسے بندوں کی ڈالی ہوئی نکیل سے ہانکا جائے اور جانوروں کی طرح ذلیل و پست زندگی گذارے۔

Marfat.com

۶۔ "سمجھدار لوگوں کے عبرت کی جا ہے"

دین و شریعت گزشتہ جلسہ میں اس سے پہلے کے رکوع کی تلاوت میں ہم دیکھ چکے ہیں کہ کلام الہٰی، دین و شریعت کی دو اقسام پر مشتمل ہوتا ہے۔ دین کی حیثیت جان کی اور شریعت کی حیثیت جسم کی ہوتی ہے۔ تمام انبیائے کرام (جو اقامت دین کے لئے تشریف لائے تھے۔) اور اون کے حقیقی متبعین دین اللہ پر قایم رہنے کی وجہ سے (اختلاف شرائع کے باوجود) سب مسلم تھے۔ روح مذہب کی پابندی کرنے والے مسلم پر جسم شریعت (جس کی خاصیت ہی تغیر پذیری ہے) کے مختلف ہونے کا کوئی اثر نہیں پڑتا انبیاء کرام کا طریقہ کار اقوام عالم کو مسلمات اقوام عالم کی دعوت دینا تھا کہ "آؤ جو باتیں ہم میں اور تم میں یکساں مانی ہوئی ہے اوس پر عمل کر کے ایک اور نیک ہو جائیں اور دونوں جہان کی خوشحالیاں حاصل کریں"۔ ان بزرگان دین کا طریقہ اختلاف شرائع میں الجھنا ہرگز نہ تھا۔ وہ موسیٰ رسول اللہ، عیسیٰ رسول اللہ، محمد رسول اللہ کی لفظی گروہ بندی کی طرف نہیں بلاتے تھے بلکہ اللہ کے امن پسند و ترقی پذیر احکام کی تعمیل کی طرف بلاتے تھے جب تک ان کی نیکو کارانہ تنظیم باقی رہی اوس وقت تک یہ بلاوا صدق صدق بجا تھا نیکی کی تنظیم ٹوٹ کر سیاسی تنظیم بن جاتے کے بعد جو کچھ ہوتا ہے وہ صرف گروہ بندانہ تعصب ہوتا ہے اور انا خیر منہ کے مناظرے۔ جو نہ کسی کو کام آئے نہ آسکتے ہیں۔

مقصود خدا۔ قرآن گواہ ہے کہ مختلف زبانوں میں مختلف مقامات پر مختلف

Marfat.com

اقوام پر قوانین فطرت کی تشہیر ہوئی ۔ انبیائے کرام ایک ہی زمانے میں مختلف مقامات پر بھی رہے اور ایک ہی مقام پر بیک وقت دو دو تین تین مل کر بھی نبوت کئے ۔ اس سے ظاہر ہے کہ مقصود خداوندی تو قوانین فطرت کی پابندی کرانا ہے نہ کہ شرع و منہاج کے فروعی مسائل میں الجھائے رکھنا ۔ جہاں تک صداقت، دیانت، امانت، محبت، عدالت، شجاعت و مرکزیت وغیرہ اصول سلامتی کا تعلق ہے اور جس کے عمدہ نتائج مقدمہ شاہد ہیں ۔ آج بھی ہر قوم اور ہر مذہب کی کتابوں میں یکساں طور پر موجود ہیں اور ظاہر ہے کہ یہ سب اسلامی ہیں چاہے کسی زبان میں ادا کئے جائیں ۔ ان مستقل اقدار پر جو قوم عمل کریگی اس کے مقررہ ثمرات سے یقیناً مالامال ہوگی ۔ اور دنیا کے سمجھدار لوگ اس سے عبرت حاصل کرتے رہیں گے

ہدایت الٰہی اس آیت کے متصل آیت مابعد میں یہ ہے کہ ـــــ " جو لوگ اپنی توجہ کو اللہ کی فرمانبرداری میں لگا دیں یعنی مسلم ہو جائیں تو یقیناً انہوں نے ہدایت پالی یعنے انہیں ترقی کرنے کا صحیح راستہ مل گیا ـــ اب دیکھئے ہدایت کہاں کہاں ملتی ہے اس کے متعلق قرآن میں واضح طور پر کہا گیا ہے کہ ـــــ ہمیں نے توریت اتاری اور اس میں ہدایت اور نور ہے ۵/۴۴ " " ہم نے عیسیٰؑ کو انجیل دی اس میں ہدایت اور نور ہے ۵/۴۶ " " قرآن بھی لوگوں کے لئے ہدایت ہے ۲/۱۸۵ "

دیکھئے کس طرح تمام الہامی کتابوں کو ہم پلہ رکھا گیا ہے ۔ اسی لئے مسلمان ہونے کے لئے یہ شرط ہے کہ " سب کتابوں پر ایمان لائیں " یہ کسی طرح جائز نہیں ہے کہ " بعض کتابوں کو مانیں اور بعض کو نہ مانیں " " یا ایک کتاب کے کسی حصے کو مانیں اور کسی حصے کو نہ مانیں ۲/۸۵ " " اور یہ بھی جائز نہیں ہے کہ بعض رسولوں کو مانیں اور بعض کو نہ مانیں " " اور یہ بھی ٹھیک نہیں کہ ماننے کا زبانی اقرار اور عملی انکار ہو "

Marfat.com

یہ تو صریح نفاق ہے اور منافق مومن نہیں ہوتا۔ چاہے وہ اپنے کو مومن ہی سمجھتا رہے غرض جتنی الہامی کتابیں دنیا میں موجود ہیں سب میں ظلم و زیادتی سے باز رہنے اور محبت و اخوت سے زندگی بسر کرنے کی تعلیم یکساں موجود ہے اور اسلام اسی نیک کرداری کا نام ہے جو ازلی و ابدی ہے۔ دنیا کے تمام اچھے اور بُرے نتائج اسی کا ردعمل ہیں۔

جو کمائے گا وہی تو پائے گا۔ لَیْسَ لِلْاِنْسَانِ اِلَّا مَا سَعٰی۔

غیر اسلام اسلام قانون خدا کی پیروی ہے اور پیروی نہ کرنا (یعنی زبانی اقرار اور عملی انکار) غیر اسلام ہے۔ اسی سورۂ مبارک میں ذرا آگے چل کر صاف اعلان ہے کہ "وَمَنْ یَّبْتَغِ غَیْرَ الْاِسْلَامِ دِیْنًا فَلَنْ یُّقْبَلَ مِنْہُ ۳/۸۵"

جو کوئی بھی اسلام کے سوا کوئی اور طریقہ اختیار کریگا وہ قبول نہ ہوگا۔ یہاں قبولیت و عدم قبولیت کا مفہوم زیر غور آتا ہے۔ قرآن میں اس کی بھی کافی وضاحت موجود ہے۔

دلیل قبولیت قرآن بہ بانگ دہل کہتا ہے کہ "اللہ والی جماعت ہی غالب رہتی ہے ۵/۸۶ کیونکہ اللہ نے ایمانداروں کی مدد کرنا اور اون کو غیر ایمانداروں کی غلامی سے نجات دینا اپنے اوپر فرض کرلیا ہے ۳۰/۴۷ و ۱۰/۱۰۳ اور زمین کے وارث اللہ کے نیک بندے ہی ہوا کرتے ہیں ۲۱/۱۰۵" یہ امور قبولیت اعمال کی دلیل ہیں۔

دلیل عدم قبولیت اور عدم قبولیت یہ ہے کہ اعمال ضبط کر دیئے جائیں۔

Marfat.com

محنت رائیگاں جائے اور ہلاکت کی منزل میں ڈھکیل دیئے جائیں۔ ارشاد ہے کہ اللہ کافروں کو مومنوں پر ہرگز ہرگز غلبہ نہیں دیتا۔[۱۴۱/۴] "اور" اللہ کے احکام کے خلاف فسق و فجور میں مبتلا ہونے والوں اور ظلم و زیادتی کرنے والوں ہی کو ہلاک (یعنی مغلوب) کیا کرتا ہے [۴۶/۴۵] و [۶/۴۷]" یہ امور خدا کی ناراضی کی دلیل اور غضب الٰہی کی علامات ہیں۔

حرف آخر سچا ایمان سچے عمل کا ضامن ہے اور سچا عمل اچھے نتائج کا پابند ہے۔ اسی طرح غلط ایمان برے عمل کا پیش خیمہ ہے اور برا عمل رسوائی اور افلاس کا موجب ہے۔ ہمارے سارے اسلاف اسلئے اچھے تھے کہ وہ ایمان و عمل میں سچے تھے اور ہم اس لئے خراب ہیں کہ ان کے جیسے ایمان و عمل کو چھوڑ بیٹھے۔ اسلاف پسندی جاکر اسلاف پرستی آگئی۔ جھوٹی آرزوئیں منزل پر نہیں پہنچاتیں۔ جو کچھ سابقہ امتوں کے ساتھ ہوا اب بھی وہی ہو رہا ہے[۴/۱۴۳] محترم عامر عثمانی نے کیا خوب کہا ہے ؎

یہ ذوق اطاعت سے خالی عقیدت، عقیدت نہیں حرف بازی گری ہے
عمل چھوڑ کر صرف باتیں بنا کر کوئی قوم دنیا میں ابھری نہیں ہے

اگر آنکھوں پر سے نسل و نسب کے تعصب کی پٹی ہٹالی جائے تو قرآن کریم میں دنیا کی ہر قوم کے ہر انسان کے لئے عبرت کا کافی سامان موجود ہے کہ اسلام کو سمجھیں اور ہر وقت مسلم بنے رہیں۔ خدا کی طرف سے دونوں راستے کھلے ہوئے ہیں۔ جو لوگ عبرت حاصل کرکے اپنے حالات کو سنواریں گے وہ حال و مستقبل میں خوشحال زندگی گذاریں گے ورنہ زمانہ نزول قرآن کے یہودیوں کی طرح ذلیل و خوار بہائم کی طرح رہیں گے اور آخرت کے انعامات سے بھی انہیں کوئی حصہ نہ ملیگا۔

خداوندا ہمیں اسلام پر قائم رکھ، اسلام کی نعمتوں سے مالا مال کر اور اسلام پر خاتمہ فرما۔ آمین۔

Marfat.com

آخرت کے تین مفہوم

زندگی، ماضی۔ حال اور مستقبل کی ایک زنجیر ہے۔ انسان پہلے کوئی قابلِ لحاظ شئے نہ تھا۔ بتدریج عقل وشعور میں اضافہ ہوتا گیا اور موجودہ حالت پہ پہنچا۔ مستقبل میں اس سے بڑھ کر مزید کچھ اور ہونے کی تیاری میں مصروف نظر آتا ہے۔ ماضی کا تجربہ بتلاتا ہے کہ ہزار ہا ٹھوکریں کھا کھا کر خشکی کے منازل طے کیا۔ تری میں پہنچا تو ہزارہا غوطے کھا کھا کر اوس پر عبور حاصل کیا۔ اب فضا میں گھوم رہا اور ہزارہا قلابازیاں کھا رہا ہے۔ خدا ہی بہتر جانتا ہے کہ آئندہ کیا ہوگا۔ مگر اتنا ضرور کہا جا سکتا ہے کہ ارتقا پذیر زندگی اپنا مظاہرہ کئے جا رہی ہے۔ موجودہ حالت سے بہرکیف اعلیٰ منزل پر فائز ہوگا۔ طے منازل کا آخری مقام کیا ہوگا وہاں تک عقل کی رسائی ممکن نہیں۔ بقول مولانا روم رح

"آنچہ اندر وہم نائد آن شوم"

انسان کو بتدریج رفیع الدرجات بنانے کے لئے بروایتے ایک لاکھ چوبیس ہزار پیغمبر آئے جنھوں نے ستم رسیدہ اور پست کردہ اقوام کو اخلاقی اصول کے پابند اور تخلیقی اعمال کے خوگر بنا کر مغلوبیت کی خوفزدگی اور مقہوریت کی رنجیدگی کے جہنم سے نکالا۔ آسمانِ عزت اور توقیر سے بلند، سکونِ قلب کی جنت میں پہنچایا۔ اور دیدار رب کی جستجو میں لگایا۔ اس طرح قومیں بقدر ظرف ہمہ جہتی ترقی میں گامزن رہیں جس کا سلسلہ جاری ہے۔ اور انسان کی آخرت روز بروز سنورتی جا رہی ہے۔ اقبال کہتے ہیں ؎

Marfat.com

جس میں نہ ہو انقلاب موت ہے وہ زندگی ✤ روح امم کی حیات کشمکش انقلاب

قرآن میں آخرت اور عاقبت کے الفاظ مستقبل کے مفہوم میں آئے ہیں۔ اس کا استعمال بالعموم لفظ دنیا کے ساتھ ہوتا ہے۔ دنیا کے معنی ہیں قریبی، مفادِ عاجلہ، فوری فائدہ۔ اور اس کا مطلب تحقیری پہلو سے یہ ہے کہ ایسی زندگی حال جو فسق وظلم وبے راہ روی کی ہو۔ بقول رومی "

"چیست دنیا از خدا غافل بُدن
نے قماش و نقرہ و فرزند و زن"

آخرت کے تین مفہوم

(۱) آخرت شخصی مستقبل قریب۔ مرنے سے پہلے کا انجام جیسے وہ افراد جو بدکاری چھوڑ کر نیکوکار ہو جائیں۔ اون کی آخری زندگی سنور جاتی اور دوسروں کے لئے قابل تقلید نمونہ بن جاتی ہے۔ اور اگر بھلائی ترک کر کے بدکاری میں مبتلا ہیں تو تکالیف میں گرفتار ہو جاتے ہیں۔ یہ کوئی صرف اعتقادی یا تصوراتی چیز نہیں ہے بلکہ نمایاں حقیقت ہے ہر زمانہ میں اس کا مشاہدہ ہوتا رہتا ہے کہ مرنے سے پہلے اچھے کاموں کی آخرت اچھی ہوتی ہے اور برے کاموں کی آخرت بری۔ سعدی کہتے ہیں۔ درپس ہر گریہ آخر خندہ ایست۔ مژدہ آخر بیں مبارک بندہ ایست

(۲) آخرت قومی ونسلی مستقبل بعید۔ یعنے اعمال انسانی کا انجام کبھی عامل کی زندگی میں رونما نہیں بھی ہوتا ہے بلکہ تاخیر سے یعنے آئندہ نسلوں کے آگے آتا ہے اور اس کا سلسلہ نسل درنسل چلتا ہے۔ پہلوں کے عمدہ کارناموں سے بعد والے مدتوں فائدہ اٹھاتے ہیں۔ اور پہلوں کی غلط کاریوں کا عذاب

Marfat.com

بعد والوں کو عرصہ دراز تک بھگتنا پڑتا ہے۔ یہ بھی مشاہداتی چیز ہے۔ ہر شخص کو اس کا علم ویقین ہوتا ہے۔ چنانچہ آئندہ نسلوں کے لئے جائیدادیں چھوڑ جانے کا عمل اسکا ثبوت ہے۔

(۳) آخرت خلق جدید۔ یعنے بعید ترین مستقبل۔ جیسے کرۂ ارض کے تباہ و برباد ہو جانے کے بعد جب خلق جدید والی دوسری زندگی ہوگی۔ اوس زندگی میں بھی اچھے اور برے کاموں کا جو توشہ ساتھ ہوگا اوس کے نتائج کا سامنا کرنا ہوگا۔ حسب صراحت بالا آخرت کے تین درجے ہیں مگر ہمارے مذہبی لٹریچر میں جہاں آخرت کے الفاظ آئے وہاں بالعموم صرف ایک ہی آخری معنیٰ (یعنے مرکر جی اٹھنے کے بعد کی زندگی) مراد لئے جاتے ہیں جس کی وجہ سے انبیائی تعلیمات کی دنیا سنوار اسپرٹ۔ کارکرد ذہنیت پیدا اثر انداز نہیں ہوتی۔ دنیا میں ہونے والے نتائج پر کما حقہٗ نظر نہ رہنے سے آئندہ دیکھا جائیگا کے تصور میں اعضائے عمل مضمحل ہو جاتے ہیں۔ حالانکہ مذہب اور مذہب کے بیان کردہ عقائد سست رفتار اعمال کو مہمیز کرنے کے لئے ہوتے ہیں

غرض پہلے دو معانی کو نظر انداز کرنے کا نتیجہ یہ ہے کہ اصلاح معاشرہ کے اچھے کاموں کو زیادہ رواج دینے اور خرابی معاشرہ کے برے کاموں سے بشدت روکنے کا جذبہ مدھم پڑ جاتا ہے۔ گویا امر معروف نہی منکر کا حکم عملاً متروک ہوکر ہر شخص نفسی نفسی میں لگ جاتا ہے چنانچہ نماز۔ روزہ۔ حج اور زکواۃ کے اجتماعی اعمال (جن کے ذریعہ افراد ملت کو ایک رسی میں باندھ رکھا گیا اور فلاح وبہبود کے منازل طے کرائے گئے تھے) وہ سب انفرادی ہوگئے۔ اوران کا ثواب

Marfat.com

صرف قیامت کے بعد والی زندگی کے لئے مختص ہو گیا ہے نتیجتہً۔ آج ملت ابراہیمی کا شیرازہ اس بُری طرح بکھرا ہوا ہے کہ اِلاَّ مَاشَاءَ اللہ کوئی کسی کا ہمدرد و غمگسار نظر نہیں آتا۔ کوئی کسی کے ساتھ تعاون کرکے اوسکی مصیبت دور کرنے کی طرف قدم نہیں اٹھاتا۔ بلکہ الٹا ہر فرد دوسرے کا استحصال کرنے کی فکر میں لگا رہتا ہے۔ پوری قوم پر مُردنی چھائی ہوئی ہے۔ جینے میں مگر زندہ درگور کی حالت ہے اپنا مذہبی کردار مضبوط ہونے سے ہر طرف سے خوف وحزن کے عالم میں گزارتے ہیں۔ خدا کے بن کر خدا سے لینے اور دوسروں کو دینے کی بجائے غیروں کے دست نگر بلکہ دشمنوں کے رحم وکرم کے محتاج ہیں۔ اونہیں بیٹھ پیچھے بُرا بھلا کہتے بددعائیں دیتے ہیں مگر سامنا ہوتے ہی منہ کو قفل لگ جاتے۔ الٹی خوشامدیں کرتے اور اون کی مدد کے طلبگار رہتے ہیں۔ ایسے عمل چور جھوٹی آرزوں میں مست رہنے والوں کو اون کا مزعومہ ایمان کوئی نفع نہیں دیتا۔ (عمل چھوڑ کر صرف باتیں بنا کر کوئی قوم دنیا میں ابھری نہیں ہے) (عامر عثمانی) بلکہ اون پر زندگی حال ہی میں۔ خدا کا عذاب مسلط ہو جاتا ہے۔ قرآن ایسی زندگی کو لعنتی زندگی کہتا ہے۔ اور ظاہر ہے کہ جنکی زندگی اندھوں کی طرح بھکاری زندگی ہو اونہیں مرنے کے بعد کی زندگی میں کیا ملے گا؟ قرآن کہتا ہے کہ جو لوگ خدا کو بھول کر زندگی گزارتے ہیں۔ قیامت میں بھی اسی طرح بدحال زندگی گزارینگے۔ وہاں نہ کسی کی سفارش چلے گی نہ رشوت دیجا سکے گی۔ اور نہ کوئی امداد کرنے والا ہوگا۔ اوس وقت صرف ”واحد القہار“ خدا کی

Marfat.com

حکومت ہوگی اور ہر ایک کے حق میں انصاف سے فیصلے کئے جائینگے۔ اس تمہید کے بعد مندرجہ ذیل آیات قرآنی پر غور کرکے اطمینان حاصل کیجئے اور آخرت سنوار اعمال پر گامزن ہو جائیے۔ ؎

یہی آئین قدرت ہے یہی اسلوب فطرت ہے
جو ہے راہ عمل میں گامزن محبوب فطرت ہے
(اقبال)

آخرت اول۔ دوران زندگی کا انجام

ف۔(۱) (اے رسول) تیرے رب نے تجھے چھوڑا نہیں اور نہ وہ ناراض ہوا۔ تیری ہر بعد کی حالت پہلی حالت سے یقیناً بہتر ہے (وَلَلْآخِرَةُ خَيْرٌ لَّكَ مِنَ الْأُولَىٰ) اور عنقریب تجھے وہ کچھ عطا کیا جائیگا کہ تو خوش ہو جائے گا۔ کیا (تو اس پر غور نہیں کرتا کہ) اللہ نے تجھے یتیم پایا تو پناہ دی اور متلاشی راہ پایا تو ہدایت دی اور تنگدست پایا تو غنی کر دیا۔ . . . . . اپنے رب کی نعمتوں کا ذکر کرتا رہ (ضحیٰ ۹۳/ ۱ تا ۱۱) اس آیت میں وَلَسَوْفَ يُعْطِيكَ عنقریب عطا کرنا غور طلب ہے۔

جوانی میں کرے محنت ٭ بڑھاپے میں ملے راحت

(۲) تم مفاد عاجلہ سے محبت رکھتے ہو (یعنی وقتی فائدے چاہتے ہو) اور آخرت کو چھوڑ بیٹھتے ہو (یعنی انجام سے غافل ہو جاتے ہو کہ کچھ دنوں بعد کیا ہونے والا ہے۔ جب انقلاب کا وقت آئیگا تو) اوس دن کچھ چہرے (اپنے اچھے اعمال کی وجہ سے) بارونق ہونگے اور (اطمینان و مسرت کے ساتھ) اپنے رب کی طرف دیکھ رہے ہونگے اور کچھ چہرے (اپنی بد اعمالیوں کی وجہ سے)

Marfat.com

بدرونق ہونگے۔ اور (عالم سراسیمگی میں) جان لینگے کہ ادن پر کمر توڑنے والی مصیبت آنے والی ہے۔ (قیامہ پ۲۹ ع ۱۵) بارونق و بے رونق چہرے اور کمر توڑ مصائب تقسیم ہند کے انقلابی دور میں آنکھوں دیکھا حال ہے۔

(۳) یہ لوگ عاجلہ (یعنی فوری فائدہ) سے محبت رکھتے ہیں اور اپنے آگے آنے والے بھاری دن (یوماً ثقیلاً) کو چھوڑ بیٹھتے ہیں (یعنی بھول جاتے ہیں کہ کچھ دنوں بعد فوری فائدہ حاصل کرنے کی غلط کاریوں کا کیا انجام ہونے والا ہے) (دہر پ۲۹ ع ۲۰) لوٹ مار کمپنی بنانے والوں کا انجام کیا ہوا کرتا ہے۔ظاہر ہے۔

(۴) جو کوئی اسلام (یعنے اطاعت احکام الہیٰ) کے سوا کوئی اور دین (کوئی اور طریقہ زندگی) چاہیگا (یعنے احکام الہیٰ سے لاپرواہ ہوکر شیطان کے احکام کی پیروی کریگا) تو وہ آخرت میں (یعنے بالآخر۔ کچھ دن بعد نتیجتہً) نقصان اٹھانے والوں میں سے ہوگا (آل عمران پ۳ ع ۸) ظلم و دیا دتی کی زندگی گزارنے والے کس طرح نقصان اٹھایا کرتے ہیں۔غور سے سمجھنے کے قابل ہے۔

آخرت دوم۔ زندگی کے بعد کا انجام

ملک (۱) اے بنی اسرائیل ہم نے موسیٰ کی کتاب میں خبر دیدی تھی کہ تم ضرور ملک میں دوبار فساد کروگے۔ ۔ ۔ سو جب پہلی بار کا وعدہ آپہنچا تو ہم نے تم پر (یعنے تمہاری قوم پر) اپنے سخت طاقت والے بندے اٹھا کھڑا کیے پس وہ شہروں کے اندر گھس گئے اور وعدہ پورا ہوکر رہا۔ پھر ہم نے لوٹا کر تمہیں (یعنے تمہاری قوم کو) ادن پہ غلبہ دیا اور بہت مال اور بیٹیوں سے تمہاری (قوم کی) مدد کی اور تمہیں بڑے جتھے والے گروہ بنا دیا۔ (اور کہا گیا تھا کہ) اگر تم نیکی کروگے تو اپنی جانوں کے لئے اور

Marfat.com

اگر برائی کروگے تو اونہی کے لئے فَاِذَا جَآءَ وَعْدُ الْاٰخِرَۃِ پھر جب پہلی بار کا وعدہ
آیا اور بندے (انقلاب کے لئے) اٹھا کھڑا کئے تاکہ تمہارا (یعنے تمہاری قوم کا)
برا حال کریں اور مسجد میں داخل ہوں جس طرح پہلی بار داخل ہوئے اور جس چیز
پر وہ غالب آئیں اوس کو پوری طرح برباد کردیں . . . . (پس یاد رکھو کہ)
اگر تم وہی کام کروگے تو ہم پھر وہی سزا دینگے اور ہم نے جہنم کو کافروں کے لئے
قیدخانہ بنایا ہے۔ (یعنے نافرمانوں کے لئے غلامی اور ذلت کا ٹھکانا (قیدخانہ)
بنایا گیا ہے جس میں رونے دھونے چیختے چلاتے رہتے ہیں) (بنی اسرائیل ۱۷)
قومی انقلاب زندگی میں اور زندگی کے بعد کی نسل دونوں سے متعلق ہے۔

(۲) اور اگر تم جھٹلاتے ہو تو تم سے پہلی قوموں نے بھی جھٹلایا (اور وہ جھٹلانے
کا برا انجام دیکھ چکے) اور رسول کے ذمے تو کھول کر پہنچا دینے کے سوا اور کچھ نہیں
کیا وہ غور نہیں کرتے کہ اللہ کس طرح خلق کی ابتدا کرتا ہے اور پھر وہ اوس کا دوبارہ
اعادہ کرتا ہے (یعنے قوم پر مردنی چھا جانے کے بعد دوبارہ اٹھا کھڑا کرتا ہے) ایسا
کرنا اللہ پر آسان ہے (اے رسول۔ ان سے) کہو زمین میں (یعنے ملکوں میں) چلو پھرو
دیکھو کہ اوس نے کس طرح پہلی بار پیدا کیا۔ پھر اللہ ہی آخرت کی پیدائش (یعنے دوبارہ پیدا کی)
پیدا کرتا ہے اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔ وہ جسے چاہے عذاب دے اور جس پر چاہے رحم
کرے۔ اور اوسی کی طرف تم پھیرے جاؤگے۔ اور تم اوسے زمین و آسمان میں عاجز کرنیوالے
نہیں۔ اور تمہارے لئے اللہ کے سوا کوئی ولی اور مددگار نہیں ہے۔ (یعنے اوس کے قانون
مکافات عمل کے مطابق اچھوں کو اچھا بدلہ اور بروں کو برا بدلہ ملنا لازمی ہے۔)
(عنکبوت ۲۹ / ۱۹ تا ۲۲) اس کی وضاحت فقرات (۱۰ و ۱۱) میں دیکھی جاسکتی ہے۔

Marfat.com

(۳۳) آسمانوں اور زمین میں کتنے نشان ہیں جن پر لوگ گزرتے رہتے ہیں مگر حال یہ ہوتا ہے کہ اون سے منہ پھیرے ہوئے ہوتے ہیں۔ اون میں سے اکثر لوگ اللہ پر ایمان نہیں لاتے مگر اس حالت میں کہ وہ شرک میں مبتلا بھی رہتے ہیں۔ (یعنے اللہ کو مانتے تو ہیں مگر غیر اللہ سے توقعات رکھ کر بے راہ روی کی زندگی گزارتے ہیں) تو کیا وہ لوگ اس بات سے نڈر ہو گئے ہیں کہ ان پر اللہ کے عذاب کی بھاری ہیبت آ پڑے۔ یا اون پر اچانک (الساعة) (قیامت) آجائے اور اونہیں خبر بھی نہ ہو۔ آپ فرما دیجئے کہ "یہ میرا طریق ہے کہ میں (لوگوں کو) خدا کی (توحید کی) طرف بلاتا ہوں (اس معاملہ میں) دلیل پر قائم ہوں۔ میں بھی اور میرے ساتھ والے بھی۔ اور اللہ (شرک سے) پاک ہے اور میں شرک کرنے والوں میں سے نہیں ہوں" اور ہم نے آپ سے پہلے مختلف بستی والوں میں سے جتنے (رسول) بھیجے جن کی طرف ہم وحی کرتے تھے سب آدمی ہی تھے (کوئی فرشتہ نہ تھا) تو کیا یہ لوگ زمین میں (یعنی ملکوں میں) چلے پھرے نہیں کہ دیکھ لیتے کہ ان لوگوں کا کیا برا انجام ہوا (اون کی عاقبت کیسی بری ہوئی) جو ان سے پہلے (نافرمانی میں مبتلا تھے۔ اور آخرت کا گھر اون لوگوں کے لئے بہتر ہے جو تقوی اختیار کرتے ہیں۔ تو کیا تم عقل سے کام نہیں لیتے ......

ہمارا عذاب مجرم لوگوں سے پھرا نہیں کرتا۔ ان (سابقہ امتوں کے) قصوں میں سمجھدار لوگوں کے لئے بڑی عبرت ہے۔ (یوسف ۱۲/ ۱۰۶ تا ۱۱۱) ماضی کے قصے حال و مستقبل والوں کی عبرت کے لئے ہیں کہ اچانک آنے والی ساعتوں سے بچتے رہیں۔

آخرت میں مر کر مٹی ہو جانے اور دوبارہ پیدا ہونے کے بعد کا انجام

بے عقلوں کا یہ قول عجیب ہے کہ

Marfat.com

کیا جب ہم مٹی ہو جائینگے تو پھر ایک نئی پیدائش (خلق جدید) میں آئینگے یہی وہ لوگ ہیں جو اپنے رب کا انکار کرتے ہیں اور یہی ہیں جن کی گردنوں میں زنجیریں ہیں اور یہی آگ والے ہیں سدا اسی میں رہینگے۔ (رعد ۱۳/۵) خلق جدید کی وضاحت فقرہ (۱۲) میں کی گئی ہے۔

(۲) کہتے ہیں کیا جب ہماری ہڈیاں چورا چورا ہو جائینگی تو کیا نئی پیدائش کے لئے اٹھائے جائینگے۔ کہو پتھر ہو جاؤ یا لوہا یا کوئی اور مخلوق جو تمہارے دلوں میں اس سے بڑی معلوم ہوتی ہو۔ پھر کہینگے ہمیں کون لوٹائیگا۔ کہو وہ جس نے تمہیں پہلی بار پیدا کیا۔ تب بھی وہ تیرے سامنے سر ہلائینگے اور کہینگے یہ کب ہوگا۔ کہو شاید قریب ہی ہو۔ (بنی اسرائیل ۱۷/۴۹ تا ۵۱) اس آیت میں الفاظ عسیٰ ان یکون قریباً ——— غور طلب ہیں:۔

(۳) جس دن ہم آسمان کو اس طرح لپیٹ لینگے جس طرح تحریروں کا طومار لپیٹا جاتا ہے۔ جس طرح ہم نے پہلی پیدائش شروع کی اسی طرح اس کا اعادہ کرینگے (یعنے اسے پھر بنائینگے) (کما بدأنا اول خلق نعیدہ)
یہ ہم پہ وعدہ ہے۔ (یعنے یہ ہمارا طریقہ کار ہے۔) ضرور ہم یہ کرنے والے ہیں (انبیاء ۲۱/۱۰۴)
اس میں الفاظ بدأنا غور طلب ہیں۔

بحث
قیامت۔ ساعت۔ حشر۔ بعث بعد الموت وغیرہ

(۱) جس طرح لفظ آخرت کے مختلف معانی ہیں۔ اسی طرح اس کے ہم معنی دیگر الفاظ قیامت۔ ساعت۔ حشر۔ بعث بعد الموت۔ وغیرہ کے بھی مختلف مفاہیم ہیں ان الفاظ کا

Marfat.com

استعمال دنیاوی انقلابات کے لئے بھی ہوا ہے اور اُخروی زندگی کے لئے بھی۔ جنھیں ہر موقعہ بیان پر ربط کلام کے لحاظ سے متعین کر کے عبرت حاصل کی جا سکتی ہے۔ ان کی حقیقت بھی مختصراً ذیل میں ملاحظہ فرمائیے۔

ت۔ اَلقیامۃ قیامت کا مفہوم ہے انسانوں کا یکبارگی اٹھ کھڑا ہونا۔ لغات میں اس کے متعدد معانی آئے ہیں یعنے "متوازن ہونا، کسی معاملہ کا اعتدال پر ہونا، محکم اور استوار ہونا، کسی کام کو ہمیشہ کرتے رہنا، رک جانا کسی جگہ ٹھہر جانا۔ بارونق ہونا۔ اس دنیا میں کسی قوم کی نشاۃ جو انقلاب کی رو سے ظہور میں آئے" عارف رومی کہتے ہیں — پس قیامت شو قیامت را بہ بیں۔ دیدن ہر چیز را شرط است ایں قرآن کے استعمالات یہ ہیں۔

(۱) اور اون لوگوں (بنی اسرائیل) میں سے جو کہتے ہیں کہ ہم نصاریٰ ہیں۔ ہم نے ان سے بھی اس کا عہد لیا تھا۔ مگر جو نصیحت ان کو کی گئی تھی اونھوں نے بھی اوس کا ایک (بڑا) حصہ چھوڑ دیا۔ سو ہم نے اون کے درمیان (یعنے بنی اسرائیلی فرقے یہود و نصاریٰ کے درمیان) قیامت کے دن تک دشمنی اور بغض ڈال دیا۔ اور عنقریب اللہ اون کو جتلا دے گا جو وہ کرتے تھے (مائدہ ۵/۱۴)

تاریخ گواہ ہے کہ نزول قرآن کے بعد زمانہ قریب میں یہود و نصاریٰ کی باہمی دشمنی اور بغض کا کیا برا انجام ہوا۔ اور قرآن کی پیشگوئی کس طرح صحیح ثابت ہوئی۔ ان کی آپس کی دشمنی اوس وقت تک باقی رہی جب تک یہ بغض و حسد ایک دوسرے کے مقابلہ میں لڑاتے رہے۔ اور جب کافی نقصانات کے بعد مل جل کر رہنے کا تہیہ کر لیے اور اتحاد عمل کے لئے اوٹھ کھڑے ہوے تو آپس کے جھگڑے ختم ہو گئے۔

Marfat.com

(۲) اور یہودی کہتے ہیں کہ اللہ کا ہاتھ بندھا ہوا ہے (یعنے حضرت موسیٰ کے بعد علم الہیٰ اورکسی کو عطا نہیں کیا جا سکتا آپ کہئے کہ) انہی کے ہاتھ باندھے گئے ہیں اور جو کچھ وہ کہتے ہیں اوس کی وجہ سے اون پر پھٹکار پڑی ہے۔ بلکہ اوس کے (یعنے اللہ کے) دونوں ہاتھ (علم و دولت کے) کھلے ہوئے ہیں وہ جس طرح چاہتا ہے استعمال کرتا ہے اور تیرے رب کی طرف سے جو کچھ تجھ پر نازل کیا گیا ہے وہ ضرور ان میں سے بہتوں کو سرکشی اور کفر میں بڑھائے گا۔ اور ہم نے ان کے درمیان قیامت کے دن تک دشمنی اور بغض ڈال دیا ہے۔ جب کبھی وہ لڑائی کے لئے آگ جلاتے ہیں۔ اللہ اوس کو بجھا دیتا ہے (یعنے اون کے شر کو روک دیتا ہے۔) اور وہ زمین میں فساد پھیلاتے پھرتے ہیں۔ اور اللہ فساد کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔ اور اگر اہل کتاب ایمان لاتے اور تقویٰ اختیار کرتے تو ہم ضرور اون کی مصیبتیں دور کر دیتے اور اون کو جنت النعیم (یعنے نعمت والے باغوں) میں داخل کرتے۔ اور اگر وہ توریت اور انجیل کو اور جو کچھ اون کی طرف اون کے رب سے اتارا گیا ہے قائم رکھتے تو اپنے اوپر سے اور اپنے پاؤں کے نیچے سے کھاتے رہتے اون میں سے ایک گروہ میانہ رو ہے۔ اور بہت سے لوگ اون میں سے برے کام کرتے ہیں۔ (مائدہ ۵ ۶۴ تا ۶۶) اس میں بھی قیامت تک دشمنی اور بغض کا ذکر ہے۔ اور ساتھ ہی یہ بھی کہ اگر یہ تقویٰ اختیار کرتے تو ان کی مصیبتیں دور ہو جاتیں اور جنت نعیم (یعنے دنیا میں باغ و بہار کی زندگی) سے نوازے جاتے۔ اور ہر طرح خوشحال رہتے[۱]۔ یہاں بھی قیامت تک کا

---

[۱] تفصیل کیلئے دیکھئے مضمون جنت و جہنم کی حقیقت۔

Marfat.com

یہی مفہوم ہے جو اوپر بیان کیا گیا ہے۔ یعنے جب تک تقوی کے لیے تیار نہیں ہوئے اقسام کی تکالیف میں رہے اور جب درستی کردار کی طرف متوجہ ہوئے قانون خداوندی کے مطابق انعامات الہی سے مالامال ہوئے۔

(۳) اور (وہ وقت یاد کرنا چاہیئے) جب آپ کے رب نے (یہ بات) بتلادی تھی کہ وہ اون (یہود) پر قیامت کے دن تک (اِلٰی یَوۡمِ الۡقِیٰمَۃِ) ایسے (کسی نہ کسی) شخص کو ضرور مسلط کرتا رہے گا جو اون کو سزائے شدید کی تکلیف پہنچاتا رہے گا۔ بلاشبہ آپ کا رب واقعی (جب چاہے) جلدی ہی سزا دیدیتا ہے۔ اور بلاشبہ وہ (برائی سے باز آنے والوں کے حق میں) بڑی ہی مغفرت اور بڑی ہی رحمت والا (بھی) ہے (اِنَّہٗ لَغَفُوۡرٌ رَّحِیۡمٌ) اور ہم نے دنیا میں اون کی متفرق جماعتیں کر دیں بعضے اون میں نیک تھے اور بعضے اور طرح کے (یعنے بد) تھے اور ہم اون کو خوشحالیوں اور بدحالیوں سے آزماتے رہے تاکہ وہ باز آجائیں۔ (لَعَلَّهُمۡ یَرۡجِعُوۡنَ) (اعراف ۷/۱۶۷ و ۱۶۸)

ان آیات سے ہماری تفسیروں میں ایک بڑی غلط فہمی عرصہ دراز سے یہ چلی آرہی تھی کہ دنیا میں یہودیوں کی کوئی حکومت قیامت تک یعنے تا قیام شمس و قمر قائم نہ ہوگی وہ تا ابد مغلوب و محکوم ہی رہینگے۔ اب جبکہ فلسطین میں یہودیوں کی حکومت قائم ہوگئی تو زمانۂ حال کے علمائے کرام کو آیات قرانی پر غور کرنے کی توفیق نصیب ہوئی۔ اور الفاظ قرآنی کی روشنی میں اس نتیجہ پر پہنچے کہ الفاظ "یوم القیامہ" کے ساتھ الفاظ "غفور رحیم" اور لَعَلَّهُمۡ یَرۡجِعُوۡنَ سے صاف ظاہر ہے کہ توبہ کا دروازہ ہر وقت کھلا ہوا ہے یہود جب اپنے حالات بدل لینگے

Marfat.com

سزا بھی موقوف ہو جائیگی۔ "یوم القیامہ" سے مراد شدت بیان یا مدت دراز ہے جس طرح ہم اپنی زبان میں کہتے ہیں کہ "تم قیامت تک ایسا نہیں کر سکوگے" یا میں قیامت تک ایسا نہیں کروں گا۔"

یہ بات تو سمجھ میں آسکتی ہے کہ پہلے لوگوں نے جن غلط اعمال کی روش اختیار کی تھی۔ بعد کے لوگ بھی جب تک اوس کی تقلید کرتے رہیں۔ انہیں بھی وہی سزا ملنی چاہئیے جو پہلوں کو دی گئی تھی۔ کام یکساں تو صلہ بھی یکساں۔ مگر یہ بات کس طرح صحیح ہوگی کہ بعد والے لوگ حالات کا جائزہ لیکر اپنی روش بدل لیں تب بھی وہ اسلاف کی سزا میں مبتلا رکھے جائیں۔ اگر ایسا ہو تو یہ عدل نہیں ظلم ہوگا۔ اور قانون خداوندی جو خطا کی ندامت پر عفو و درگذر کا عادی اور ترقی کرنے کے عزم و ارادہ پر رحم و کرم کی بارش سے نشو و نما دینے پر مبنی ہے۔ اس میں ظلم ممکن ہی نہیں۔ لہذا جیسا کام ویسا انجام لازمی ہے۔ قدرت کسی قوم کی زبانی خوشامد کی طرفدار نہیں۔ کام دیکھکر سزا و جزا کے فیصلے صادر کیا کرتی ہے۔ اور اس سے ہر زمانہ میں عبرت حاصل کی جاسکتی ہے۔

السَّاعَۃ

سَاعَ یَسُوعُ۔ اس مادہ میں اصلی معنی ہلاکت اور زوال کے ہوتے ہیں۔ قرآن کریم غلط روش پر چلنے والوں کو بار بار متنبہ کرتا ہے کہ اگر تم نے اس روش کو نہ چھوڑا تو ہلاک و برباد ہو جاؤ گے۔

(۱) یہ لوگ تجھ سے پوچھتے ہیں کہ وہ انقلاب کی گھڑی (السَّاعَۃ) (جس سے تم ہمیں ڈراتے ہو) کب آئے گی کہو کہ اس کا علم صرف میرے رب کو ہے۔ اسے اوسکے وقت پر خدا کے سوا اور کوئی ظاہر نہیں کرے گا۔ (۱۸۷/۷ ، ۴۲/۷۹)

Marfat.com

(۲) لوگ تجھ سے انقلاب کی گھڑی (السَّاعَة) کی بابت پوچھتے ہیں ان سے کہو کہ اس کا علم صرف اللہ کو ہے اور تجھے کیا معلوم کہ وہ گھڑی قریب ہی ہو۔ (سورۃ ۳۳/۶۳ و ۴۳/۱۶) اس میں الفاظ اَلسَّاعَۃَ تَکُوْنُ قَرِیْبًا اور السَّاعَۃَ قَرِیْبٌ قابل غور ہیں۔

(۳) سورۂ طٰہٰ میں اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ کو تفصیل سے بتلایا کہ فرعون کی سرکشی کس حد تک بڑھ چکی ہے اس کے بعد فرمایا اِنَّ السَّاعَۃَ آتِیَۃٌ ۲۰/۱۵ اس کا یقین رکھو کہ حق و باطل کی آخری کشمکش کا وقت اب آیا ہی چاہتا ہے یہ آکر ہی رہے گا۔

(۴) حضور صلعم اور آپ کے ساتھیوں سے بھی بار بار کہا گیا کہ تم اپنی جماعت کی پوری پوری تیاری کرو اِنَّ السَّاعَۃَ لَآتِیَۃٌ ۱۵/۸۵ آخری انقلاب کا وقت آنے ہی والا ہے وہ ضرور آئے گا اور مخالفین تباہ ہوکر رہینگے۔

غرض السَّاعَۃ حق و باطل کے ظہور نتائج کا نام ہے جو ہر زمانہ میں اوس جماعت کے ہاتھوں نمودار ہوتا ہے جو حق کی حمایت کے لئے اُٹھتی ہے۔ یہ انقلاب دفعتہً واقع نہیں ہوتا بلکہ بقدر عزم و ہمت آہستہ آہستہ ترتیب پاتا رہتا اور وقت تکمیل پر نمایاں ہوجاتا ہے۔ اقبال کہتے ہیں۔

جس میں نہ ہو انقلاب موت ہے وہ زندگی ۔ روح امم کی حیات کشمکش انقلاب

الحشر

۹ حشر کے معنی لوگوں کو جمع کرکے ہانک کر کسی طرف لیجانا۔

(۱) سورۂ حشر میں یہودیوں کے متعلق ہے کہ "اللہ وہ ہے جس نے اہل کتاب میں سے اون لوگوں کو جنھوں نے سرکشی اختیار کی پہلے حشر کے لئے اون کے گھروں سے

Marfat.com

نکالا ... مِنْ دِيَارِهِمْ لِأَوَّلِ الْحَشْرِ ۵۹/۲ اس سے مراد جنگ کا اجتماع ہے یا جلا وطنی جو جنگ کا نتیجہ تھی۔

(۲) سورۂ نمل میں ہے کہ "سلیمانؑ" کے حکم کے مطابق اس کے لشکر جمع کر کے لیجائے گئے۔ وَحُشِرَ لِسُلَيْمٰنَ جُنُوْدُهٗ ۲۷/۱۷ یہ لفظ جنگ کے اجتماع کے مفہوم میں استعمال ہوا ہے۔

(۳) سورۂ شعرا میں فرعون کے متعلق ہے کہ اوس نے مختلف شہروں میں حاشرین بھیجے ۲۶/۳۶ یعنے ہرکارے جو لوگوں کو جمع کر کے لائیں۔

(۴) سورۂ آلِ عمران میں ہے کہ "ان مخالفین سے کہدو کہ سَتُغْلَبُوْنَ وَتُحْشَرُوْنَ اِلٰى جَهَنَّمَ ۳/۱۱ تم بہت جلد مغلوب ہوگے اور جمع کر کے جہنم کی طرف لیجائے جاؤگے۔" اس سے اگلی آیت میں جنگ کی تفصیل درج ہے۔ اقبال کہتے ہیں۔

یہ گھڑی محشر کی ہے تو عرصۂ محشر میں ہے ⁂ پیش کر غافل اگر کوئی عمل دفتر میں ہے

ایک تشریح جناب مودودی صاحب نے اپنی تفسیر تفہیم القرآن جلد دوم کے صفحہ ۴۹۲–۴۹۳ پر آیت ۱۴/۴۸ کے تحت لکھا ہے کہ "اس آیت سے اور قرآن کے دوسرے اشارات سے معلوم ہوتا ہے کہ قیامت میں زمین و آسمان بالکل نیست و نابود نہیں ہوجائینگے بلکہ صرف موجودہ نظامِ طبیعی کو درہم برہم کر ڈالا جائیگا ... زمین و آسمان کی موجودہ ہیئت بدل دیجائے گی۔ اور ایک دوسرا نظام طبیعت دوسرے قوانین فطرت کے ساتھ بنا دیا جائے گا وہی عالمِ آخرت ہوگا۔ اسی کا نام قرآن کی زبان میں حشر ہے ...

... حشر اس زمین پر برپا ہوگا۔ یہیں عدالت قائم ہوگی۔ یہیں میزان لگائی جائیگی اور قضیہ

۱؎ تفصیل کے لئے دیکھیے مضمون جنت و جہنم کی حقیقت۔

Marfat.com

زمین برسر زمین ہی چکایا جائیگا ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ” یہ نوٹ بہت قابل غور ہے ۔

بعث بعد الموت مثلاً غلامی کی موت سے نجات پاکر آزادی کی حیات تازہ حاصل کرنا ۔ ملاحظہ ہوں آیات ذیل ۔

(۱) اور جب تم (بنی اسرائیل) لوگوں نے یوں کہا تھا کہ اے موسیٰ ہم تمہاری بات کبھی نہ مانینگے جب تک کہ اللہ کو کھلم کھلا نہ دیکھ لیں ۔ پھر تم کو ہولناک آواز نے آلیا اور تم دیکھ رہے تھے ۔ پھر ہم نے تم کو تمہاری موت کے بعد اٹھایا ۔ ثُمَّ بَعَثْنٰكُم مِّنْ بَعْدِ مَوْتِكُمْ (۲ ۵۵ تا ۵۶)

مذکورۂ بالا واقعہ نزول قرآن سے تقریباً ڈیڑھ ہزار سال پہلے کا ہے ۔ ظاہر ہے کہ نزول قرآن کے وقت حضرت موسیٰؑ کے زمانہ کے لوگ موجود نہیں تھے لیکن مخاطبت لفظ تم سے ہے یعنے تم بنی اسرائیل جو اوس وقت موجود تھے حقائق کو سمجھے نہ تھے اور رسول وقت حضرت موسیٰؑ کا انکار کرتے تھے گویا تم مرچکے تھے مگر جب ہولناک آواز کا عذاب دیکھا تو گھبرا کر امت موسیٰؑ میں داخل ہوئے اور اس طرح ضمیر کی موت کے بعد زندہ ہوئے تھے ۔ یہ مثال دنیا ہی میں موت کے بعد زندہ ہونے کی ہے ۔ سلہ

(۲) تم کس طرح اللہ کا انکار کرتے ہو حالانکہ پہلے تم مردے تھے پھر تمہیں زندہ کیا گیا ۔ پھر تمہیں ماریگا پھر زندہ کریگا پھر اوسی کی (مشیت کی) طرف لوٹائے جاؤگے (بقرہ ۲۸/۲)

(۳) اے رسول تم ان مردوں کو سنا نہیں سکتے جو تمہاری نصیحتوں پہ کان

سلہ ۔ تفصیل کے لئے دیکھئے مضمون ” بعث بعد الموت کے دو مفہوم “

Marfat.com

نہیں دھرتے اور پیٹھ پھیر کر چلے جاتے ہیں (نمل $\frac{۲۷}{۸۰}$ و روم $\frac{۳۰}{۵۲}$) اس آیت میں مُردوں سے مراد مُردہ ضمیر لوگ ہیں۔

(۴) زندے اور مردے مساوی نہیں ہیں۔ اللہ جسے چاہتا ہے سنا دیتا ہے۔ (اے نبیؐ) تم ان لوگوں کو نہیں سنا سکتے جو قبروں میں مدفون ہیں (یعنی جن کے سینے ضمیر کے مدفن بن چکے ہوں وہ نصیحت قبول نہیں کرتے۔ تفہیم القرآن [illegible] فاطر $\frac{۳۵}{۲۲}$)

ارمغان حجاز میں اقبال کہتے ہیں ـــــ مرکے جی اٹھنا فقط آزاد مردوں کا ہے کام۔

اعادۂ خلق

(۱) وہی ہے جو مخلوق کو پہلی بار پیدا کرتا ہے پھر اوسے لوٹاتا ہے تاکہ جو ایمان لاتے اور اچھے عمل کرتے ہیں۔ اونہیں انصاف کے ساتھ بدلہ دے اور کافروں کو دردناک عذاب دے (یونس $\frac{۱۰}{۴}$)

(۲) کہو کیا تمہارے شریکوں میں سے کوئی ہے جو پہلی بار پیدا کرتا ہے پھر اوسے لوٹاتا ہے۔ کہو اللہ پہلی بار مخلوق کو پیدا کرتا ہے پھر اوسے لوٹاتا ہے۔ پھر کس طرح تم الٹے جا رہے ہو۔ (یونس $\frac{۱۰}{۳۴}$)

(۳) کیا وہ غور نہیں کرتے کس طرح اللہ پہلی بار پیدا کرتا ہے پھر کس طرح لوٹاتا ہے۔ یہ اللہ پر آسان ہے۔ کہو زمین میں چلو پھرو دیکھو کس طرح اوس نے پہلی بار پیدا کیا پھر دوبارہ کس طرح پیدا کرتا ہے اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔ وہ جسے چاہے عذاب دے اور جس پر چاہے رحم کرے۔ اور اوسی کی طرف تم پھیرے جاؤ گے۔ (عنکبوت $\frac{۲۹}{۲۱ \text{ تا } ۱۹}$) اس آیت میں الفاظ سِیْرُوْا فِی الْاَرْضِ فَانْظُرُوْا غور طلب ہیں۔

(۴) اللہ ہی پہلی بار پیدا کرتا ہے۔ پھر اوسے دوبارہ پیدا کرتا ہے۔ پھر اوسی

Marfat.com

کی طرف لوٹائے جاؤ گے ۔۔۔ وہ زندہ کو مردے سے نکالتا ہے اور مردے کو زندہ سے نکالتا ہے اور زمین کو اوس کی موت کے بعد زندہ کرتا ہے اور اسی طرح تم نکالے جاؤ گے (روم ۳۰/۱۹) اس آیت میں زمین کے زندہ ہونے کی مثال غور طلب ہے۔

(۵) اللہ نے تمہیں زمین سے نباتات کے طور پر اُگایا۔ پھر تمہیں اوس میں لوٹا دے گا اور اوسی سے نکال کھڑا کرے گا۔ (نوح ۷۱/۱۸) انسان کی ابتدائی پیدائش کیسے ہوئی اس کے لئے دیکھئے مضمون تخلیق انسان۔

موت کے بعد دوسری طرح بدل کر لانا ف ۱۲ ۔ (۱) کیا تم نے غور کیا کہ تم جو نطفہ ڈالتے ہو اوسے تم پیدا کرتے ہو یا ہم پیدا کرنے والے ہیں ہم نے تمہارے درمیان موت مقرر کر دی ہے۔ اور ہم اس سے عاجز نہیں کہ تمہاری مثل بدل کر لائیں۔ اور تمہیں اس صورت میں پیدا کریں جسے تم نہیں جانتے۔ (واقعہ ۵۶/۵۸تا۶۱) اس آیت میں الفاظ نُبَدِّلَ اَمْثَالَکُمْ وَ نُنْشِئَکُمْ فِیْ مَالَا تَعْلَمُوْنَ ۔ غور طلب ہیں۔

(۲) جو لوگ ہماری آیتوں کا انکار کرتے ہیں ہم اون کو عنقریب آگ میں داخل کرینگے۔ جب اون کی کھالیں پک جائینگی ہم اون کی جگہ اون کو اور کھالیں دیدینگے تاکہ وہ عذاب چکھیں۔ بیشک اللہ غالب حکمت والا ہے۔ (نسا ۴/۵۶) اس آیت میں الفاظ سَوْفَ نُصْلِیْهِمْ نَارًا ۔ اور ۔ بَدَّلْنٰهُمْ جُلُوْدًا ۔ غور طلب ہیں۔ ڈاکٹر اقبال کہتے ہیں ———

موت کے ہاتھوں سے مٹ سکتا نہیں نقشِ حیات ٭ عام یوں اسکو نہ کر دیتا نظامِ کائنات
موت تجدیدِ مذاقِ زندگی کا نام ہے ٭ خواب کے پردے میں بیداری کا اک پیغام ہے

Marfat.com

پہلی پیدائش کی طرح دوسری پیدائش

(۱) اور یقیناً تم ہمارے پاس فرادیٰ (اکیلے) آئے ہو جیسے ہم نے تم کو پہلی دفعہ پیدا کیا اور جو کچھ ہم نے تم کو عطا کیا تھا وہ تم اپنی پیٹھ پیچھے چھوڑ آئے۔ ۔ ۔ ۔ بیشک اللہ ہی دانہ اور گٹھلی کو پھاڑنے والا ہے۔ زندہ کو مردے سے اور مردہ کو زندہ سے نکالنے والا ہے (انعام $\frac{۹}{۹۵، ۹۶}$) اس آیت میں الفاظ "جئتمونا فرادیٰ" غور طلب ہیں۔

(۲) وہ تیرے رب کے پاس صف باندھ کر پیش کئے جائیں گے۔ یقیناً تم ہمارے پاس آجاؤ گے جس طرح ہم نے تمہیں پہلی مرتبہ پیدا کیا تھا۔ بلکہ تم سمجھتے ہو کہ ہم نے تمہارے لئے وعدہ پورا کرنے کا کوئی وقت مقرر نہیں کیا (کہف $\frac{۱۸}{۴۸}$)

خلق جدید

۱۴۶۔ (۱) اگر اللہ چاہے تو تمہیں لیجائے اور خلق جدید کی مخلوق لے آئے اور یہ اللہ پر کچھ بھی مشکل نہیں (ابراہیم $\frac{۱۴}{۱۹}$ و فاطر $\frac{۳۵}{۱۶}$)

(۲) کہتے ہیں کیا جب ہم مر جائینگے (اور مٹی ہو جائینگے) یہ لوٹ کر آنا بعید ہے۔ ۔ ۔ ہم نے بادل سے پانی برسایا جس سے باغ۔ دانہ (یعنے غلہ) اور کھجور اگاتے ہیں۔ ۔ ۔ اور مردہ شہر کو زندہ کرتے ہیں۔ اسی طرح نکلنا ہوگا۔ ۔ ۔ ۔ کیا ہم پہلی پیدائش میں عاجز آگئے بلکہ وہ "خلق جدید" کے متعلق شبہ میں ہیں۔ ۔ ۔ ۔ اور ہم انسان کی رگ جان سے بھی زیادہ قریب ہیں (ق $\frac{۵۰}{۳ تا ۱۶}$) اس آیت میں دوبارہ زندگی کی مثال غور طلب ہے۔

راجع الی اللہ

(۱) کیا تم خیال کرتے ہو کہ ہم نے تمہیں عبث (بے مقصد) پیدا کیا ہے اور کہ تم ہماری (مشیت کی) طرف نہیں لوٹائے

Marfat.com

جاؤگے (مومنون $\frac{23}{115}$)

(۲) تو کیا اللہ کے دین (کی فرمانبرداری) کے سوا کچھ اور چاہتے ہیں حالانکہ آسمانوں اور زمین میں جو بھی ہیں سب کے سب خوشی اور ناخوشی اوسی کے فرمانبردار ہیں اور اوسی (کے دینا) کی طرف لوٹائے جائینگے (آل عمران $\frac{3}{82}$)

(۳) جاندار اور پرندے بھی تمہاری طرح اُمم یعنی جماعتیں ہیں ..... پھر وہ اپنے رب کی طرف اکٹھے کئے جائینگے (انعام $\frac{6}{38}$)

(۴) اللہ ہی خلق کی ابتدا کرتا ہے۔ پھر اوس کا اعادہ کرتا ہے۔ پھر تم اوسی کی (مشیت کی) طرف لوٹائے جاؤگے (روم $\frac{30}{11}$)

ان آیات میں رجوع الی اللہ کا مفہوم بالعموم یہ لیا جاتا ہے کہ دنیا کے تمام مردے قیامت کے دن اپنی اصلی حالت پر اٹھائے جائیں گے۔ اور اللہ کے روبرو پیش ہونگے۔ اور قرآنی تعلیم یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ دنیا میں ہر جگہ اور ہر وقت حاضر و ناظر ہے نیز انسان کی شہ رگ سے بھی زیادہ قریب ہے۔ پس جب کہ ہم آج بھی اللہ کے سامنے موجود ہیں تو پھر قیامت میں رجوع الی اللہ کا مقصود کیا ہے غور طلب ہے ـــــ ڈاکٹر اقبال کہتے ہیں۔

جوہر انسان عدم سے آشنا ہوتا نہیں آنکھ سے غائب تو ہوتا ہے فنا ہوتا نہیں
مختلف ہر منزل ہستی کی رسم و راہ ہے آخرت بھی زندگی کی ایک جولانگاہ ہے

حرف آخر

۱۶۔ قرآن عربی زبان میں اللہ کا کلام ہے۔ اس کے مخاطب صرف مسلمان ہی نہیں بلکہ ساری کائنات کے انسان ہیں ـــ اس میں تحریر ہے کہ اس سے پہلے ہر قوم میں پیغمبر آئے اور ہر زبان میں اللہ کا کلام نازل ہوا ہے۔

Marfat.com

اور صاف لکھا ہے کہ انسان کی برتری کا دارومدار کسی گروہ میں پیدا ہونے یا کسی مخصوص زبان کو استعمال کرنے میں نہیں ہے بلکہ بزرگی و برتری کا تعلق حسن کردار سے ہے۔ کسی حقیقت کو تسلیم کرنا اور اپنی زندگی کو اوس کے مطابق نہ ڈھالنا گناہ کبیرہ ہے۔ ہر عمل کا ردعمل مقدر ہے۔ ذرے ذرے کا حساب ہوتا ہے اور اچھے یا برے جن اعمال کی کثرت ہو اوس پر فیصلہ صادر کیا جاتا ہے۔ نہ کسی پر ظلم کیا جاتا ہے اور نہ کسی کے ساتھ خلاف استحقاق طرفداری کی جاتی ہے۔ ایمانداری وراست بازی کا نتیجہ خوشحالی و باغ و بہار کی زندگی ہے اور فسق و فجور اور ظلم و زیادتی کا انجام ذلت و رسوائی کا جہنم ہے۔ اس کا تعلق زندگی حال و زندگی مستقبل دونوں سے ہے۔ اور بلا لحاظ مذہب و ملت سارے انسانوں سے ہے۔ پیغمبروں کا کام زمانہ ماضی کے قصص و حکایات کو یاد دلا کر اور زمانہ حال کے پیش آمدہ حالات کو بتلا کر اقوام عالم کو عبرت دلانا اور آئندہ خوشگوار زندگی کا یقین پیدا کر کے ایثار و قربانی والی تنظیم قائم کرنا ہوتا ہے۔ قرآن کی اصطلاح میں اس کو ایمان سے تعبیر کیا گیا ہے۔ اس ایمان پر دنیا کی جو قوم گامزن ہوتی اور ثابت قدم رہتی ہے۔ وہ خدائی انعامات سے دونوں جہان میں سرفراز کی جاتی ہے۔ اور اوس وقت تک استفادہ کرتی ہے جب تک قرآن کے بتلائے ہوئے فطرت کے اٹل قوانین پر کاربند رہتی ہے۔ اور جب اصول زندگی کی پابندی چھوڑ کر جانوروں جیسی لاقانونی زندگی گزارنے لگتی ہے تو قطع نظر اس کے کہ اوس کی نسبت کس رسول اور کس کتاب سے ہے۔ اوس کا شمار کتوں، بندروں اور سوروں میں بلکہ ان سے بدتر درندوں اور شیطانوں میں ہونے لگتا ہے۔ ایسے لوگ کافر

Marfat.com

وشرک کہلاتے ہیں اور ہر وقت جہنم کے احاطے میں رہتے ہیں۔ دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی جھوٹوں کی خوش فہمیاں جس میں یہ مست و مگن رہتے ہیں نفس کا دھوکا ہیں وہ کبھی کامیاب نہیں ہوسکتا۔ جو قوم دنیا کے حالات سے سبق لیکر متحد و منظم ہوجاتی ہے وہ فائز المرام ہوتی ہے۔ اسکے دونوں جہان خوشگوار ہوتے ہیں۔ اور جو قوم خدا رسول مذہب کے مقدس ناموں کا غلط استعمال کرتی ہے۔ وہ خدا کی حقیقی عبدیت سے خارج ہوکر اپنے جیسے دوسرے بندوں کی غیر حقیقی عبدیت کا طوق پہن لیتی ہے۔ اللہ نے اپنے رسول کو ہدایت اور دین حق دیکر اس لئے بھیجا کہ اوس کو تمام ادیان باطلہ پر غالب کردے اور ایماندار لوگ ہمیشہ غالب رہیں۔ انعام یافتہ شمار ہوں۔ گمراہوں اور غضب رسیدہ لوگوں کے غلط طریقہ زندگی سے محفوظ رہیں۔ ایمان و کفر نسلی و گروہی نام نہیں ہیں بلکہ صفاتی نام ہیں۔ اعمال امن پسندی ایمان، اور حرکات امن شکنی کفر ہے۔ جو قوم جن صفات کو اپنالے گی اوس کا صلہ دونوں جہان میں پائیگی۔ قرآن کہتا ہے کہ دنیا کے تمام انسان ایک ہی امت ہیں ان کی بے شمار مذہبی تقسیمیں کچھ غلط فہمی اور کچھ آپس کی ضد کا نتیجہ ہیں۔ انسانوں میں اللہ کی تقسیم صرف دو گروہ "نیکوکار و بدکار" کی ہے۔ بالفاظ دیگر کوئی خدا پرست ہیں اور کوئی خود پرست۔ ظفر کہتے ہیں ؎

خود پرستی بت پرستی سے نہیں کم اے ظفر۔ جس نے چھوڑی خود پرستی بت پرستی چھوڑ دی۔

یہ نمایاں حقیقت ہے کہ خدا پرستوں کو اللہ کی سکون بخش معیت حاصل رہتی ہے۔ اور نفس پرستوں کو مصیبتوں کا جہنم احاطہ کئے رہتا ہے۔ اب قرآن کے ماننے والوں پر ذمہ داری ہے کہ اسکی عالمگیر حیثیت کو پھیلائیں اور ہر گروہ کے امن شکنوں سے بیزاری کا اظہار کرکے امن پسند جماعت بنائیں۔ اور گواہی حق و صبر کے ساتھ خلافت ارضی کی سرفرازی اور خدا کی سکون بخش معیت کی جد و جہد کریں۔ انشاء اللہ موجودہ اضطراب دور ہوکر ہر درجے کا مستقبل درخشاں رہیگا۔ وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العلمین۔

Marfat.com

حقیقت شفاعت

موجودہ مسلمانوں میں شفاعت کا مسئلہ نہایت نازک صورت اختیار کر لیا ہے خواص و عوام کی بہت بڑی اکثریت سخت غلط فہمی میں مبتلا ہے۔ اس کا صحیح مفہوم اپنے مقام سے ہٹ جانے سے اعمال صالحہ اور اسوۂ طیبہ کی اہمیت طاق نسیان کے حوالہ ہو کر عمل کی جولانی ماند پڑ گئی اور مسلمان قوم قرآن کو سمجھنا اور احکام خدا پر اپنی زندگی ڈھالنا چھوڑ کر فریب خوردہ مذہبی افراد کی شفاعت کے بھروسہ پر اون کی بے جا خوشامد اور اون کے غیر مسنون اعمال کی عبادت گزار بن گئی۔ اور جمود طاری ہو گیا ہے۔ نتیجہ سامنے ہے کہ گزشتہ باعمل مسلمانوں کا دبدبہ صرف تاریخ ہی میں رہ گیا اور موجودہ بے عمل مسلمانوں کی ہوا اکھڑ گئی ۵/۴۶۔ ڈاکٹر اقبال نے صحیح نقشہ کھینچا ہے کہ ؎

وہ زمانے میں معزز تھے مسلماں ہو کر ؛ اور ہم خوار ہوئے تارک قرآں ہو کر

سورۂ حجر (۱۵)، آیت (۹۱) میں قسم کھا کر کہا گیا ہے کہ "جنھوں نے قرآن کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا۔ اون سے اون کے اعمال کے متعلق ضرور باز پرس کی جائیگی" اور سورۂ فرقان ۲۵ آیت ۳۰ میں فرمایا گیا ہے کہ "رسول نے کہا اے میرے رب میری قوم نے اس قرآن کو اس طرح پکڑا ہے کہ گویا اس سے دور ہیں"۔

قرآن کو زبانی ماننے اور عملاً متروک کر دینے اور قرآن کو ٹکڑے ٹکڑے کرنے دیئے بعض احکام پہ عمل کرنے اور بعض احکام پر عمل نہ کرنے اور قرآن کی مجموعی

Marfat.com

تعلیم پر پردہ ڈال کر بعض آیات سے عمل گریز نتائج نکال کر غفلت کی زندگی بسر کرنے سے قوم پر جو تباہیاں آتی ہیں اوس کی ایک زندہ مثال یہی مسئلہ شفاعت ہے

قرآن میں لفظ شفاعت مندرجہ حاشیہ (۳۲) آیات میں آیا ہے۔ اول الذکر (۱۴) آیات نفی شفاعت کے مفہوم میں ہیں۔ اور (۸) آیات میں شفاعت با جازت الٰہی کا ذکر ہے

۲/۴۷، ۲/۱۲۲، ۶/۵۰، ۶/۹۵، ۷/۵۳، ۱۰/۱۸، ۲۶/۹۱، ۳۰/۱۳، ۳۲/۴، ۳۶/۲۳، ۳۹/۴۳، ۴۰/۱۸، ۷۴/۴۶، ۲/۲۵۴، ۲/۲۵۵، ۱۰/۳، ۱۹/۸۵، ۲۰/۱۰۸، ۲۱/۲۸، ۳۴/۲۲، ۴۳/۸۶، ۵۳/۲۶، ۴/۸۵ =

اور آخری آیت اس طرح ہے کہ شفاعت اچھے کاموں کی بھی ہوتی ہے اور برے کاموں کی بھی۔ پس جب شفاعت کی نفی بھی ہے اور اثبات بھی۔ اور شفاعت اچھے کاموں اور برے کاموں دونوں کی ہوتی ہے تو بعض آیات کو چھپا کر اور بعض آیات کو لیکر اسلاف پرستوں کا گمراہ ہو جانا تو قابل معافی ہو سکتا ہے مگر دانستہ طور پر گمراہی پھیلانے والے کبھی معاف نہیں کئے جا سکتے۔ پس نیک نیتی سے سمجھنے کی کوشش کرنے والوں کیلئے قرآن نہایت واضح کتاب ہے جس سے ساری غلط فہمیاں دور ہو کر قرن اول کی طرح خدائے واحد پر بھروسہ کر کے کامیاب زندگی گزارنے والا صالح معاشرہ پھر قایم ہو سکتا ہے ـــــ اس سے قبل دو دفعہ ماہنامہ دین دار جنوری ۱۹۶۱ء و اگست ۱۹۶۲ء میں مسئلہ شفاعت پر الگ الگ نوعیت کے مضامین شایع کئے گئے ہیں جو پسندیدہ نظروں سے دیکھے گئے مگر وہ مختصر تھے۔ دوران گفتگو میں محسوس ہوا کہ اس مادّے کی تمام آیات کو یکجا کر کے مسئلہ کے مختلف پہلوؤں پر واضح تبصرہ شایع کیا جاتا زیادہ مفید ہوگا جسے یہ مضمون شایع کیا جا رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ قبول فرمائے۔

Marfat.com

ترجمہ آیاتِ شفاعت

صفحہ (۱) اے بنی اسرائیل میری نعمت کو یاد کرو جو میں نے تمہیں عطا کی اور یہ کہ میں نے تمہیں عالمین پر (یعنے تمام موجودالوقت قوموں پر) فضیلت دی ۔ اور اوس دن سے بچاؤ کر لو جب کوئی شخص کسی شخص کے کام نہ آئیگا ۔ اور نہ اوس سے شفاعت (سفارش) قبول کی جائے گی ۔ اور نہ اوس سے معاوضہ لیا جائیگا ۔ اور نہ اونہیں مدد دی جائے گی ۔ اور جب ہم نے تم کو فرعون کے لوگوں سے چھڑا لیا جو تمہیں بڑے بڑے دکھ پہنچاتے تھے ۔ تمہارے لڑکوں کو ذبح کر ڈالتے اور تمہاری عورتوں کو زندہ رہنے دیتے تھے ۔ اور اس میں تمہارے رب کی طرف سے بہت بڑا امتحان تھا (بقرہ ۲ ۴۷ تا ۴۹)

(۲) اے بنی اسرائیل میری نعمت کو یاد کرو جو میں نے تمہیں عطا کی اور یہ کہ میں نے تمہیں عالمین پر (یعنے تمام موجودالوقت قوموں پر) فضیلت دی اور تم اوس دن سے بچاؤ کر لو جب کوئی شخص کسی شخص کے کچھ کام نہ آئیگا اور نہ اوس کی طرف سے کوئی معاوضہ قبول کیا جائیگا اور نہ اسے شفاعت نفع دیگی اور نہ اون کی مدد کی جائے گی ۔ اور جب ابراہیم کو اوس کے رب نے چند احکام سے آزمایا تو اوس نے اون کو پورا کیا ۔ فرمایا میں ضرور تجھے لوگوں کے لئے امام (پیشوا) بنانے والا ہوں ۔ ابراہیم نے کہا اور میری اولاد سے ؟ فرمایا میرا وعدہ ظالموں کو نہیں پہنچیگا ۔

(بقرہ ۲ ۱۲۲ تا ۱۲۴)

(۳) اے لوگو جو ایمان لائے ہو اس میں سے جو ہم نے تم کو دیا ہے خرچ کرو اس سے پہلے کہ وہ دن آجائے جس میں نہ کوئی خرید و فروخت ہوگی اور نہ کوئی دوستی اور نہ ہی کوئی شفاعت (سفارش) کام آئیگی ۔ اور کافر ہی ظالم ہیں ۔ اللہ کے سوا

کوئی معبود نہیں ہے وہ ہمیشہ زندہ تمام کو قائم رکھنے والا ہے نہ اوس پر اونگھ غالب آتی
ہے اور نہ نیند ہی۔ اسی کا ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے وہ کون
ہے جو اوس کے پاس سوائے اوس کی اجازت کے شفاعت (سفارش) کرے۔ وہ
جانتا ہے جو کچھ اون کے سامنے ہے اور جو کچھ اون کے پیچھے ہے۔
اور وہ اوس کے علم میں سے کسی چیز پر احاطہ نہیں کر سکتے سوائے اوسکے
جو وہ چاہے۔ اوس کی کرسی (یعنی علم و حکومت) آسمانوں اور زمین پر حاوی
ہے۔ اور ان دونوں کی حفاظت والا ہے (بقرہ ۲/۲۵۴، ۲۵۵)

(۴) جو کوئی بھلی بات کی شفاعت کرے اوس کو اوس سے حصہ ملیگا۔ اور جو
کوئی بری بات کی شفاعت کرے اوس کو اوس سے حصہ ملیگا۔ اور اللہ ہر چیز پر
قابو رکھنے والا ہے ۰ (نساء ۴/۸۵)

(۵) کہو میں تم کو نہیں کہتا کہ میرے پاس اللہ کے خزانے ہیں اور نہ میں غیب جانتا
ہوں اور نہ میں تم کو کہتا ہوں کہ میں فرشتہ ہوں۔ میں کسی چیز کی پیروی نہیں کرتا سوائے
اوس کے جو میری طرف وحی کیا جاتا ہے۔ کہو کیا اندھا اور دیکھنے والا برابر ہیں۔
سو کیا تم غور نہیں کرتے ۰ اور اس (وحی) کے ساتھ ان کو ڈرا جو خوف رکھتے ہیں کہ اپنے
رب کی طرف اکٹھے کئے جائینگے۔ اون کے لئے اس کے سوائے نہ کوئی دوست ہوگا
اور نہ کوئی شفاعت کرنے والا تاکہ وہ تقویٰ اختیار کریں ۰ (انعام ۶/۵۰، ۵۱)

(۶) اس سے زیادہ ظالم کون ہے جو اللہ پر جھوٹ کہے (افترا کرے) یا کہے
میری طرف وحی کی گئی درآنحالیکہ اوس کی طرف کچھ وحی نہ کیا گیا ہو اور جو کہے میں بھی
اوس کی طرح اتار سکتا ہوں جو اللہ نے اتارا۔ اگر تو دیکھے جب ظالم لوگ موت کی

Marfat.com

سختیوں میں ہونگے اور فرشتے اپنے ہاتھ پھیلائے ہوئے ہونگے۔ اپنی جانوں کو نکالو آج تم کو رسوائی کا عذاب اس کے بدلہ میں دیا جائے گا جو تم اللہ پر ناحق افترا کرتے تھے۔ اور تم اوس کی آیات سے تکبر کرتے تھے اور یقیناً تم لوگ ہمارے پاس اکیلے آئے ہو جیسے ہم نے تم کو پہلی دفعہ پیدا کیا۔ اور جو کچھ ہم نے تم کو عطا کیا تھا وہ تم اپنی پیٹھ پیچھے چھوڑ آئے اور ہم تمہارے ساتھ تمہارے وہ شفاعتی نہیں دیکھتے جنکے متعلق تم جھوٹے دعوے کرتے تھے کہ وہ تمہارے بارے میں (ہمارے) شریک ہیں۔ یقیناً تمہارے تعلقات کٹ گئے اور وہ تم سے جاتا رہا جو تم جھوٹے دعوے کرتے تھے۔ بیشک اللہ ہی دانہ اور گٹھلی کو پھاڑنے والا ہے۔ زندہ کو مردہ سے نکالتا رہتا ہے اور مردے کو زندہ سے نکالنے والا ہے یہی اللہ ہے پھر تم کہاں سے الٹے پھر جاتے ہو (انعام $\frac{۶}{۹۴ \text{ تا } ۹۶}$)

(۷) کیا وہ اس کے (بتائے ہوئے) انجام ہی کا انتظار کرتے ہیں جس دن اس کا بتایا ہوا انجام آئیگا وہ لوگ جنہوں نے اسے پہلے بھلا رکھا تھا کہنے لگینگے بیشک ہمارے رب کے رسول حق کے ساتھ آئے تھے پس کیا ہمارے کوئی شفاعتی (سفارشی) ہیں جو ہمارے لئے شفاعت کریں۔ یا ہم لوٹائے جائیں پھر عمل کریں اس کے خلاف جو ہم عمل کرتے تھے۔ انھوں نے اپنے آپ کو گھاٹے میں ڈالا اور وہ جو افترا کرتے تھے اون سے جاتا رہا (اعراف $\frac{۷}{۵۳}$)

(۸) یہ کتاب حکیم کی آیات ہیں ہ کیا یہ لوگوں کے لئے تعجب کی بات ہے کہ ہم نے ان میں سے ایک شخص کی طرف وحی کی کہ لوگوں کو ڈراؤ اور انہیں خوشخبری دو کہ وہ جو ایمان لائے اون کے لئے اون کے رب کے پاس زندگی میں قدم بڑھاتا ہے۔ کافر کہتے ہیں

Marfat.com

یہ تو صریح جادوگر ہے ۵ تمہارا رب اللہ ہے جس نے آسمانوں اور زمین کو چھ (طویل المدت) دنوں میں پیدا کیا۔ پھر وہ عرش (تخت حکومت) پر متمکن ہے جو ہر کام کی تدبیر خود کرتا ہے۔ کوئی شفاعت کرنے والا نہیں مگر اوس کی اجازت کے بعد یہ اللہ تمہارا رب ہے سو اس کی عبادت کرو۔ تو کیا تم نصیحت اختیار نہیں کرتے (یونس ۱۰)

(۹) اور اللہ کو چھوڑ کر اوس کی عبادت کرتے ہیں جو نہ انہیں نقصان پہنچا سکے ہے اور نہ نفع دیتا ہے اور کہتے ہیں یہ اللہ کے پاس ہماری شفاعت کرنے والے ہیں۔ کہو کیا تم اللہ کو ایسی بات بتاتے ہو جو نہ آسمانوں میں اوس کے علم میں ہے اور نہ زمین میں۔ وہ پاک ہے اور اس سے بلند ہے جو وہ شرک کرتے ہیں۔ (یونس ۱/۱۸)

(۱۰) جس دن ہم متقیوں کو رحمٰن کی طرف ایک عزت والے گروہ کے طور پر اکٹھا کرینگے ۵ اور مجرموں کو ہم جہنم کی طرف (پیاسے جانوروں کی طرح) ہانک لے جائینگے ۵ وہ شفاعت کے مالک ہونگے سوائے اس کے جس نے رحمٰن سے عہد باندھا ہے (مریم ۱۹/۸۵ تا ۸۷)

(۱۱) اس دن اس دعوت دینے والے کی پیروی کرینگے جس میں کوئی ٹیڑھا پن نہیں اور رحمٰن کے سامنے آوازیں پست ہو جائینگی پس تو سوائے ہلکی آواز کے کچھ نہ سنے گا۔ اس دن شفاعت کسی کو نفع نہ دیگی سوائے اس کے جس کے لئے رحمٰن اجازت دے اور اوس کے لئے بات کو پسند کرے (طٰہٰ ۲۰/۱۰۸، ۱۰۹) وہ جانتا ہے جو اون کے آگے ہے اور جو اون کے پیچھے ہے۔ اور وہ اپنے علم سے اوس کا احاطہ نہیں کر سکتے ۵ (طٰہٰ ۲۰/۱۱۰)

(۱۲) اور تجھ سے پہلے ہم نے کوئی رسول نہیں بھیجا مگر اوس کی طرف ہم وحی کرتے تھے کہ میرے سوائے کوئی معبود نہیں سو میری عبادت کرو۔ اور کہتے ہیں رحمٰن

Marfat.com

بیٹا بنالیا وہ پاک ہے بلکہ وہ معزز بندے ہیں ٥ وہ بات میں اس سے آگے نہیں بڑھتے اور اوس کے حکم کے مطابق وہ عمل کرتے ہیں وہ جانتا ہے جو کچھ اون کے سامنے ہے اور جو اون کے پیچھے ہے اور وہ شفاعت نہیں کرتے مگر اوسی کے لئے جسے وہ پسند کرے اور وہ اوس کی ہیبت سے ڈرتے ہیں (انبیاء ۲۱/ ۲۵ تا ۲۸)

(۱۳) (حضرت ابراہیمؑ کے ذکر کے بعد ہے) گمراہ لوگ اور گمراہ کرنے والے سب جہنم میں اوندھے منہ ڈالے جائینگے اور وہ اوس میں جھگڑ رہے ہوں گے۔ کہینگے اللہ کی قسم ہم یقیناً کھلی گمراہی میں تھے ٥ جب ہم تمہیں رب العٰلمین کے برابر کرتے تھے ٥ اور ہمیں سوائے مجرموں کے اور کسی نے گمراہ نہیں کیا ٥ پس ہمارے لئے کوئی سفارش کرنے والا نہیں ٥ اور نہ کوئی غم کھانے والا دوست ہے ٥ سو کاش اگر ہمارے لئے لوٹ کر جانا ہو تو ہم مومنوں میں سے ہو جائیں ٥ یقیناً اس میں نشان ہے اور ان میں سے اکثر ایمان والے نہیں (شعراء ۲۶/ ۹۱ تا ۱۰۳)

(۱۴) اور جب موعود گھڑی آئیگی مجرم سخت ناامید ہو جائینگے ٥ اور ان کے شریکوں میں سے کوئی ان کے شفاعتی نہ ہوں گے اور وہ اپنے شریکوں کا انکار کرنے والے ہونگے ٥ اور جب وہ گھڑی آئیگی اوس دن الگ الگ ہو جائینگے ٥ (روم ۳۰/ ۱۲ تا ۱۴)

(۱۵) اللہ وہ ہے جس نے آسمانوں اور زمین کو اور جو کچھ اون کے درمیان ہے چھ دنوں میں پیدا کیا پھر وہ عرش پر غالب ہے اوسے چھوڑ کر تمہارے لئے کوئی کارساز نہیں اور نہ کوئی شفاعت کرنے والا ہے تو کیا تم نصیحت نہیں پکڑتے ٥ اللہ کام کی تدبیر آسمان سے زمین کی طرف کرتا ہے پھر وہ کام اس کی طرف چڑھتا ہے ایک دن میں جس کی مقدار ایک ہزار سال ہے ان سے جو تم گنتے ہو ٥ (السجدہ ۳۲/ ۴ تا ۵)

Marfat.com

(۱۶) کہو اُن کو بلاؤ جنہیں تم اللہ کے سوائے (معبود) سمجھتے ہو وہ ایک ذرّے کے وزن کے برابر بھی اختیار نہیں رکھتے نہ آسمانوں میں اور نہ زمین میں اور نہ ان دونوں میں ان کی کوئی شرکت ہے اور نہ ان میں سے ان کا کوئی مددگار ہے ٥ اور اس کے ہاں شفاعت کوئی فائدہ نہیں دیتا مگر اس کے لئے جس کے بارے میں وہ اجازت دے یہاں تک کہ جب اون کے دلوں سے گھبراہٹ دور ہو جائے گی کہینگے کیا ہے جو تمہارے رب نے کہا ہے کہینگے حق (فرمایا ہے) اور وہ بلند (اور) بڑا ہے ٥ (السبا $\frac{۳۴}{۲۲،۲۳}$)

(۱۷) کیا میں اُسے (جس نے پیدا کیا) چھوڑ کر (اور) معبود بناؤں کہ اگر رحمٰن مجھے کوئی دکھ پہنچانے کا ارادہ کرے تو ان کی شفاعت میرے کسی کام نہ آئیگی اور نہ وہ مجھے بچا سکیں گے ٥ میں اس صورت میں کھلی گمراہی میں ہونگا ٥ (یٰس $\frac{۳۶}{۲۲،۲۳}$)

(۱۸) بلکہ انہوں نے اللہ کو چھوڑ کر شفاعتی بنا رکھے ہیں کہو کیا گو وہ نہ کسی چیز کا اختیار رکھتے ہوں اور نہ عقل رکھتے ہوں ٥ کہو شفاعت سب اللہ کے اختیار میں ہے اسی کیلئے آسمانوں اور زمین کی بادشاہت ہے پھر اوسی کی طرف تم لوٹائے جاؤگے ٥ اور جب ایک اللہ کا ذکر کیا جاتا ہے تو ان لوگوں کے دل نفرت کرتے ہیں جو آخرت پر ایمان نہیں لاتے اور جب اون کا ذکر کیا جاتا ہے جو اوس کے سوائے ہیں تو وہ خوش ہوتے ہیں ٥ (زمر $\frac{۳۹}{۴۳ تا ۴۵}$)

(۱۹) اور انہیں قریب آنے والے دن سے ڈرائیے دل غم سے بھرے ہوئے گلوں تک آرہے ہونگے ظالموں کا کوئی ولی دوست نہیں اور نہ کوئی شفاعتی ہے جس کی بات مانی جائے ٥ وہ آنکھوں کی خیانت کو جانتا ہے اور وہ اسے بھی جو سینے میں چھپاتے ہیں ٥ اور اللہ حق کے ساتھ فیصلہ کرتا ہے اور وہ جنہیں یہ

Marfat.com

اس کے سوا پکارتے ہیں کسی چیز کا فیصلہ نہیں کرتے بے شک اللہ ہی سننے والا دیکھنے والا ہے ۵ (مومن ۴۰/۱۸ تا ۲۰)

(۲۰) اور وہ شفاعت کا اختیار نہیں رکھتے جنہیں یہ اس کے سوا پکارتے ہیں مگر وہ جو حق کے ساتھ گواہی دیتا ہے۔ اور وہ اسے جانتے ہیں ۵ اور اگر تو ان سے پوچھے کس نے انہیں پیدا کیا تو کہیں گے اللہ نے پھر کس طرح الٹے پھر جاتے ہیں (زخرف ۴۳/۸۶ تا ۸۷)

(۲۱) اور کتنے فرشتے آسمانوں میں ہیں جن کی شفاعت کچھ کام نہیں دیتی مگر اس کے بعد کہ اللہ جس کے لئے چاہے اور پسند کرے اجازت دے ۵ وہ لوگ جو آخرت پر ایمان نہیں لاتے وہ فرشتوں کے نام عورتوں کے رکھتے ہیں ۵ .... حق کے مقابل ظن کچھ کام نہیں دیتا ۵ (نجم ۵۳/۲۶ تا ۲۸)

(۲۲) (گنہگار دوزخی جنت والوں سے کہیں گے کہ ہم اچھے کام نہیں کئے ہم جزا سزا کے دن کو جھٹلاتے تھے ۵ یہاں تک کہ ہمیں موت نے آلیا ۵ سو انہیں شفاعت کرنے والوں کی شفاعت نفع نہ دے گی ۵ تو انہیں کیا ہوا کہ وہ نصیحت سے منہ پھیرنے والے ہیں ۵ گویا کہ وہ بدکے ہوئے گدھے ہیں ۵ شیر سے بھاگے ہیں ۵ (مدثر ۷۴/۴۵ تا ۵۱)

نوٹ۔ شفاعت والی کل (۲۲) آیات سلسلہ وار جمع کر دی گئی ہیں۔

ہر چند کہ تمام آیات کو ایک ساتھ پڑھنے سے منشاء خداوندی واضح ہو جاتا ہے تاہم صدیوں کا پکا ذہن اتنے گہرے اثرات رکھتا ہے کہ ہر شخص کو آبائی روایات کا ترک کرنا آسان نہیں ہوتا۔ اس لئے تجزیہ آیات سے چند تنقیحات اور ان کی

Marfat.com

جوابی توضیحات پیش کی جاتی ہیں ۔

تنقیحات

(۱) شفاعت کی تعریف کیا ہے؟ جواب ۔ لغات میں شفاعت کے معنی ہیں ایک چیز کو اوس جیسی دوسری چیز سے ملا دینا۔ تنہا نہ رہنا۔ اور سورۃ الفجر میں فرمایا گیا ہے وَالشَّفْعِ وَالْوَتْرِ ۸۹/۳ یعنے وہ ستارے جو ملے جلے رہتے ہیں یا الگ الگ دکھائی دیتے ہیں اور سورۃ نساء ۴/۸۵ میں ارشاد ہے کہ جو کوئی بھلی بات کی شفاعت کرے اوس کو اوس سے حصہ ملیگا اور جو کوئی بری بات کی شفاعت کرے اوس کو اوس سے حصہ ملیگا" پس لفظ شفاعت کے مفہوم میں کسی شخص کا کسی دوسرے شخص کے حق میں سفارش کرنا۔ کسی شخص کے کام میں مدد کرنا کسی کے حق میں دعا کرنا اور کسی کو کسی کام کی ترغیب دینا خواہ اچھے کام کے لئے ہو خواہ برے کام کے لئے سب شامل ہے ۔

(۲) شفاعت کون کرینگے؟ جواب ۔ شفاعت کی تمام آیات میں کہیں مذکور نہیں ہے کہ کون شفاعت کرینگے ۔ نہ انبیاء کرام میں سے کسی کے نام ہیں اور نہ کسی دوسرے عہدہ و منصب مثلاً صحابہ و اولیاء و ائمہ و شہداء وغیرہ کا ذکر ہے ۔ البتہ یہ ارشاد ہے کہ اللہ جس کو چاہے شفاعت کی اجازت دے سکتا ہے ۱۰/۳ ساری شفاعتیں صرف اللہ کے اختیار میں ہیں ۳۹/۴۴ اگر اللہ پاک رسول صلعم کو کوئی دکھ پہنچانا چاہے تو انہیں بھی کوئی بچا نہیں سکتا ۷۲/۲۲ اجازت یافتہ شفیع بھی اللہ کی ہیبت سے ڈرتے رہتے ہیں ۲۱/۲۸ پس زندگی کا ہر کام اللہ کے نازل کردہ احکام کے مطابق ہونا چاہئے ۔

(۳) شفاعت کی اجازت کن لوگوں کے لیے دیجائیگی؟ جواب ۔ اللہ پاک جن لوگوں سے

راضی ہو اور جن کی شفاعت کرانا مناسب سمجھے اذن کے لئے اجازت دے گا (۲۱/۲۵ و ۳۴/۲۲) اس شفاعت کا مقصد یہ ہوگا کہ لوگ تقویٰ اختیار کریں (۶/۵۱) لوگ نصیحت حاصل کریں (۱۰/۳ و ۳۲/۴) پس ہر وقت اللہ کی رضا کو ملحوظ رکھا جانا چاہیئے۔

(۴) شفاعت قیامت میں ہوگی یا نہیں؟ جواب۔ شفاعت والی آیات میں کہیں بھی لفظ قیامت مذکور نہیں ہے۔ البتہ یہ صراحت ہے کہ عذاب کا دن آنے سے پہلے اپنا بچاؤ کرلو کیونکہ اوس دن کسی کی شفاعت کام نہ دے گی (۲/۴۷ و ۲/۱۲۲ و ۲/۲۵۴ و ۶/۵۰ و ۷/۵۳ و ۱۹/۸۵ و ۲۰/۱۰۸ و ۴۰/۱۸ و ۷۴/۴۸) کسی سے معاوضہ نہیں لیا جائیگا (۲/۴۷ و ۲/۱۲۲ و ۲/۲۵۴) اوس دن نہ کوئی دوست ہوگا اور نہ کوئی مدد کرے گا (۲/۴۷ و ۲/۱۲۲ و ۲/۲۵۴ و ۶/۵۰ و ۶/۹۵ و ۲۶/۹۱ و ۳۴/۲۲ و ۴۰/۱۸) اوس دن وہ لوگ جن پر شفاعت کا بھروسہ کیا جاتا تھا بھروسہ کرنے والوں کے ساتھ نہ ہونگے (۶/۹۵ و ۳۰/۱۲ و ۳۴/۲۲)

اوس دن مجرم لوگ جہنم میں ڈالے جائینگے (۱۹/۸۵ و ۲۶/۹۱)

چونکہ عذاب دنیا میں بھی ہوتا ہے اس لئے ان آیات کو دنیا سے بے تعلق قرار نہیں دیا جاسکتا بلکہ ان کا تعلق دنیاوی عذاب سے زیادہ قرین صواب اور زندگی کے لئے عبرت آموز ہے۔

(۵) شفاعت باذن اللہ کا تعلق قیامت سے ہے یا دنیا سے؟ جواب۔ بلحاظ آیت ۴/۸۵ اچھے کاموں اور برے کاموں کی شفاعت کرنے یعنی ترغیب دینے، اکسانے اور آمادہ کرنے کا تعلق تو ظاہر ہے کہ قیامت سے نہیں ہوسکتا

Marfat.com

کیونکہ وہ دار العمل نہیں ہے پس لا محالہ اس کا تعلق (شفاعت کرنے یعنے ترغیب دینے اکسانے اور آمادہ کرنے کا تعلق) صرف دنیا سے ہے نیز آیت ۲/۲۵۴ میں شفاعت کی نفی کرکے اوسی کی متصل آیت ۲/۲۵۵ میں شفاعت باذن اللہ کا ذکر بھی اس انداز سے کیا گیا ہے کہ وہ بالکلیہ دنیا سے متعلق ہے۔ چنانچہ اس میں پہلے مال خرچ نہ کرکے بخیل بنے رہنے کو کفر اور ظلم سے تعبیر کیا گیا پھر آسمانوں اور زمین کے سارے انتظامات کا تعلق صرف خدا سے بتلاکر یہ وضاحت کی گئی ہے کہ ساری کائنات کی حفاظت اور اس کا انتظام کرنا خدا پر کوئی بوجھ یا دشوار نہیں ہے۔ اوسپر تکان یا نیند یا اونگھ کا کوئی غلبہ نہیں ہوتا۔ وہ حاضر و غائب کے تمام حالات کو جانتا ہے اوس کے وسیع ترین علم کے منجملہ کسی چیز پر کوئی بندہ حاوی نہیں ہو سکتا بجز اس کے کہ وہ خود کسی کو بقدر ضرورت واقف کرانا چاہے (۲/۲۵۵ و ۱/۲۸ و ۲۰/۱۱۰ و ۲۱/۲۸) گویا تعلیمات وحی الہٰی کا پھیلانا شفاعت باذن اللہ ہے۔ اس کی مزید وضاحت سورۂ یونس کی ابتدائی تین آیات سے بھی ہوتی ہے۔ ارشاد ہوتا ہے کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ نے وحی کے ذریعہ اسپر مامور فرمایا ہے کہ عوام الناس کو بدعملی کے برے نتائج سے ڈرائیں اور ایمان و عمل والوں کو راحت کی خوشخبری دیں۔ منکر کافر انہیں جادوگر کہتے ہیں حالانکہ آسمانوں اور زمین کے ہر اہم کام کی تدبیر اللہ ہی کرتا ہے اس میں اللہ کی اجازت کے بغیر کوئی شخص شفاعت نہیں کر سکتا یعنے رسول صلعم لوگوں کو ڈرانے اور بشارت دینے کا جو کام کر رہے ہیں یہ شفاعت باذن اللہ ہے۔ اس کے مطابق زندگی کو ڈھالنا کارآمد ہے۔ ورنہ رسوائی اور تکالیف کا جہنم نصیب ہوتا ہے۔ جس میں لڑائی جھگڑے ہوتے رہنگے ۲۶/۹۱

Marfat.com

حضرت موسیٰؑ کے ساتھی بنی اسرائیل کو فرعونیوں کے عذاب سے نجات دلانا اور اونہیں تمام موجودالوقت قوموں پر فضیلت دینا ۲/۴۷ اور حضرت ابراہیمؑ کو سب لوگوں کا امام بنانے کا وعدہ اور اون کی اولاد میں سے جو ظلم کا شیوہ اختیار کریں اونہیں امامت (سرداری) سے محروم رکھنے کا تذکرہ ۲/۱۲۴ بھی دنیا ہی سے متعلق ہے۔ اور تعلیم وحی کے خلاف خودپسند تعلیم پھیلانے والے ظالموں کا فرشتوں کے ذریعہ موت کی سختیوں میں مبتلا ہونا ۶/۹۴ بھی دنیا ہی کا عذاب ہے نیز آیات (۲/۴۷ و ۲/۱۲۲ و ۲/۲۵۴) سے یہ بھی ظاہر ہوتا ہے کہ جب دنیا میں کسی ظالم قوم پر خدا کے عذاب کا فیصلہ ہو جائے اور صالح قوم سے تصادم ہو تو اوس دن ظالموں کو کسی کی شفاعت کام نہ دیگی۔ غیر مجازہ غیر اللہ کو شفاعتی سمجھنے والے بے عقلوں کی شناخت کا نقشہ قرآن میں اس طرح کھینچا گیا ہے کہ جب صرف اللہ کا ذکر کیا جاتا ہے تو ان کے دل نفرت کرتے ہیں اور جب اون کے پسندیدہ انبیا یا اولیا کا ذکر کرتے ہیں تو خوش ہوتے ہیں ۳۹/۴۳ حالانکہ وہ کسی چیز کا فیصلہ نہیں کر سکتے ۴۰/۱۸ ان تمام آیات سے ظاہر ہے کہ شفاعت آسمانوں اور زمین کے درمیان ہوگی جس کو اللہ نے (۶) دنوں میں پیدا کیا اور با خبری کے ساتھ ہر کام کی تدبیر بلاشرکت غیرے بذات خود کر رہا ہے (۱۰/۳ و ۶/۹۵ و ۳۲/۴ و ۳۴/۲۲ و ۳۹/۴۳) زمین و آسمان کے تباہ و برباد ہو جانے کے بعد بعث الموت کے دور جدید کا مسئلہ اس سے جداگانہ ہے۔ جس سے فی الوقت بحث نہیں ہے اور نہ یہ موقع اس بحث کا ہے کہ عربی لغات میں لفظ قیامت کی کیا تعبیرات کی گئی ہیں۔ یہ مباحث اپنے مواقع پر ہی مناسب ہونگے۔

Marfat.com

ف۴ ۔ آیت $\frac{۴۴}{۴۱}$ میں جنتیوں اور جہنمیوں کی باہمی گفتگو اور آیت $\frac{۵۰}{۷}$
میں اصحاب جنت، اصحاب جہنم اور اصحاب اعراف کی باہمی بات چیت
کا تذکرہ ہے ۔ اس میں یہ امر غور طلب ہے کہ جنت و جہنم دو علیحدہ علیحدہ مقامات
ہیں یا ایک ہی مکانیت کے مختلف حالات کا تذکرہ ہے ۔ اور اس کا تعلق
انقلابات دنیاوی سے ہے یا ارض و سما کی تباہی کے بعد والے دور جدید سے؟
چونکہ قرآن مجید نے دنیاوی باغات اور حکومتوں کو بھی آیات ($\frac{۱۳}{۴}$ ، $\frac{۲۶}{۵۷، ۱۳۰}$ ، $\frac{۴۴}{۲۵}$ وغیرہ)
میں جنات ہی سے تعبیر کیا ہے لہذا اس گفتگو کا تعلق بھی دنیا کے انقلابی زمانہ
سے متعلق ہے ۔

ف۵ ۔ آیت $\frac{۵۳}{۲۶}$ میں فرشتوں کی شفاعت کام نہ دینے کا ذکر ہے اور اگر
اللہ پسند کرے اور اجازت دے تو شفاعت کرنے اور کارآمد ہونے کا
مفہوم بھی واضح ہوتا ہے اور آیات $\frac{۱۲}{۱۲۳}$ ، $\frac{۳}{۳۰}$ سے ظاہر ہے کہ فرشتوں کی مدد
ایمان والوں کو دنیاوی زندگی میں حاصل ہوتی ہے ۔ اس سے اس کا
پتہ چلتا ہے کہ شفاعت اور مدد ایک ہی چیز ہے اور اس کا تعلق دنیا ہی
سے ہے ۔

ف۶ آیات $\frac{۲}{۲۵۶}$ ، $\frac{۱}{۱۸}$ ، $\frac{۲۰}{۱۱۰}$ ، $\frac{۲۱}{۲۸}$ سے واضح ہے کہ اللہ علیم کل ہے ۔
اس کے پاس شفاعت کرنے کا کیا سوال؟ سفارش تو اس کے پاس کی جا سکتی
ہے جو حالات سے باخبر نہ ہو ۔ جیسا کہ نبی کریم صلعم نے ۸ھ میں بحرین کے حاکم
منذرین ساوی کو نامۂ مبارک تحریر فرمایا کہ :-
اِنِّیْ قَدْ شَفَّعْتُکَ فِیْ قَوْمِکَ فَاتْرُکْ لِلْمُسْلِمِیْنَ ۔ یعنے میں تیرے پاس

Marfat.com

تیری قوم کے مسلمانوں کے حق میں شفاعت کرتا ہوں کہ تو انہیں اس حالت پر چھوڑ دے جس حالت میں کہ وہ رہنا چاہیں۔

شفاعت باذن اللہ ف۔ شفاعت باذن اللہ سے کیا مراد ہے۔ اس کو سمجھنے کے لئے قرآن مجید کے استعمال کا اندازہ جاننا ضروری ہے۔ قرآن مجید میں اذن کا لفظ (۷۳) جگہ آیا ہے۔ اس کا صحیح مفہوم معلوم کرنے کے لئے آیات شفاعت مندرجہ بالا میں استعمال کے علاوہ جو آیات ہیں وہ تمام درج ذیل ہیں۔

(۱) جبرئیل نے اللہ کی اجازت سے رسول کے دل پہ وحی اتاری $\frac{۲}{۹۷}$

(۲) حضرت سلیمان کا انکار کرنے والے حضرت سلیمان کو ضرر پہنچانے والے نہ ہونگے بجز اللہ کی اجازت کے $\frac{۲}{۱۰۱}$

(۳) اللہ نے اپنی اجازت سے ایمان والوں کو حق کی طرف ہدایت دی $\frac{۲}{۲۱۳}$

(۴) اللہ اپنے اذن سے جنت اور حفاظت کی طرف بلاتا ہے $\frac{۲}{۲۲۱}$

(۵) بسا اوقات اللہ کی اجازت سے چھوٹا گروہ بڑے گروہ پر غالب آگیا ہے $\frac{۲}{۲۴۹}$

(۶) انہوں نے ان کو بھگا دیا اللہ کی اجازت سے $\frac{۲}{۲۵۱}$

(۷) حضرت عیسیٰ نے بنی اسرائیل سے کہا۔ میں کیچڑ سے پرندے بنا کر اڑاتا ہوں شبکور اور مبروص کو اچھا کرتا ہوں۔ مردوں کو زندہ کرتا ہوں اور تمہارے گھروں کے ذخیروں کی خبر دیتا ہوں۔ یہ سب اللہ کی اجازت سے ہے $\frac{۳}{۴۸}$

(۸) کسی شخص کے لئے یہ نہیں کہ وہ اللہ کے اذن کے سوا مر جائے۔ مقررہ وقت لکھا ہوا ہے $\frac{۳}{۱۴۴}$۔

Marfat.com

(۹) اللہ نے اپنا وعدہ سچ کر دکھایا جب تم (جنگ احد میں کفار کو) اللہ کی اجازت سے کاٹ رہے تھے ۳/۱۵۱

(۱۰) جنگ اُحد میں جو تمہیں مصیبت پہنچی وہ اللہ کے اذن سے تھا تاکہ مومنوں کو جان لے ۳/۱۶۵ ۔

(۱۱) ہم نے کوئی رسول نہیں بھیجا مگر اس لئے کہ اللہ کے اذن سے اوس کی اطاعت کی جائے ۴/۶۴

(۱۲) ہم نے تیری طرف کتاب اتاری تاکہ تو لوگوں کو اون کے رب کی اجازت سے اندھیرے سے نکالکر روشنی کی طرف لیجائے ۱۴/۱

(۱۳) اچھی زمین کا سبزہ اوس کے رب کی اجازت سے خوب نکلتا ہے ۷/۵۸

(۱۴) اگر تم میں مستقل مزاج لوگ ایکسو ہوں تو دوسو پر اور ایک ہزار ہوں تو دو ہزار پر غالب آئینگے اللہ کی اجازت سے ۸/۶۶ ۔

(۱۵) لوگو اللہ کے رزق میں حرام و حلال ٹھہرانے کے لئے کیا اللہ نے تمہیں اجازت دی ہے ۔ یا تم اللہ پر افترا کرتے ہو ۱۰/۵۹

(۱۶) کوئی شخص ایمان نہیں لاسکتا اللہ کے اذن کے بغیر ۱۰/۱۰۰

(۱۷) جس دن وہ (وقت عذاب) آئے گا اوس دن کوئی شخص اللہ کے اذن کے بغیر بات نہیں کریگا ۱۱/۱۰۵

(۱۸) کسی رسول کی طاقت میں نہ تھا کہ وہ سوائے اللہ کے اذن کے نشان (آیۃ) لاتا ۱۳/۳۸ ۔

(۱۹) ہم نے تیری طرف کتاب اتاری تاکہ لوگوں کو اون کے رب کی اجازت سے

Marfat.com

اندھیرے سے نکال کر روشنی کی طرف لیجائے ۱۴/۱

(۲۰) رسولوں نے کہا ہم بھی تم جیسے انسان ہیں ہمارا کام نہیں کہ تمہارے پاس سوائے اللہ کی اجازت کے کوئی سلطان لائیں ۱۴/۱۱

(۲۱) ایمان وعمل صالح والے لوگ اپنے رب کی اجازت سے جنت میں داخل کئے جائینگے ۱۴/۲۳

(۲۲) (شجر طیبہ) اپنے رب کے حکم سے اپنا پھل وقت پر دیتا ہے ۱۴/۲۵

(۲۳) اللہ بارش کو زمین پر برسنے سے روکتا ہے کہ بغیر اوس کی اجازت کے نہ برسنے پائے ۲۲/۶۵

(۲۴) اللہ کا نور اون کے گھروں میں ہے جن کے متعلق اللہ نے اجازت دیدی ہے ۲۴/۳۵

(۲۵) حضرت سلیمانؑ کے سامنے جنوں میں سے کچھ وہ تھے جو اوس کے رب کی اجازت سے کام کرتے تھے ۳۴/۱۲

(۲۶) لوگوں میں بعض میانہ رو ہیں اور بعض نیکیوں میں سبقت لیجانے والے ہیں اللہ کی اجازت سے ۳۵/۳۲

(۲۷) کسی رسول کی طاقت میں نہ تھا کہ وہ سوائے اللہ کے اذن کے نشان (آیۃ) لاتا ۴۰/۷۸

(۲۸) ہم نے تجھے خوشخبری دینے والا اور ڈرانے والا اور اللہ کی طرف اوس کی اجازت سے بلانے والا بنا کر بھیجا ہے ۳۳/۴۵

(۲۹) ایمان والوں کو سوائے اللہ کی اجازت کے کوئی (شیطان) نقصان

Marfat.com

پہنچانے والا نہیں ۵۵ ۔

(۳۰) جو تم نے کھجور کا درخت کاٹا یا اوسے اپنی جڑوں پر کھڑا چھوڑا سو اللہ کے اذن سے تھا ۵۵ ۔

(۳۱) یوم الفصل میں روح اور فرشتے صف باندھکر کھڑے ہونگے ۔ وہ بات نہ کرسکینگے سوائے اوس کے جسے رحمن اجازت دے ۳۸ ۵۵ ان تمام آیات الٰہی کو غور سے پڑھئے اور سوچئے کہ جب دنیا کے تمام کام اللہ کے مقررہ قانون کے مطابق اللہ کی مشیت کے بموجب اللہ ہی کی توفیق سے ہوتے ہیں اور ہر کام کا انصرام اللہ کی اجازت پر موقوف ہے اور دنیا و آخرت کا کوئی کام بغیر اوسکے حکم کے ہوتا ہی نہیں تو اس سے شفاعت باجازت کا مفہوم روز روشن کی طرح عیاں ہوجاتا ہے کہ اوس کے احکام کی خلاف ورزی کرنے پر اوس کے پاس کسی کی کوئی سفارش نہیں چل سکتی اور شفاعت کا اصل مفہوم بجز اس کے اور کیا ہوسکتا ہے کہ اللہ کے رسول نے اللہ کی اجازت سے رنج و راحت کے مستقل قوانین پیش کرکے اوس پر کاربند ہونے کا اپنی اور اپنے صحابہ کی زندگیوں سے جو نمونہ قائم فرمایا ہے اوس کے مطابق زندگی ڈھالنا ہی شفاعت کو قبول کرنا اور اوس سے فائدہ اٹھانا ہے جس سے مقصد رسالت "ارسل رسولہ بالھدیٰ ودین الحق لیظہرہ علی الدین کلہ" کی تکمیل ہوتی ہے ۔ اس باب میں حضرت شیخ سعدی رحمۃ اللہ علیہ نے بڑا عبرت آموز شعر فرمایا ہے ۔

حقا کہ با عقوبت دوزخ برابر ست
رفتن بہ پائے مردئی ہمسایہ در بہشت

Marfat.com

لفظ شفاعت کتاب احادیث میں

ف (۱) یہ عمدہ شفاعت ہے کہ تو نکاح کے لئے دو شخصوں میں شفاعت کرے (ابن ماجہ)

(۲) اگر کوئی شخص کسی کی شفاعت کرے اور وہ اس شفاعت کیوجہ سے کوئی ہدیہ بھیجے اور وہ شفاعت کرنے والا قبول کرے تو وہ ربٰوا (سود) کی ایک بڑی قسم کو قبول کرتا ہے (ابوداؤد)

نمازی بدعتیوں کے حق میں شفاعت کی بجائے بددعا

ف۔ حضرت ابن مسعود و ابوہریرہ رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول صلعم نے فرمایا کہ میں تمہارا میر ساماں ہوں حوض کوثر یقیناً تم میرے پاس اس حال میں آئینگے کہ تمہارے چہرے اور ہاتھ پاؤں وضو کے نشان سے روشن ہونگے۔ البتہ تم میں سے چند ایسے لوگ بھی ہونگے کہ جب میں اون کی طرف جھکونگا کہ اون کو حوض کوثر کا پانی دوں تو وہ لوگ میرے پاس سے ہٹا دیئے جائینگے۔ میں کہونگا اے میرے رب یہ تو میرے ساتھی ہیں تو حکم ہوگا کہ تو نہیں جانتا کہ انہوں نے تیرے بعد کیا کیا بدعتیں نکالیں تو میں کہوں گا دوری ہو اور ہلاکت اوسکو جس نے میرے بعد دین بدلا۔ (بخاری و مسلم)

دیکھئے نفس پسند عبادت گزاروں کے لئے شفاعت کرنے کی بجائے کس طرح بددعا کیجارہی ہے۔

عظمت قرآن

ف۔ احادیث خدا۔ (۱) قرآن خالق کا کلام ہے اور احسن الحدیث ہے (زمر ۳۹/۱۴)

Marfat.com

(۲) اللہ کی حدیث کے مقابلہ میں کسی انسان کی حدیث پر ایمان نہیں لایا جا سکتا (پ ۲۵ ع ۵ پ ۲۹ ع ۲)

احادیث رسول - (قرآن جس بزرگ ہستی پر نازل ہوا ہے وہ فرماتے ہیں کہ (۱) قرآن اللہ تعالیٰ کی مضبوط رسی ہے - وہ ایک قول فیصل ہے جس میں اگلی پچھلی سب چیزیں مندرج ہیں جو شخص بغیر قرآن میں ہدایت کا متلاشی ہوگا - اللہ اوس کو گمراہ کردیگا (ترمذی شریف) (۲) علم کو قرآن کے ساتھ مقید رکھو (فردوس دیلمی)

(۳) میری طرف جو بات منسوب ہو اوسے قرآن پر پیش کر کے دیکھ لو - اگر وہ بات قرآن کے مطابق ہے تو وہ میری بات ہے (اور جو مطابق قرآن نہو ظاہر ہے کہ وہ کسی منافق کی گھڑی ہوئی ہے) (جامع صغیر سیوطی)

حرف آخر قرآن مجید کے احکام بہت صاف ہیں اور اسکی تائیدی احادیث بھی موجود ہیں - اسکے برخلاف بعض بھولے بھالے خوش عقیدہ راویوں کی روایات پر بھروسہ کر کے احکام الٰہی کے خلاف زندگی بسر کرنا اور مرنے کے بعد والی دوسری زندگی میں کسی کی شفاعت سے پہلی زندگی کی خطاؤں کے عذاب سے شفاعتی نجات پانے کا اعتقاد رکھنا گمراہانہ امانی یعنے جھوٹی آرزو ہے جو قطعاً کارآمد نہیں ہوسکتی - بلکہ ایسا اعتقاد لفظ شفاعت کی توہین ہے[۱] - ایسی غلط فہمی میں مبتلا قوم عذاب الدنیا والآخرہ کی مستحق اور اس میں گرفتار رہتا ہے - ایک بزرگ فرماتے ہیں

اگر خدائے نباشد ز بندۂ خوشنود ❊ شفاعت ہمہ پیغمبراں ندارد سود

اللہ پاک صحیح بات کو سمجھنے کی توفیق عطا فرمائے اور زندگی بھر رحمۃ للعالمین کے بتلائے ہوئے سیدھے راستہ پر ثابت قدم رکھے تاکہ بفضلہ تعالیٰ دونوں جہان میں خوشحالیاں و سربلندیاں حاصل رہیں - آمین -

---

[۱] ارتقائے انسانی کیلئے بعث بعد الموت حق ہے قیامت کے بعد جہنم سے نکلکر جنت میں جانیکا ذکر قرآن میں نہیں ہے - نجات کا لفظ ظالموں کے مظالم سے محفوظ رہنے کے معنوں میں استعمال ہوا ہے -

Marfat.com

اتباع واطاعت محبت ومغفرت[1]

آج سورۂ آل عمران کا چوتھا رکوع زیر نظر ہے۔ اس کی پہلی آیت اتباع رسول اور دوسری آیت اطاعت رسول سے متعلق ہے۔ پہلی آیت میں اللہ کی محبت اور گناہوں پر مغفرت یعنی پردہ پوشی کرنے کا ذکر ہے اور دوسری آیت میں منکروں سے محبت نہ کرنے کا تذکرہ ہے۔ ان آیات کا صحیح مفہوم معلوم کرنے کیلئے پہلے ہر دو آیات کا ترجمہ پیش ہے۔ (اے رسول۔ اہل کتاب سے) کہو کہ اگر تم اللہ سے محبت کرنیوالے ہو تو میری اتباع کرو فَاتَّبِعُونِي (یعنے میں جس طرح اللہ کی محبت حاصل کرنے کی سعی میں لگا ہوا ہوں تم بھی اوسی طرح اللہ کی رضا جوئی میں مصروف عمل ہو جاؤ) تاکہ اللہ تم کو محبوب رکھے اور تمہارے گناہوں کی مغفرت یعنے پردہ پوشی کرے۔ یقیناً اللہ پردہ پوشی کرنے والا اور رحم فرمانے والا ہے۔ (اے رسول۔ ان لوگوں سے) کہو کہ اللہ اور رسول کی اطاعت کریں۔ پھر اگر وہ (اطاعت رسول کرنے سے گریز کریں۔ منہ پھیر لیں تو یقیناً اللہ (اطاعت سے انکار کرنے والے) کافروں سے محبت نہیں کرتا (آل عمران ۳۱/۳۲)

ان آیات کریمہ سے یہ سمجھنا ہے کہ اتباع کسے کہتے ہیں اور اتباع کرنے والوں سے اللہ کی محبت اور گناہوں کی پردہ پوشی کیسے ہوتی ہے؟ نیز اطاعت کا کیا مفہوم ہے؟

---

[1] مضمون ہذا حلقہ فکر قرآنی منعقدہ ۵ ارمئی سنہ ۱۹۶۰ء بمکان جناب حامد علی صاحب عباسی سنایا ہوا ہے۔ جو رسالہ دین دار ماہ جولائی سنہ ۶۰ء میں شائع ہوا۔

Marfat.com

اور اطاعت سے گریز کرنے والوں سے اللہ محبت نہ کرنے کا کیا مطلب ہے؟ میرا تجربہ ہے کہ اتباع و اطاعت کے فرق اور محبت و عدم محبت کے انجام پر عام لوگوں کی نظر بہت کم ہے اور تعلیم یافتہ عربی داں طبقے کی اکثریت بھی ان اہم امور پر زیادہ توجہ نہیں دیتی ہے۔ اس لئے ان حقایق کو کھولنے کی شدید ضرورت ہے۔ ہر ایک کی چند قرآنی مثالیں معہ شرح درج ذیل ہیں۔

آیات اتباع

"(اے رسول) کہو اللہ نے سچ فرمایا ہے۔ پس ملت ابراہیمی یعنے ابراہیم کے مذہب کی پیروی کرو جو راست رو تھا اور مشرکوں میں سے نہ تھا (آل عمران ۳/۹۵)" پھر ہم نے (اے رسول) تیری طرف وحی کی کہ ملت ابراہیمی یعنے ابراہیم راست رو کے مذہب کی پیروی کر جو مشرکوں میں سے نہیں تھا (نحل ۳/۱۲۳)" کہو (اے رسول) بیشک مجھکو میرے رب نے سیدھے راستے کی طرف ہدایت دی ہے دین صحیح۔ ابراہیم راست رو کے مذہب کی طرف وہ مشرکوں میں سے نہ تھا (انعام ۶/۱۶۱)"

مذکورہ بالا آیات سے ظاہر ہے کہ حضرت ابراہیم دنیا سے پردہ کر جانے کے کافی عرصہ بعد (اون کے موجود نہ ہونے کے باوجود) عام لوگوں اور خود حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو ہدایت دی گئی ہے کہ ان کے طریقے کی پیروی کریں۔ اس سے واضح ہے کہ اتباع کیلئے متبوع کی موجودگی ضروری نہیں ہے۔ اور آیت زیر بحث میں لفظ "فَاتَّبِعُوْنِیْ" یہ ظاہر کر رہا ہے کہ اتباع شخص موجود کی بھی ہوتی ہے۔ گویا اتباع موجود و غیر موجود ہر ایک کی ہوتی ہے۔ اور اتباع کا مفہوم یہ ہے کہ مقاصد کی تکمیل کیلئے وقتی حالات کے تقاضوں کے مطابق کام کیا جائے۔ ذرائع ظاہری کی ہو بہو نقل کرنا اتباع کے لئے ضروری نہیں ہے اس خصوص میں اسوۂ رسول صلعم کی یہ مثال بہت صاف اور واضح ہے کہ حضور اکرمؐ نے

Marfat.com

بت پرستی کو مٹانے کیلئے حضرت ابراہیم کی اتباع میں حضرت ابراہیم کی طرح چھوٹے بتوں کو توڑ کر بڑے بت کے ہاتھ میں کلہاڑا کبھی نہیں رکھا۔ حالانکہ ظاہر پرستوں کے نزدیک اتباع اسی کا نام ہے۔ بلکہ حضور نے یہ کیا کہ تقاضائے وقت کعبہ کے بتوں کو نکالنے سے قبل دماغوں میں بسے ہوئے بتوں کو نکالنے کی مشقت برداشت کی اور بہت زیادہ کامیاب رہے۔ اس سے ظاہر ہے کہ صحیح اتباع تکمیل مقاصد کے لئے کام کرنے کا نام ہے۔ چاہے طریقہ کار وہی رہے یا بدل جائے۔

مغفرت پہلی آیت میں جو اتباع سے متعلق ہے لِيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوبَكُمْ اور غَفُورٌ رَّحِيمٌ فرمایا گیا ہے۔ مغفرت کے معنی عام طور پر معافی گناہ کے سمجھے جاتے ہیں۔ مگر دراصل معافی اور مغفرت میں کافی فرق ہے۔ قرآن کریم میں جہاں جہاں عَفُوٌّ اور غَفُورٌ کا ایک ساتھ ذکر آیا ہے وہاں ہمیشہ عفو کو پہلے اور غفور کو پیچھے رکھا گیا ہے۔ ان دونوں کے تقدم و تاخر سے ان کے فرق مراتب کا اندازہ ہوتا ہے۔ یہ دونوں لفظ عام طور پر معافی گناہ کے مفہوم میں استعمال ہوتے ہیں۔ معافی اور مغفرت کی تفصیلی باریکیوں میں گئے بغیر اس کی موٹی سی تعریف یہ ہے کہ عفو کے معنی ہیں درگزر کرنا یعنے گناہ کی سزا نہ دیکر چھوڑ دینا۔ اور مغفرت کے معنی ہیں گناہ کی پردہ پوشی کرنا یعنے معافی گناہ سے آگے بڑھ کر گنہگار کو اپنی پناہ میں لینا اور اوس کی ایسی حفاظت کرنا کہ اوس سے دوبارہ خطا نہ ہو اور دوسرے لوگ اس کو سزا دینے پر قادر بھی نہ ہوں اور یہ بحفاظت الٰہی مدارج اعلیٰ میں ترقی کرتا جائے۔

وَاعْفُ عَنَّا وَاغْفِرْ لَنَا وَارْحَمْنَا أَنْتَ مَوْلَانَا فَانْصُرْنَا

Marfat.com

عَلَی الْقَوْمِ الْکٰفِرِیْنَ ۲/۲۸۶ میں الفاظ کی ترتیب مذکورہ مراتب و مدارج کا واضح ثبوت ہے۔

آیاتِ اطاعت

اے لوگو جو ایمان لائے ہو اللہ اور اوس کے رسول کی اطاعت کرو اور اس سے مت پھرو در آنحالیکہ تم سن رہے ہو (انفال ۸/۲۰)۔ اے لوگو جو ایمان لائے ہو اللہ اور رسول کا حکم مانو جب وہ تم کو حیات یعنی زندگی کی طرف بلاتا ہے (انفال ۸/۲۴)۔ ان آیات میں وَاَنْتُمْ تَسْمَعُوْنَ اور اِذَا دَعَاکُمْ کے الفاظ خاص طور پر غور طلب ہیں جو موجود شخص کے موقت احکام کی تعمیل کی طرف متوجہ کر رہے ہیں۔ لفظ اتباع کے خلاف لفظ اطاعت سارے قرآن میں کہیں بھی غیر موجود کے لئے استعمال نہیں ہوا بلکہ متعدد انبیاء کرام کی تعلیم جو نقل کی گئی ہے۔ اوس میں بالعموم فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاَطِیْعُوْنِ یعنی اللہ سے ڈرو اور میری اطاعت کرو بار بار دہرایا گیا ہے۔ حضرت عیسیٰ ؑ نے یہی فرمایا ۳/۴۹ و ۴۳/۶۳ حضرت نوح ؑ نے یہی الفاظ کہے ۲۶/۱۰۷ و ۷۱/۳ حضرت ہودؑ حضرت صالح ؑ۔ حضرت لوطؑ اور حضرت شعیب ؑ سبھوں نے یہی کہا (سورہ شعراء ۲۶ آیات ۱۲۶ و ۱۴۴ و ۱۶۳، ۱۷۹) غرض کسی پیغمبر نے کسی گزشتہ پیغمبر کی اطاعت کی تلقین نہیں کی۔ اس سے ظاہر ہے کہ عربی زبان میں اطاعت کا لفظ زندہ و موجود سردار کے موقت احکام کی تعمیل کے لئے ہی استعمال ہوتا ہے۔ نیز قرآن کریم میں اطیعوا اللہ کے الفاظ کے ساتھ ساتھ بالالتزام اطیعوا الرسول کے الفاظ بار بار استعمال کئے گئے ہیں۔ پرستاران توحید کو ان دو اطاعتوں کی حقیقت کا سمجھنا بھی نہایت ضروری ہے۔ اطیعوا اللہ سے مراد۔ ہر وقت

Marfat.com

حیّ القیوم حاضر و موجود خدا کے مقررہ قوانین فطرت کی پابندی کرنا ہے جو ازلی و ابدی ہیں جن میں نہ کبھی تغیر ہوا اور نہ ہو سکتا ہے۔ اور اطیعو الرسول سے مراد موجود الوقت امیر جماعت کے موقت احکام کی تعمیل کرنا ہے جو قوانین کی تکمیل کے ضروری ذرائع ہوتے ہیں جن میں وقتی حالات کے تحت ہر وقت تبدیلی بھی کی جا سکتی ہے۔ حضور اکرم صلعم اپنی حیات طیبہ میں صدر مملکت اسلامی یعنی مرکز ملت خود تھے اور آپ نے مختلف علاقوں میں امور مملکت کی سرانجام دہی کے لئے متعدد اولو الامر (یعنی افسران ماتحت) مقرر فرمائے تھے تاکہ وہاں کی غیر موجودگی کی تکمیل ہو۔ اور نظم مملکت باقی رہے۔[۱]

خطاب خاص مصداق عام

قرآن کریم میں اگرچہ اطیعو الرسول کا خطاب خاص ہے ذات رسالتماب صلعم کے حق میں مگر اس کا مصداق عام ہے۔ اس نکتہ کو ملحوظ نہ رکھنے کی وجہ بالعموم مفسرین کو دشواری پیش آئی اور انہوں نے اللہ اور رسول کے الفاظ کو کتابوں کی طرف پھیر دیا کہ اللہ سے مراد قرآن اور رسول سے مراد حدیث ہے عام ذہنوں میں یہ عقیدہ ایسا بسا ہوا ہے کہ جس سے ہر وقت نئی نئی الجھنیں پیدا ہوتیں اور امت کا اتحاد پارہ پارہ ہوتا رہتا ہے۔ ہر فریق کے پاس قرآن و حدیث کے موجود ہوتے

---

[۱] بخاری و مسلم و نسائی کی روایات کے مطابق حضور نے یہ اعلان فرمایا تھا کہ جس نے امیر کی اطاعت کی اس نے میری اطاعت کی اور جس نے امیر کی نافرمانی کی اس نے میری نافرمانی کی۔ اسی طرح کی ایک اور حدیث بھی موجود ہے کہ سنو اور اطاعت کرو (حاکم وقت کی) اگرچہ حبشی غلام ہو (تلخیص الصحاح جلد اول صفحہ ۲۳۵ و جلد دوم صفحہ ۲۲۶) ان احادیث سے بھی یہی ظاہر ہے کہ اطاعت کا تعلق بالکلیہ شخص موجود کے بالمشافہ احکام سے ہے۔

ہوئے بھی کوئی صحیح فیصلہ آج تک نہ ہو سکا۔

قرآن میں النبی اور الرسول کے الفاظ اور مواقع پر بھی آئے ہیں۔ جہاں یہی مفسرین خطاب خاص اور مصداق عام کے اصول کے تحت منشاء الٰہی واضح کرتے ہیں جو ٹھیک ہوتا ہے مگر اطیعو الرسول کے الفاظ پر خود اپنے اس مسلمہ اصول کا انطباق نہیں کرتے۔ جس کی وجہ دماغ میں پیچیدہ ہوئی الجھن سلجھتی نہیں۔ مفسرین کے مصداق عام مانتے کی چند مثالیں ملاحظہ ہوں۔

(۱) تقسیم فئے (مال غنیمت بلا جنگ) کے سلسلے میں ارشاد خداوندی ہے کہ

مَا آتَاكُمُ الرَّسُولُ فَخُذُوهُ وَمَا نَهَاكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوا (حشر ۵۹)

(یعنے مال غنیمت میں سے) جو کچھ تم کو رسول دیوے اوسے لے لو اور جس کے لینے سے روکے اوس سے رک جاؤ۔" اس کی شرح اردو زبان کی پہلی تفسیر موضح القرآن میں یہ ہے کہ فئی پر قبضہ رسول کا ہے اور رسول کے بعد امام کا کہ تقسیم کی ذمہ داری اوسی پر ہے۔

(۲) اے ایمان والو اپنی آوازوں کو اپنے نبی کی آواز سے بلند نہ کرو اور ان سے کڑک کر بات نہ کرو۔ جیسے آپس میں کڑکتے ہو کہیں اکارت نہ ہو جائیں تمہارے کام اور تمہیں خبر بھی نہ ہو (حجرات ۴۹)۔ اس کا حاشیہ محترم شبیر احمد عثمانی نے یہ لکھا ہے کہ "حضور صلعم کی وفات کے بعد آپ کے خلفاء، علمائے ربانیین، اور اولوالامر کے ساتھ درجہ بدرجہ اسی آداب سے پیش آنا چاہئیے تا جماعتی نظام قایم رہے۔ فرق مراتب نہ کرنے سے بہت سے مفاسد اور فتنوں کا دروازہ کھلتا ہے۔

(۳) اے ایمان والو جب کسی فوج سے بھڑو تو ثابت قدم رہو اور حکم مانو اللہ کا اور اس کے رسول کا اور آپس میں نہ جھگڑو۔ پس ہمت ہار دو گے

Marfat.com

اور تمہارے (رعب و غلبہ کی) ہوا اکھڑ جائے گی (اور مغلوب ہو جاؤ گے) بیشک اللہ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے (انفال ۴۶) اس پر موضح القرآن کی شرح یہ ہے کہ "مدد اللہ کی چاہو تو اسباب ظاہر سے نہیں دل کی استقامت، اور یاد اللہ کی اور حکم برداری سردار کی اور ایک مصلحت رہنا چاہیئے"۔ محترم اشرف علی صاحب تھانوی نے اسی کو نقل کیا اور محترم شبیر احمد صاحب عثمانی نے اس طرح وضاحت کی کہ فتح و نصرت، دولت و لشکر وغیرہ سے حاصل نہیں ہوتی بلکہ صبر و استقلال، قوت و طمانیت قلب، یاد الٰہی، خدا و رسول اور ان کے قائم مقام سرداروں کی اطاعت و فرمانبرداری و باہمی اتفاق و اتحاد سے حاصل ہوتی ہے۔ غرض ایسے متعدد مواقع پر "النبی" و "الرسول" کے الفاظ کے معنی میں عمومیت مان کر قائم مقام سردار جماعت کو شامل تسلیم کیا جاتا ہے اور یہ ایسی صاف بات ہے کہ اس کے مانے بغیر چارہ بھی نہیں کیونکہ اس کو چھوڑ کر نظم جماعت ہرگز باقی نہیں رہ سکتا۔ آج ملت کا انتشار محض اسی وجہ سے ہے کہ اطاعت امیر کے حکم کو صحیح طور پر سمجھا نہیں گیا اور اطاعت سے گریز کرنے کے لئے اس کا رخ کتاب کی طرف پھیر دیا گیا تاکہ اوس سے من مانے مطالب لے کر دل پسند کام کیا کریں۔

اللہ اور بندہ کی محبت اب آیئے آیات مذکورہ کے اوس حصہ پر غور کریں جو اللہ سے بندوں کی محبت اور اللہ کی بندوں سے محبت کے تعلق ہے۔

اسی سورۂ آل عمران میں مرقوم ہے کہ "کتنے ہی نبی ہوئے ہیں جن کے ساتھ ہو کر بہت سے ربانی لوگ لڑے۔ پھر جب اون کو اللہ کی راہ میں مصیبت پہنچی آئی تو

Marfat.com

اس مصیبت کی وجہ سے وہ نہ کمزور ہوئے نہ عاجز ہوئے۔ یقیناً اللہ صبر کرنے والوں (یعنے مشکلات کا مردانہ وار مقابلہ کرنے والوں) سے محبت کرتا ہے انکی دعا تھی کہ اے ہمارے رب ہمیں ثابت قدم رکھ اور ہم کو کافروں پر نصرت عطا فرما۔ اللہ نے اونہیں دنیا کا ثواب اور آخرت کا اچھا ثواب دیا۔ یقیناً اللہ احسان کرنے والوں (یعنے حسن کارانہ عمل کرنے والوں) سے محبت کرتا ہے (آل عمران ۳/۱۴۵ تا ۱۴۷)

(۲) پھر جب پختہ ارادہ کرلو تو اللہ ہی پر بھروسہ کرو۔ بیشک اللہ توکل کرنے والوں سے محبت کرتا ہے اگر اللہ تمہاری مدد کرتا رہے تو تم پہ کوئی غالب نہیں آسکتا اور اگر وہ تمہیں چھوڑ دے تو اس کے بعد کون ہے جو تمہاری مدد کرے۔ پس مومنوں کو اللہ ہی پر توکل کرنا چاہیئے (آل عمران ۳/۱۵۸، ۱۵۹)

(۳) اللہ اون لوگوں سے محبت کرتا ہے جو اوس کے راستے میں صف باندھ کر جنگ کرتے ہیں گویا کہ وہ مضبوط دیوار ہیں (صف ۶۱/۴)

(۴) بعض لوگ ایسے ہیں کہ اللہ کے سوائے (اوس کی مخلوق میں سے کسی کو) اوس کا ہمسر بنا لیتے ہیں (اون میں کسی قسم کی طاقت سمجھکر) اون سے اللہ کی محبت کی طرح محبت کرتے ہیں۔ درآنحالیکہ ایمانداروں کا شیوہ یہ ہے کہ وہ سب سے زیادہ اللہ سے محبت رکھتے ہیں اور یہ غیر اللہ کی محبت میں غلو کرنے والے (مشرک) جب عذاب کو دیکھتے ہیں تو غور کریں، دیکھیں، جان لیں کہ سب طاقت اللہ ہی کے ہاتھ میں ہے اور اللہ ہی سخت عذاب دینے والا ہے (بقرہ ۲/۱۶۵)

(۵) اور لوگوں میں کوئی ایسا بھی ہوتا ہے کہ جب (غالب ہوتا اور) حاکم بنتا ہے تو کوشش کرتا ہے کہ ملک میں فساد ڈالے اور کھیتی اور نسل کو ہلاک کرے۔ پس اللہ فساد سے (یعنے فساد کرنے والوں سے

Marfat.com

محبت نہیں کرتا (بقرہ ۲/۲۰۵)

(۶) جن لوگوں نے (اے رسول تیری پیروی سے) انکار کیا میں ان کو دنیا و آخرت میں سخت دکھ کا عذاب دوں گا اور ان کیلئے کوئی بھی مددگار نہ ہوگا۔ اور جو لوگ ایمان لائے اور اچھے عمل کئے اللہ اون کے اجر انہیں پورے دیگا اور اللہ ظالموں سے محبت نہیں کرتا۔ (آل عمران ۳/۵۶، ۵۵)

(۷) نہ سست ہو جاؤ نہ غمگین ہو۔ اگر تم ایمان رکھتے ہو تو تم ہی غالب ہوگے۔ اگر تمہیں کوئی زخم پہنچا ہے تو اسی طرح کا زخم دوسری قوم کو بھی پہنچا ہے۔ ان ایام شکستہ کو ہم لوگوں میں نوبت بہ نوبت لاتے رہتے ہیں تاکہ اللہ ایمان والوں کو جان لے اور تم میں سے (سچائی پر ثابت قدم رہنے کے) گواہ بنائے۔ یقیناً اللہ ظالموں سے محبت نہیں کرتا (آل عمران ۳/۱۳۹)

مذکورہ بالا آیات اور دیگر متعدد مقامات سے ظاہر ہے کہ اللہ سے محبت رکھنے والے وہ لوگ ہیں جو اللہ کے احکام کی نافرمانی نہیں کرتے اور جب ان کے حسن عمل کی وجہ اللہ ان سے محبت کرتا ہے تو ظالموں کے پنجے سے نجات دیتا ہے اور ظالموں پر غلبہ عطا کر کے دنیا میں خوشی و خوش حالی سے سرفراز فرماتا ہے اور آخرت کی بھلائی کی بشارت دیتا ہے جو نتیجہ ہے انسان کے دنیاوی اعمال سے خدا کے راضی ہونے کا۔ بدکردار اور بے عمل لوگوں سے خدا ہرگز راضی نہیں رہتا خواہ وہ محبت الٰہی کے نام سے کتنے ہی ڈھونگ رچائیں۔ حال کھیلیں۔ دولت خرچ کریں۔ سب اکارت جاتے ہیں اور فاسقانہ زندگی کا ردعمل دنیا میں ذلت و رسوائی، افلاس و غلامی، تنگی و بدحالی کی صورت میں برابر ظاہر ہوتا رہتا ہے اور جس کی دنیا خراب ہو اس کو

Marfat.com

قانون الٰہی کی رُو سے آخرت کی بھلائی میں بھی کچھ حصہ نہیں مل سکتا۔ غور کیجئے یہ کیسے ممکن ہو سکتا ہے کہ اللہ کے قانون کی پابندی کرنے والے مومن دنیا و آخرت میں ذلیل ہوں اور اللہ کے احکام کی نافرمانی کرنے والے کافر دنیا و آخرت میں خوشحال رہیں۔ یقیناً دنیا میں ہر وقت اقوام عالم کے عروج و زوال کے تعلق سے جو کچھ ہو رہا ہے سب اللہ کی طرف سے ہے اور اقوام عالم کے اعلیٰ و ادنیٰ کردار کو تول کر صحیح صحیح فیصلہ کیا جاتا ہے حقدار کو حق دیا جا رہا ہے اور نا قدری کرنے والوں سے دیا ہوا حق چھینا جا رہا ہے ان کے دلوں پر اللہ کی آگ چھا جاتی ہے اور چیختے چلاتے کراہتے عذاب میں مبتلا ہو جاتے ہیں۔ یہ ان کی اپنی کمائی ہے اللہ تو ہرگز ایسا نہیں ہے کہ اپنے بندوں پر کسی قسم کا ظلم روا رکھے اس کا ہر فیصلہ ہر زمانے میں عدل و انصاف سے ہوتا ہے۔ اس کے خلاف عقیدہ رکھنا اللہ کی حکمرانی اور اس کے انصاف کو چیلنج کرنا ہے۔

حقیقت حال یہ ہے کہ ہر ہلاکت زدہ قوم کے افراد دماغی تعیش کے طور پر زبان سے رسمی اقرار اور ہاتھ پاؤں کے عمل سے تحقیقی انکار کے باوجود اپنے ہی کو خدا کے محبوب سمجھنے کے زعم باطل میں گرفتار رہتے ہیں۔ زمانۂ رسالت صلعم کے یہود و نصاریٰ یہی کہتے تھے کہ ہم ہی اللہ کے لاڈلے اور پیارے ہیں (خدا نے کہا کہ اے رسول ان سے پوچھو کہ اگر تم صحیح کہتے ہو تو یہ بتلاؤ کہ) پھر تم پر تمہارے گناہوں کیوجہ عذاب الٰہی کیوں آتا ہے (مائدہ ۵/۱۸)"۔ ایسی جھوٹی خوش فہمیاں دراصل ایمان منافقت کا نتیجہ ہوتی ہیں اور اسی کا سبب ہے کہ قرآن کے رسمی ماننے والے قرآن کے رسمی منکروں کے غلام بنے ہوئے عذاب الٰہی کی زندگی بسر کر رہے ہیں۔ اور اپنے زعم باطل میں ایسے مست ہیں کہ اس جہنم سے نکلنے کی کوئی صحیح فکر نہیں کرتے۔ خدا سے دعا ہے کہ علم صحیح اور عمل صالح کی توفیق عطا کرے اور دنیا و آخرت دونوں جہان میں اپنے انعامات سے مالا مال فرمائے آمین۔

Marfat.com

فہرست آیات مندرجہ "قرآن اور انسان"

بقرہ (۲)		آیت نمبر	صفحہ نمبر	آیت نمبر	صفحہ نمبر	آیت نمبر	صفحہ نمبر
آیت نمبر	صفحہ نمبر	۹۷	۱۶۳	۲۰ و ۱۱	۱۴۲	۱۴۴	۱۶۳
۱۱	۱۱۵	۱۰۱	۱۶۳	۱۱	۱۴۱	۱۴۵ تا ۱۴۷	۱۷۶
۱۴	۴۰	۱۰۲	۳۳	۱۸	۱۱۸	۱۵۱	۱۶۴
۲۸	۱۳۲	۱۱۷	۶۵	۲۳ تا ۲۹	۲۸	۱۵۸، ۱۵۹	۱۷۶
۳۰ تا ۳۹	۶، ۷ و ۱۶	۱۲۳ تا ۱۴۴	۱۵۱، ۱۵۹	۳۰	۲۷	۱۶۵	۱۶۴
۳۱ تا ۳۳ ۳۴	۷ و ۳۴ ۱، ۲۳	۰	و ۱۶۱	۳۰ و ۳۱	۱۶۹		
۳۵	۱۴، ۹۵	۱۶۵	۸۶، ۱۷۶	۲۸	۲۶، ۱۶۳	سورہ نساء (۴)	
۳۶	۱۲	۱۷۴	۲۷	۵۵، ۵۶	۱۶۹، ۱۷۷		
۳۷	۱۳	۱۸۵	۱۲۴	۵۸	۶۵	۱	۶۰، ۶۱
۳۸ و ۳۹	۲۴، ۵۳، ۱۷	۲۰۵	۱۷۷	۵۹	۶۱، ۶۴	۱۰	۲۷
۴۰	۱۵	۲۱۴	۱۶۳	۸۲	۱۱۸، ۱۴۶	۵۶	۱۴۴
۴۲	۳۸	۲۱۴ تا ۲۱۶	۹۳	۸۴	۱۳۲	۶۴	۱۶۴
۴۷	۱۵۹، ۱۶۶	۲۲۱	۱۶۳	۸۵	۱۲۵	۶۵	۳۱
۴۷ تا ۴۹	۱۵۱، ۱۵۹	۲۴۹	۱۶۳	۹۴	۱۷۰	۸۵	۱۵۰، ۱۵۲
۵۵ تا ۵۷	۱۱۱ و ۱۳۲	۲۵۱	۱۶۳	۱۰۳	۲۷	۱۲۳	۱۳۶
۵۶	۱۰۶	۲۵۴، ۲۵۵	۱۵۲، ۱۵۹	۱۲۳	۱۶۲	۱۴۱	۱۲۶
۶۱	۲۵ و ۲۶	۰	و ۱۶۰	۱۳۲	۸۵		
۸۵	۱۲۴	۲۸۶	۱۷۲	۱۳۹	۱۷۷	مائدہ (۵)	
۸۶	۱۲۵	آل عمران (۳)		۱۴، ۱۴۴	۹۳	۹	۳۸

Marfat.com

آیت نمبر	صفحہ نمبر
۱۰	۱۱۶
۱۴	۱۳۶
۱۶	۱۶۴
۱۸	۱۴۸
۴۴	۱۳۳
۴۶	۱۲۴
۶۲،۶۴	۱۳۷
۶۳	۴۷
۱۰۰	۳۲،۸۳
۱۱۲	۴۰
۱۱۳	۴۹
۱۶۲	۱۴۰
۱۶۶	۲۵

انعام (۶)

آیت نمبر	صفحہ نمبر
۲	۲۶،۶،۶۱
۸،۹	۳۳
۳۸	۱۳۶
۴۲	۱۲۶
۴۹	۳۸
۵۰،۵۱	۱۵۲،۱۵۹
۵۹	۴۷
۷۳	۶۵
۹۳تا۹۶	۱۵۳،۱۶۱
۹۵	۱۵۹،۱۷۱
۹۵،۹۶	۱۴۵
۹۹	۶۸

اعراف (۷)

آیت نمبر	صفحہ نمبر
۱۰تا۲۸	۱۲، ۶
۱۱	۸و۴۱
۱۲	۹و۶۲
۱۳	۱۰،۲۲
۱۲،۱۵	۲۳
۱۵تا۱۷	۱۰،۲۳
۱۹	۳۲
۲۰تا۲۳	۱۳،۲۲
۲۰تا۲۶	۳۷
۲۲	۳۸
۱۴	۱۳،۲۳
.	۱۱۵
۲۳	۱۷
۲۴،۲۵	۱۴
۲۶	۳۸
۲۶تا۲۸	۱۵
۴۱	۸۶
۴۴تا۵۰	۸۸
۵۰	۸۷
۵۳	۱۵۹،۱۶۶
۵۸	۱۶۴
۶۹	۲۵
۷۴	۲۵
۱۶۷	۱۳۸
۱۶۸	۱۳۸
۱۷۱	۸۷
۱۸۷	۱۳۹
۱۸۹	۶۸

سورۂ انفال (۸)

آیت نمبر	صفحہ نمبر
۱۲	۳۵
۲۰	۱۷۳
۲۴	۱۷۲
۴۵	۱۷۵
۴۶	۱۳۹
۵۳	۴۶
۹۶	۱۶۴

توبہ (۹)

آیت نمبر	صفحہ نمبر
۴۰	۲۶، ۹۹۰
۱۱۱	۹۲

یونس (۱۰)

آیت نمبر	صفحہ نمبر
۳	۱۵۴،۱۵۸
۴	۱۴۳
۱۴	۲۵
۱۸	۱۵۰،۱۵۴
۲۸	۱۶۰
۳۴	۱۴۳
۵۹	۱۶۴
۷۳	۲۵
۱۰۰	۱۶۴
۱۰۳	۱۳۵

ہود (۱۱)

آیت نمبر	صفحہ نمبر
۱۲	۲

Marfat.com

آیت نمبر	صفحہ نمبر
۲۸	۴۶
۴۸	۲۵
۱۰۵	۱۶۳
۱۰۵ تا ۱۰۸	۹۰
۱۰۶ تا ۱۰۸	۳۲
۱۰۷	۴۵
۱۱۳	۲۷
یوسف (۱۲)	
۳۱	۳۳
۵۰	۴۰
۱۰۰	۳۶
۱۰۶ تا ۱۱۱	۱۳۴
۱۱۱	۲
رعد (۱۳)	
۴	۸۳، ۱۶۲
،	۹
۵	۱۳۵
۱۱	۴۶
۳۸	۱۶۴
ابراہیم (۱۴)	
۱	۱۶۵

آیت نمبر	صفحہ نمبر
۵، ۶	۱۳۲
۱۱	۱۶۵
۱۶، ۱۷	۸۶
۱۹	۱۳۵
۲۳	۸۳، ۱۶۵
۲۵	۱۶۵
۲۶	۳۰
۳۸	۱۴۱
۲۶، ۲۸	۵۹، ۷۱
۲۷، ۳۱	۸
۲۸، ۳۸	۹
۳۰۳	۹
۳۴	۱۰، ۹
۳۴، ۳۵	۱۰
۳۶، ۴۳	۱۰، ۱۱
۴۲	۸۵
۴۸	۹۶
۸۵	۱۴۰
۹۱	۱۴۹
نحل (۱۶)	
۴	۶۰

آیت نمبر	صفحہ نمبر
۴۰، ۴۵	(۱۲۰)
۳۸	۱۰۶
۴۱	۶۵، ۱۱۰
۵۰	۲۴
۱۱۲	۳۸
۱۲۳	۱۷۰
بنی اسرائیل (۱۷)	
۲ تا ۸	۱۳۳
۲۱	۸
۴۹، ۵۱	۱۳۵
۵۰	۱۰۶
۶۰	۳۱
۶۱، ۶۲	۱۰
۶۱، ۶۵	۶
۶۲، ۶۵	۱۱
۶۳، ۶۴	۲۳
۸۸	۲۸
کہف (۱۸)	
۵	۲۳
۱۹	۳۸
۴۷	۳۲

آیت نمبر	صفحہ نمبر
۴۸	۱۴۵
۵۰	۶، ۸، ۹
۹۶	۳۹
مریم (۱۹)	
۶۰، ۶۳	۸۶
۶۱	۹۱
۸۵، ۸۷	۱۵۹، ۱۵۴
طٰہٰ (۲۰)	
۱۵	۱۴۰
۱۸	۹۶
۱۰۸، ۱۰۹	۱۵۴، ۱۵۹
۱۱۰	۱۵۴، ۱۶۰
۱۱۶	۸
۱۱۷، ۱۱۹	۱۲، ۲۳
۱۲۰، ۱۲۱	۱۳، ۲۳
۱۲۲	۱۳، ۹۷
۱۲۳، ۱۲۸	۱۳، ۱۵
۱۲۴	۲۴، ۹۶
انبیاء (۲۱)	
۲۵	۱۵۹
۲۵ تا ۲۸	۱۵۵، ۱۵۹
۲۸	۱۵۸، ۱۶۰

Marfat.com

آیت نمبر	صفحہ نمبر
۳۷	۶۱،۵۹
۶۹	۳۹
۷۱تا۷۹	۲۸
۹۸	۹۴
۱۰۴	۱۳۵
۱۰۵	۱۲۵
حج (۲۲)	
۵	۶۲،۶۱
۶۵	۱۶۵
۴۵	۳۴
سورہ مومنون (۲۳)	
۱۲	۶۰،۵۹
۱۳	۶۲
۱۹	۸۳،۳۲
۷۸	۱۲۰
۱۱۵	۱۴۶
نور (۲۴)	
۲۵	۹۰
۳۵	۱۶۵
فرقان (۲۵)	
۱۳	۸۶

آیت نمبر	صفحہ نمبر
۳۰	۱۴۹
۴۷	۳۸
۵۴	۶۱،۶۰
شعراء (۲۶)	
۳۰۶	۱۳۱
۵۷	۱۹۲
۵۷تا۵۹	۸۳،۳۱
۵۷،۱۳۰	۹۰
۹۱تا۱۰۴	۱۵۵،۱۵۹ و ۱۶۰
۱۳۰	۱۶۲
۱۳۱تا۱۳۴	[illegible]
۱۴۳،۱۴۸	۸۳،۳۱
نمل (۲۷)	
۱۷	۱۴۱
۶۲	۲۵
۸۰	۱۵۳
عنکبوت (۲۹)	
۱۸تا۲۱	۱۳۳
۱۹تا۲۱	۱۴۳
۲۴	۳۷

آیت نمبر	صفحہ نمبر
۵۵،۵۴	۹۴
روم (۳۰)	
۱۱	۱۴۶
۱۱تا۱۹	۱۴۴
۱۴تا۲۰	۱۵۵،۱۵۹
۲۰،۲۱	۶۱،۶۰
۳۱	۶۸
۴۷	۱۲۵
۵۴	۱۴۳
لقمان (۳۱)	
۲۸	۶۸
سجدہ (۳۲)	
۵،۴	۱۵۸،۱۵۵
۴تا۹	۹۶
۷	۱۳۶،۱۲۶ و ۷۰
۱۷تا۱۹	۹۱
احزاب (۳۳)	
۷	۵۹
۷۲	۱۴۰

آیت نمبر	صفحہ نمبر
سبا (۳۴)	
۷	۹۱
۱۲	۱۶۵
۱۲تا۱۴	۴۹
۱۵تا۱۷	۹۲
۲۲	۱۵۹،۱۶۱
۲۲و۲۳	۱۵۶
فاطر (۳۵)	
۱۱	۶۱،۶۰
۱۶	۱۲۵
۲۲	۱۴۳
۳۲	۱۶۵
یٰسین (۳۶)	
۲۳	۱۵۸
۲۴،۲۳	۱۵۶
۳۳تا۳۶	۳۳،۸۲
۸۲	۶۵
صافات (۳۷)	
۱۱،۸	۵۸،۶۱
۶۸	۲۸
۱۵۸	۳۰

Marfat.com

آیت نمبر	صفحہ نمبر
صافات (۳۷)	
۱۷۳	۳۸
ص (۳۸)	
۲۶	۲۲، ۵۰
۵۷	۵۶
۶۰	۵۹، ۶۱
۷۱	۸
۷۱ تا ۸۱	۶
۷۲ تا ۷۴	۹
۷۵	۹، ۵۲
۷۶	۹، ۶۳
۷۷، ۷۸	۱۰
۷۹، ۸۵	۱۱، ۱۲
۸۶، ۸۸	۱۶
زمر (۳۹)	
۶	۶۰، ۶۱
۔	و ۶۸
۱۳	۱۶۷
۴۳	۱۵۸، ۱۶۱
۴۳، ۴۵	۱۵۶، ۱۶۱
۷۱ تا ۷۴	۸۵

آیت نمبر	صفحہ نمبر
مومن (۴۰)	
۷	۶۱
۱۸ تا ۲۰	۱۵۷، ۱۵۹
۔	و ۱۶۱
۴۷	۲۶
۶۷	۵۹، ۶۲
۷۸	۱۶۵
حم سجدہ (۴۱)	
۹، ۱۰	۶۷
۱۱	۳۹، ۴۰
۳۰	۳۵، ۳۹ و ۱۶۴
شوریٰ (۴۲)	
۱۷	۱۴۰
زخرف (۴۳)	
۴۵	۱۶۵
۶۳	۱۶۲
۶۹ تا ۷۲	۸۶
۸۶، ۸۷	۱۵۰، ۱۵۷

آیت نمبر	صفحہ نمبر
۸۸	۳۹
دخان (۴۴)	
۳۵	۱۶۳
۲۵، ۲۸	۳۱، ۸۳
جاثیہ (۴۵)	
۶	۱۶۸
احقاف (۴۶)	
۲۵	۱۲۶
محمد (۴۷)	
۳۸	۴۹
حجرات (۴۹)	
۲	۱۴۷
۱۱	۱۱۵
ق (۵۰)	
۳ تا ۱۶	۱۳۵

آیت نمبر	صفحہ نمبر
۹	۳۲، ۸۳
۳۰	۴۰
ذاریات (۵۱)	
۴	۳۴
نجم (۵۳)	
۲۶، ۲۸	۱۵۰، ۱۵۷ و ۱۶۲
قلم (۵۴)	
۵	۳۸
رحمٰن (۵۵)	
۱۴	۵۸، ۶۱
۲۶	۹۱
۴۶ تا ۵	۸۴
واقعہ (۵۶)	
۴۱، ۵۸	۱۳۴

Marfat.com

آیت نمبر	صفحہ نمبر
حدید (۵۷)	
۵	۲۵
۱۲ تا ۱۵	۸۹
۲۱	۸۴
مجادلہ (۵۸)	
۸	۳۸، ۳۹
۱۰	۱۶۶
حشر (۵۹)	
۲	۱۴۱
۵	۱۶۶
۹	۱۴۷
۱۵	۳۸
صف (۶۱)	
۴	۱۷۶
۹	۴۷
جمعہ (۶۲)	
۵	۲
حاقہ (۶۹)	

آیت نمبر	صفحہ نمبر
۱۳ تا ۱۶	۹۱
نوح (۷۱)	
۱۱، ۱۲	۸۳
۱۴، ۱۷	۵۸، ۶۱، ۶۷، ۷۰
۱۷، ۱۸	۱۴۴
جن (۷۲)	
۱۵ تا ۲۳	۹۴
مزمل (۷۳)	
۷۸	۱۲۰
مدثر (۷۴)	
۳۸ تا ۴۷	۸۹
۴۱	۱۶۴
۴۹ تا ۵۱	۱۵۷، ۱۵۹
قیامہ (۷۵)	
۲۰ تا ۲۵	۱۳۲

آیت نمبر	صفحہ نمبر
دہر (۷۶)	
۲	۵۸، ۶۱
۲۷	۱۳۲
مرسلات (۷۷)	
۵۰	۱۶۸
نباء (۷۸)	
۴ تا ۱۶	۳۲، ۸۴
۳۸	۱۶۶
نازعات (۷۹)	
۵	۳۴
۴۲	۱۳۹
عبس (۸۰)	
۱۷ تا ۱۹	۵۸، ۶۱
طارق (۸۶)	
۶	۵۸، ۶۱
غاشیہ (۸۸)	
۲، ۳	۸۶

آیت نمبر	صفحہ نمبر
فجر (۸۹)	
۳	۱۵۸
۲۷ تا ۳۰	۸۷
بلد (۹۰)	
۱۶	۲۶
ضحیٰ (۹۳)	
۱ تا ۱۱	۱۳۱
علق (۹۶)	
۲	۵۸، ۶۱
ہمزہ (۱۰۴)	
۶ تا ۹	۸۷

کتاب ہذا میں قرآن مجید کی (۱۱۴) سورتوں کے منجملہ (۷۵) سورتوں کا اور (۶۲۴۶) آیتوں کے منجملہ (۵۲۰) آیتوں کا مفہوم درج ہے۔

Marfat.com

37

[illegible]

قرآن اور انسان

از

میر ولایت علی

فون 51760

Marfat.com